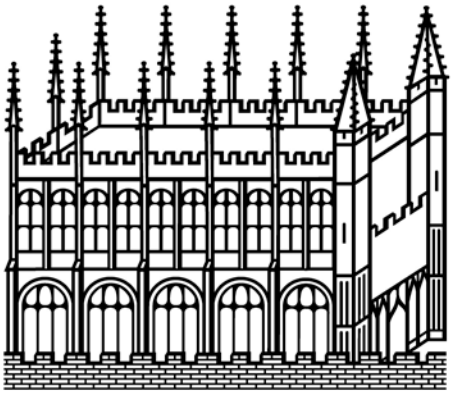


Bodleian Libraries

UNIVERSITY OF OXFORD

This book is part of the collection held by the Bodleian Libraries and scanned by Google, Inc. for the Google Books Library Project.

For more information see:

http://www.bodleian.ox.ac.uk/dbooks



This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 2.0 UK: England & Wales (CC BY-NC-SA 2.0) licence.





آثار الصنادید — تاریخ کی معتبر کتاب جسمین جملہ حالات متبرکہ
معمارات شہر دہلی مع نقشجات اور اوسکے باشندون کے اوضاع
اور احوال درج ہے۔

سیر ساح — سفرنامہ منشی سبحان رادخان صاحب سیاح
مع عکسہائے مشاعرۂ لکھنؤ و کانپور۔

تاریخ ستارہ ہند — مشتمل حالات شاہان ہند و مخصوص اودھ

ریاض الایام اذکر حالات امرائے ہند جنکو گورنمنٹ سے
سلامی کا حکم ہے۔

تاریخ گورکھپور — نہایت عمدہ طبع ہوئی ہے۔

تاریخ مسعودی سپہ سالار حضرت مسعود غازی کے
احوال مین۔

تاریخ تجارت روس — جسکو واسطے گورنمنٹ پنجاب
کے محمد سکندر تری جناب آر ایچ ڈیوس صاحب بہادر
لفٹنٹ گورنر پنجاب وغیرہ نے ۱۸۷۶ء عیسوی مین تالیف
فرمائی مع نقشجات خوشخط و کاغذ عمدہ یہ کتاب نادر حصصہا
ایسے وقت مین روس کے فتوحات وسط ایشیا تر کی مین
ہو رہے ہین اور مختلف واقعات روس کے گوش زد
ہو رہے ہین اس کتاب کے مضامین اور نقشہ جات
مقامات قابل دید ہین۔

کارنامہ سکندری جملہ احوال سکندر مولفہ منشی کوکل پرشاد
انیس السیاحین حصہ اول — حالات ارض بطور جغرافیہ
اوٹ لین جاگرفی کا ترجمہ — مع حصہ دوم و سوم۔

تاریخ انگلستان — اسمین شاہان انگلستان کا احوال ہے۔
مترجم کیچر بنسی لعل صاحب بہادر۔

وقائع نگار انگلستان — کالیر صاحب کی تاریخ انگلستان
کا ترجمہ ہے جس مین جملہ احوال سلطنت رومیون و انگلستان
وغیرہ کا مفصل مندرج ہے یہ کتاب ضرور قابل دید و شنید

مراۃ السلاطین — ترجمہ ہر سہ جلد سیر المتاخرین حالات
شاہان دہلی ابتدائے سلطنت راجاون سے انتہائے
عہد شاہ عالم تک خوب شرح و بسط کے ساتھ لکھا ترجم
منشی گوکل پرشاد صاحب و بہ نظر ثانی مولوی صادق علیخان

ترجمہ مغازی الرسول — مسمی بمغازی الصادق حصہ اول

تاریخ واقدی عربی کا ترجمہ ہے یہ مجموعہ بہ ترجمہ اردو ہر چہار
جلد کتاب واقدی رح کا ہے یعنی فتوح المغازی —
فتوح الشام — فتوح المصر — فتوح العجم — یکجائی جلد جدہ
جلدہ جیسا ہے۔

فتوح الشام و فتوح المصر اردو — جو ایکبار طبع ہو کر کل مرو
ہو گئی اب بخواہش عام بعد نظر ثانی مکرر طبع ہوئی —

فتوحات عجم — مسمی بہ عزوۂ عرب العجم جلد تاریخ واقدی کا
عربی سے اردو مین ترجمہ حرف بحرف ہو کر بوفور خواہش
شائقان طبع ہوا۔

مجموعہ ترجمہ اردو فتوحات واقدی — جس مین مغازی الصادق
یعنی ترجمہ مغازی الرسول و ترجمہ فتوح الشام — ترجمہ
فتوح المصر — ترجمہ فتوحات عجم — شامل ہین تاریخ اسلام
کے لئے سٹل ارینجن ہے۔

منتخب التواریخ اردو — عبد القادر بدایونی کی تصنیف ہے
مولوی احتشام الدین صاحب مراد آبادی نے بایماء
مالک مطبع ترجمہ کیا۔

تزک جہانگیری — ملکہ معظمہ دام قبالہا کے شوہر عالیمقدار کا
سوانح عمری۔

رسالہ چہل جواب تاریخی — منشی دہبی پرشاد صاحب
ساکن بھوپال نے ایک صاحب کے سوالات کا جواب
کتب تواریخ سے انتخاب کر کے لکھا ہے۔

گلدستہ کرامات — مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری در ذکر
کرامات حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ۔

دہ مجلس منظوم — اس کتاب مین حضرت خاتم المرسلین
سے تا معرکہ کربلا علی الترتیب جودہ مجلسین ہین

رسالہ ہدایت الکونین الی شہادت الحسنین — مصنفہ
مولوی محمد معین الدین صاحب المشہدی الکرمی۔

نظم المسالک — ترجمہ اتحاف المسالک فی معرفۃ احوال الممالک
اکبر نامہ ہر سہ دفتر و مجلد ہر سہ جلد مصنفہ ابو الفضل
آئین اکبری ہر سہ دفتر مجلد ہر سہ جلد با تصویرات و نقشجات
سرخ و سبز و سیاہ بمقابلہ چند نسخون کے صحیح ہو کر طبع ہوئی

تاریخ فرشتہ دو جلد — مصنفہ ملا حیدر تاسم ہند و شاہ استرابادی
حالات راجگان و سلاطین ہند تا عہد اکبر شاہ اسمین مذکور ہے

طبقات اکبری — تصنیف خواجہ نظام الدین احمد بن محمد مقیم
ہروی یہ کتاب تاریخ شاہان ہند کی زمانہ سکتگین سے
عصر جلال الدین محمد اکبر تک نہایت مبسوط و مفصل ہے

عمادت السعادت — تصنیف سید غلام علی خانصاحب
دہلوی ہے اس کتاب مین خاندان شاہان اودھ کا
بیان ہے۔

منتخب التواریخ — تصنیف مولوی عبد القادر بدایونی
تاریخ سلاطین ہند تا عہد اکبر شاہ مصنف نے اکبر شاہ
کے حالات کو بطور واضح لکھا ہے اور چونکہ مصنف سے
ابو الفضل وغیرہ مقربان سلطنت مخالف تھے اسلیے
اکبر شاہ کے حالات کفر اور بدوضعی خلاف شرع کے
بالتصریح تحریر ہوئے ہین اور اکبر شعرائے ہمعصر کا تذکرہ
بھی ہے یہ تاریخ مستند ہے اردو مین ترجمہ بھی چھپے

صحیفہ واقدی — خواجہ محمد بشیر لکھنوی کی تصنیف ہے
واقعات مصرح غدر شہر لکھنؤ ۱۸۵۷ء عیسوی کے —

عجائب القصص — قصص الانبیا مشہور فارسی ذکر
انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام —

کتب اخلاق

اخلاق ناصری — شہور علم اخلاق کی کتاب	اخلاق جلالی — علم اخلاق مین —

کا ہے

دیوان ہلالی — مشہور اوستاد اہل زبان سے ہے مطبوعۂ نظامی —

دیوان خیال بیخودی نہایت عمدہ مذاق کی کتاب تصنیفات منشی سیتل سنگھ صاحب مرحوم بنارسی بیخود تخلص سے یادگار ہے —

کلیات حزین تصنیف شیخ محمد علی حزین

قند پارسی — مجموعۂ منتخبات کلام شعرا نامی مولفۂ مولوی عبد الغفور خانصاحب بہادر متخلص بہ نساخ —

کلیات نظیری نیشاپوری بتع شرح طبع ہوا ہے —

کلیات امیر خسرو دہلوی — مجموعہ چار دیوان —

دیوان تحفۃ الصغر — جو کلام صغر سن مین فرمایا —

دیوان وسطا لحیوۃ کلام جوانی — دیوان عزت الکمال جو کمال عمر کہ چالیس برس مین فرمایا — دیوان بقیہ بقیہ جو کہ پیری مین فرمایا —

کتب تذکرۃ الشعرا

گلشن بے خار — نواب محمد مصطفے خانصاحب بہادر تصنیفہ دہلوی سے تالیفات سے تذکرہ شعرائے متقدمین ہے

خزانہ عامرہ — یہ وہ تذکرہ ہے کہ جسمین شعرا کو بمقابلہ اونکے کلام کے صلہ عطا ہوا ہے

کتب تذکرۃ الاولیا

اسرار الاولیا — ملفوظات حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج —

سفینۃ الاولیا — اسمین اولیا اللہ اور کاملین کا ذکر ہے

تذکرۂ حسینی مولفۂ میر حسین دوست سنبلی —

کتب تاریخ فارسی و اردو

نوائے غریب — نواب محمد مرد الغ خان صاحب بہادر رعنا وزیر اعظم جودھپور کی تصنیفات سے ہے ایک انتخاب تاریخ روسا ہند کا ہے —

اقوام الہند — تصنیفات جناب منشی کشوری لال صاحب بہادر صدر امین غازی پور بیان اقوام مختلف مین نہایت عمدہ کتاب ہے حق تصنیف اسکا ملک مطبع ہے

عجائبات روزگار — تصنیف جناب ماسٹر رام چند صاحب بہادر ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ملک پٹیالہ اسمین عجائب و غرائب اشیا و مقامات مع تصاویر یادگار و خیالات پاکیزہ مشتمل ہے —

تاریخ عہد نامجات و اقرار نامجات و عطاے سند متعلقہ ریاستہاے ہندوستان و حدود ہندوستان مثل فارس وغیرہ شامل ہین کل سات جلدون مین ہے

تاریخ جدولیہ یہ مشہور تاریخ مولفہ منشی خادم حسین صاحب اکبر آبادی آدم سے تا ایندم جدول کے اندر رجرد کل کیفیت تاریخی بقید سنہ مختصر روایت درج ہوئی ہے

تاریخ نپولین بوناپارٹ — مشہور شہنشاہ فرانس کی ہے اسکا ترجمہ مولوی اشتیاق حسین صاحب منصرم محکمہ رجبی علی گدہ نے فرمایا ہے اور حسب الایماے مولوی سید احمد خانصاحب بہادر سی ایس آئی مطبع ندا مین طبع ہوئی —

سفر نامہ جناب نور سائیھ صاحب بہادر کمشنر جنہون نے ۱۸۷۰ء عیسوی مین یارقند کا سفر فرمایا — متضمن حالات اوس ملک و دیار کے —

تاریخ چین مسمی کاگرن صاحب مرحوم کی تصنیفات سے ہے حالات ملک چین ابتداے طوفان سے نہایت ۱۸۴۱ء عیسوی شرح حالات اور عجائبات ملک چین کے مندرج ہین —

شاہنامۂ فارسی گنابادی — مولف اسکا بہت کامل اہل زبان مشہور شخص ہے یہ بتتبع شاہنامہ فردوسی زور طبع دکھایا ہے حالات جنگ شاہان فارسی عمدہ طرز سے لکھے

قصص الانبیا اردو مولفہ محمد طاہر در حالات انبیا

قصص الانبیا اردو — مطبوعۂ شعلہ طور —

تاریخ بغاوت ہند مسمی بہ مجاہرۂ عظیم — غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ بغاوت ہند آئین اکثر مقامات کے مفصل حال سہر کہ کے درج ہین چند انگریزی کتاب سے بتلاش کنہیا لال صاحب مصنف نے ترجمہ و تالیف کیا —

وقائع کیپ — منشی برج بھوکھن لال صاحب سابق رجسٹرار جوڈیشل کمشنر بہادر اودھ نے جزیرہ کیپ کا حال تحریر فرمایا —

تاریخ حبیب الہ منشی عنایت احمد صاحب نے حالات پیغمبر اسلام کا نہایت مبسوط بیان کیا ہے

حیات افغانی — جناب محمد حیات خان بہادر اگزامنر اسسٹنٹ کمشنر پنجاب کی تصنیفات سے یہ کتاب مبسوط تاریخ افغانستان و جغرافیہ و اشیاء تجارت ملکی اور بود و باش سکنائے اوس ملک کا مع نقشجات مفصل حال ہے

عمدہ ولایتی کاغذ پر کوہ نور لاہور مین چھپی ہے —

گلدستہ قنوج — یہ تاریخ قنوج کی سے تصنیف منشی کشوری لال صاحب صدر امین ممالک مغربی و شمالی

قطعهٔ تاریخ سابق

بخدا این کتاب لطف انگیز
مرهم زخم طبع مشتاق ست
سال تاریخ طبع آن تسلیم
گفت زیبا عروس عشاق ست
۱۲۹۲ھ

خاتمة الطبع حال از حضرت تسلیم

چون کتاب موصوفه نفیسه در نفاست معنی و لطافت بیان نظیری نداشت شوق خرید تاجران نوبت بجائی رساند که در کمترک ایام نسخه بنام نهاد دو اد در مطبع نماند- مشتاقان محروم آتش شکایت برافروختند و معنی دوستان مشعل فریاد سوختند. آخر کار کارپردازان مطبع فیض مطلع علم منبع عالم مرجع این شاهد رعنا و نگار زیبا را بحسن شایستگی و بایستگی در قالب طبع آوردند و بهر هفت تصحیح جمال کردند- الحمد لله که حسب مراد یاران سخن نهاد این معشوق دلفریب و محبوب خاطر شکیب در ماه جولائی سنه ۱۸۷۶ عیسوی مطابق جمادی الآخره سنه ۱۲۹۳ ہجری در صحن مطبع خرامید و این نقش ثانی به از نقش اول گردید- بتایید تمهید و تشیید نشید تاریخی از زبان خامه معنی نگار چکید درین مقام خیر انجام جاگزید

قطعهٔ تاریخ

انطباعِ مجالس العشاق
بار دیگر ز فضل خلاق ست
گفت تسلیم سالِ طبعِ آن
که نگارِ کلام عشاق ست
۱۲۹۳ھ

تمت

انجمن سعی افروخت و بشعله انگیزی شوق و آتش ریزی ذوق پروانه آسا بال
و پر سوخت شور قدردانیش نمک مائده دل دادگان ملاحت ترکانی لحاظ الفاظ
و شیرینی خلق خلقتی او در کام جان خسروان کشور سخن شکر ریز نام مرده ذائقه چشان
موت را از سر نو حلاوت زندگی بخشید چنانکه مایه تسکین خاطر مشتاق مسمی به مجالس العشاق
راکه معنیش چون آه جگرتاب شعله نفسان گرم خیز روانی ست و هر لفظ آن مانند
برق آتش بدامن افروخته در پی سوخته جانی . از تصنیف فرمان فرمای مملکت
نکته پروری و ندباندانی شهنشاه اقلیم سخن گستری و خوش بیانی شاهزاده سلطان حسین
ابن سلطان منصور اولاد سلطان حضرت تیمور گورکانی ست در مطبع علم خیز اوده اخبار
پیرداز خوبی و باندازاسلوبی که بدیدن تعلق دارد نه بشنیدن طبع فرمود این رساله
شریفه و این عجاله منیفه از عدم توجه مبصران بسان رخ رو نهفته بود فرجام کار یک
نسخه از کتب خانهٔ عالم یلیعی فاضل لوذعی مربی معانی نبیله و آرث مطالب جلیله
افصح الفصحا ابلغ البلغا کاشف استار فروع و اصول و واقف اسرار منقول و معقول
در همه کمال کامل و در جمیع علوم عامل در علم ادب و اخلاق محسود اقران در فصاحت
و بلاغت هم پنجه باسجان موج دریای متانت شیر بیشهٔ سلاست گل باغ طلاقت
تقریر مهر سپهر ذلاقت تحریر نفیس الطبع قدیم الوضع گوشوارهٔ گوش سخنوری افسر فرق
شاعری در زبان پارسی و دری وارد دوی معلی استاد اجله شعرا حضرت ظهیر الدین
بلگرامی ظهیر تخلص مخاطب به دبیر الانشا بدست آمد همانا این کتاب کمیاب بلکه نایاب
در عالم خوبی بی نظیر و بی مثالست و برهان قاطع رجحان ساطع شاهد عادل حال
و قال ست که نسخهٔ ثانی با وصف تگاپوی بلیغ و تلاش نمایان دست آشنا نشد کلک کوتاه
این محبوبه محجوبه بحیا جمال پری جلوه در ماه شعبان المعظم سنه ۱۲۸۷ هـ مطابق ماه نومبر سنه ۱۸۷۰ ع
از مکمن طبع بازیب زین برآمد و بمنصهٔ ظهور جلوه گر شده مطبوع طبائع طبّاعان عالم گردید فقط

نیکو ظاہر کہ چنین کتاب جامع عشق و عقل کہ ہمہ گر از ازل متضاد اند با شریعت و طریقت
و حقیقت و معرفت جمع کردہ ہمچو نظائر و اضحہ تصویر کشیدہ کمتر کسی دیدہ و شنیدہ باشد
ہمچو تحفہ نایاب عزیز الوجود را چنان وقف عام از بازار کردہ ارزان نمودہ منتہا
بر جان عالمیان نہادن کار اہل مطبع است ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

خاتمۃ الطبع سابق مطبوع ہر طبع ریختہ قلم ناثر ظہوری ثانی

محمد انوار حسین تسلیم سہسوانی

سرسبزی کلام بشادابی ستایش بوستان بانی ست کہ گل رعنای حسن و عشق در رشحہ
امکان بہزب نسائم بر و اتمنان او خند انست و لالہ دلسوختہ داغ و سنبل پریشان اہ
در گلزمین سینہ عشاق از آبیاری نم شنمم عزت و جلال او تازہ و تر بلبل را فریفتہ گل و بر قان
شیفتہ خار گردانید آتش محبت شمع در دل پروانہ ریخت صبای نسیم عنبر شمیم را در ہوای
چمن گرم عنان ساخت خرامش نگارش نگار و جلوہ گری سیہ چردگان حروف نعت
شاہد یست کہ ملاحتش نمک خمیر حضرت یوسف علیہ السلام است و صوت انا افصح العرب
سوط سمند زعم یکہ تازان میدان بلاغت و فصاحت گشتہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم اما بعد پیر و دیوانگان حسن پری رخان نظم و نثر تسلیم سہسوانی کہ از خار خار
گل مضامین در مسلک تلاش نفس سوختہ و استخوان شکستہ بانگشت قلم گرہ از سر کلافہ
رقم میکشاید کہ درین ایام فرخی انجام کہ الفت با کورہ معنی و محبت ناظورہ نکات ہر دل
چون سوزن در برق جا گرفتہ خریدار وحشت شورش انگیز من قدر دان استعداد
ذلت خیز من از لطافت نزدیک و از کثافت دور حاتم عصر منشی نول کشور کہ در
جست و جوی چالش کنان وادی گرم گوئی و موسی کلامان ایمنی معانی شمع در

سلطان بن السلطان خاقان ابن الخاقان بوده است که سلطنت صوری با سلطنت معنوی جمع داشت این صاحبدل اهل معنی کاری کرده است که عشق را با عقل و شریعت جمع کرده بنظائر نمایان جلوهٔ ظهور بخشیده بنظیر هریک مطابق واقع تصویر کشیده بچشم ظاهر وا نموده است و نام کتاب اسم با مسمی مجالس العشاق نوشته است و از ابتدای حال جمیع عشاق کاملین از انبیا و اولیا برگزیدگان خاص بارگاه کبریا مثل حضرت سلیمان و حضرت یوسف علیهما السلام و ذکر اولیای کاملین ماضیه مثل شمس تبریزی و مولانای روم و خواجهٔ حافظ و شیخ سعدی عندلیب گلستان شیراز وغیرهم اول از حالات و معاملات و کلمات این بزرگان بواقعی بطور تذکره نوشته بجای ابواب و فصول مجالس قرار داده بعد شرح بیان حال واقعی صورت مجلس صحبت مع صورت معشوقان مجازی تصویر کشیده است که بجز سلطان اولوالعزم صاحب مقدرت هر مصنف را بجز تحریر مسوده اول مقدرت و دماغ اینقدر تکلفات ظاهری و قلمی کجا نوبت میرسد که اکثر مسودات ناصاف می مانند چون در مقام

مضامین عشق چنان گفته اند که فرد	قلم بشکن سیاهی ریز و کاغذ سوز و دم در کش
حسن این قصهٔ عشق است در دفتر نمی گنجد	پس این عشق مجاز را که با عقل و شریعت

جمع کرده بحقیقت رسانیده اند چگونه بشرح و بیان تقریظ راست تواند آمد و چه مضامین که روحانی و وجدانی از اقلیم ناطقه و خامه بیرون بوده اند طرّه بر اینهمه از ارباب مطبع چه کمال کرده اند که بعینه طابق النعل بالنعل مع طرز شان خط میر عماد و نقشه صورت تصاویر چنان مطابق و درست کشیده اند که تصویر عکسی توان گفت این گنج گوهر نایاب را چنان بسیار یاب عرض بازار و ارز بازار کرده اند که هریک بهره یاب

تواند شد بقول شاعر هندی فرد	های وه دل جسے ہم سمجھے تھے افلاک کی مول
دولت عشق ہے بکتا ہی یہاں خاک کی مول	لاجرم بر جمیع صاحبدلان اهل باطن

ظهیر این عالم غفلت بظاهر غفلت و خوابست	بظاهر عاقل و هشیار و باطن اندرین باشد

دریاب که سر نکته درین مقام اینست که مرتبه و مقام و شان عشق چنانست که گفته شد انچه تا حق رساند آن عشق است و شرف و فضیلت و ترجیح و غلبه و تسلط انسان ملکیت و تصرفات بر جمیع بهائم بلکه بر تمام مخلوقات و جن و ملک بدولت علم و عقل است که عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ عبارت ازینست که ملائک بمقابله آدم لَا عِلْمَ لَنَا گفتند و در بارگاه عشق علم و عقل را بار نیست که حجاب

گفته اند فرد	این عجب بی که در پیش آمده است	علم مفلس عقل درویش آمده است

اینجا عقل در اول قدم رخصت می شود که گفته اند شعر

عقل برآمد ز سر گفت سلام علیک	عشق چو آمد ز در گفت سلام علیک

هرگاه عقل از سر بدر رفت هوش و حواس و فهم و ادراک را چه دخل ماند که همه همراه عقل بدر رفت و اینهمه تکلیفات شرعی محض بسبب عقل است که بر دیوانه و کودک و مجنون نبوده است که غیر مکلف و مرفوع القلم اند پس در صورت زوال عقل نوع بشر از بهائم بیش نماند بلکه در طاقت و توانائی هزار مرتبه از بهائم کمتر پس اگر در مقام عشق زوال عقل لازم دانسته شود تا لازم آمد که بهائم غیر ذوی العقول و مجانین مرفوع القلم غیر مکلف را بر انسان ذوی العقول مکلف شرعی در مقام عشق ترجیح تمام باشد پس شرف و فضیلت انسان که بسبب همین عقل بر حیوان بود کجا باقی میماند لاجرم در حل این سر نکته چه دلها که خون شده اند و چه بجائی نبرده اند درچنین حال که این کتاب نایاب عجیب بنظر درآمد که در خزانهٔ خاص سلاطین بوده این کتاب عزیز الوجود یافته شد غالبا که اول نسخه از بیاض خاص مسودهٔ مصنف باشد که نهایت خوشخط شان میر عماد مطلا و مذهب مع التصاویر پر تکلف بر کاغذ خجه قدیم زیر آبادی نهایت کهنه و مندرس دیده شد که هر صفحه اش وصلی مشق تعلیم است مؤلف کتاب امیر سلطان حسین نبیرهٔ شهنشاه هفت اقلیم صاحبقران امیر تیمور گورکان

سلطان

گوش و کام و زبان که نامش بهشت ست دل نهاد به نسبت این عاقل عاشق یکین البته
البته است که بمکان فرو آمد شرح این نکته تا که واضح تر نگویم بادراک نخواهد آمد بشنو بشنو نظم

قناعت کن فقط بر شرع گر دنیا و دین خواهی — که اهل الجنة بله عبارت از همین باشد
وگر چیزی دگر خواهی بیا در عالم دیگر — که آنجا عقل در کار ست عاقل اینچنین باشد
جنان هم یک مکان باشد برو لیکن از حمق ست — بود اهل خدا عاقل که مشتاق یکین باشد
اگرچه عقل و حکم شرع ساقط میشود از وی — که عقل شرع ظاهر بین و عقلش دوربین باشد
یقین علم الیقین عین الیقین شد انتهای او — مقام عشق زین برتر بود حق الیقین باشد
چو عاشق گم در و شد بر که شارع حکم فرماید — بجز یا هو و یا من هو نه آن باشد نه این باشد
بود در شرع هم تکلیف تا باشد خودی باقی — خودی هم چون در و گم شد چه تکلیف اندرین باشد
ولیکن در حجاب شرع اینجا پرده می باید — که این ره بس خطرناکست شیطان در کمین باشد
ز حد شرع گر بیرون قدم زد وام ابلیست — مخور اینجا فریب نفس زندیقی همین باشد
نمیدانی که برتر کیست از مقصود و اوادنی — در انجا هم همین مسلوک راه شرع دین باشد
که عشق از دل تعلق دارد و ظاهر ادب باید — کرا تقدیم بر محبوب رب العالمین باشد
بظاهر شرع میباید که بر ظاهر بود حکمش — بباطن در حقیقت باش سالک اینچنین باشد
وقوع فعل در ظاهر در انجا شرط شد لیکن — وان تخفوه یحاسبکم به الله اندرین باشد
حقیقت سر او باشد بود کتمان او واجب — برای ستر او باشد این پرده شرع متین باشد
چو فانی گشت و عقلش رفت مرفوع القلم باشد — پس از فانی چو باقی ماند در شرع مبین باشد
غرض دانسته می باید چو نادانان بسر بردن — نه آن نادان که باطن هم بغفلت همقرین باشد
که باشد همچو کس محسوب در فی هذه اعمی — چو شد فی هذه اعمی بعقبی بالیقین باشد
چنین نادان اگرچه مزد طاعت در جنان یابد — مگر اعمی زدیدار اله العالمین باشد
ز اهل الجنة بله همین نادان بود مقصود — نه آن احمق معاذ الله که از بئس القرین باشد

مجنون گر دید عین لیلی آخر	شیرین همه حکم کوهکن پیدا کرد
ور تا بحقیقت نرسد بوالهوسی ست	صد آفت و آشوب و فتن پیدا کرد

پس صاحبدلان همین عشق مجاز را از فساد گندم گفته اند و عشق حقیقی از ترک گندم پیدا می شود و از اینجاست که آن شهنشاه ملک حقیقت جناب امیر علیه السلام نخورد

گندم و از نان جو غذا فرمود فرد	باعث عشق حقیقی و مجازی گندم است
یک ز خوردن یک ز ناخوردن عیان در مرد است	آدم علیه السلام تا که گندم نخورده بود

در عالم حقیقت ماند همین که یک دانه گندم از حلق فرو شد در مجاز افتاد پس منتهای این تا بهشت ست و بس و بهشت از مکانی بیش نبوده است و لذات او همین لذت چشم و گوش و کام و دهانست وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ نمود کار این در دنیا هم بسیار موجود است که فِيهَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ پس هر که بر همین مکان نمونهٔ دنیا اکتفا کرد و بر مکین نگاه نکرد ابله است از اینجاست که گفته اند اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ و هر که عاقل است کی بمکان سر فرو می آرد که مشتاق مکین ست مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى شان اوست لاجرم همین مقام عشق ست که گفته شد فرد

ننگ است عاشقان ترا جنت برین	سوی مکان نگه نکند عاشق مکین

پس انتهاء عبادات زهد خشک که ظاهر شریعت است همین تا بهشت است و باطن شریعت که عبارت از حقیقت و معرفت است تا خالق بهشت است لذات آن که مثل لذات بهشت از چشم و گوش و کام و زبان تعلق ندارد به لفظ لَدَيْنَا مَزِيدٌ تعبیر میفرماید که از علم و ادراک نفس بشر و رویت بصر بیرون و مخفی ست که میفرماید فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ پس این لذت وجدانی و روحانی که از ولایت ناطقه و باصره بیرونست مقام عشق است که باطن شریعتست هر که بدین مقام همت بست عاقل ست و آنکه مثل زاهد خشک بدرجهٔ اول و ظاهر شریعت بر لذات چشم و

تقریظ بی نظیر و بیر و شنضمیر سرآمد بلغا و بیر الانشا منشی محمد ظهیر الدین خان بهادر متخلص ظهیر رحمه الله بر مطبوعه سابقه

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

ایها الناس به بینید ز نعمای خدا | نعمت تازه دهم با همه وز جمله جدا

پیداست که مقام برتر ترکه تا حق رساند بجز عشق نبوده است که گفته شد فرد

آنکه تا حق رساندت عشق است | غیر حق انچه باشد آن فسق است | این را دو صورت قرار داده اند

یکی در صورت مجاز که عشق صوری و مجازی عبارت ازوست یکی در عالم حقیقت که عشق حقیقی اشارت بدوست لاجرم این مجاز را نردبان حقیقت گفته اند اگر بوسیله این نردبان بحقیقت نرسید نامش فسق گردید که آخر کار بعداوت کشید کما جاء فِي كِتَابٍ مَجِيدٍ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ الا هر که درین عالم غفلت درهمین مجاز مبتلا ماند هرگاه دروازه حقیقت برو باز کردند بصد حسرت میگوید که يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا پس همین عشق ست که به اعلا علیین میرساند و همین ست که به اسفل السافلین می اندازد پس ماهیتش بر خاطر ظهیر چنان وارد شد که شنیدنی و فهمیدنی و دل نهادنی بلکه دادنی ست دریاب دریاب نظم

آنکس که برای روح تن پیدا کرد | در حکم وی اعضای بدن پیدا کرد
ادراک و شعور و فهم و ذهن تمیز | هوش و خرد و صوت و سخن پیدا کرد
اینها همه بهر تست لیکن یک عشق | خاص از پی ذات خویشتن پیدا کرد
چون عشق آمد برفت این جمله ز تن | درد و الم و رنج و محن پیدا کرد
گر عشق سوای اوست نامش فسق است | این را پی امتحان من پیدا کرد
اینهم ز مجازی به حقیقت چو کشید | خود شکل حقیقت همه تن پیدا کرد

بیشتر است از منشور و استماع آن اهل در دراز ادنی الطنبور در اول حال بنظم پرداخت
وچند غزل فارسی گفت واز ترکی دیوانی ساخت و بعد ازان به انشای این کتاب
مجالس العشاق مشتمل بر حقائق اسرار و متضمن بر اذواق و اشواق اشتغال نمود و
نقاب آرزوی مهوشان گلعذار و پری پیکران گل رخسار بکشود و ترقب از شاهبازان
آشیانهٔ عشق و محبت و پاکبازان قمارخانهٔ درد و محنت که برین خرده ذیل عفو پوشیده
به اصلاح التفات فرمایند و غبار سهو و خطا از لوح این انشا بزدایند توقع از
محصوران شهرستان صورت و محبوسان زندان طبیعت آنکه ازین نوع سخن
چون مالوف طباع ایشان نشده و بوئی بمشام ایشان نرسیده و تا غایت
اذواق ایشان ازین گونه حقائق نچشیده پای در دامن ادب کشیده خاموش
نشینند که علم خدا یرا نهایت نیست و عطا و مواهب او را غایت نی و قطرات
رشحات فیض و فضل او لایزال ریزانست و لمعات تجلیات جمال او علی الدوام
از وجه کمال تابان چه هرکس را علم اول از مقسم قد علم کل اناس مشربهم فراخور قابلیت
جبلی و استعداد اصلی و علمی آموخته و خیاط ازل بر قد هرکس به طرزی جامهٔ دوخته
و هرچند این سخن ازان سخنان دردناک نیست فاما چندان باک نیست رباعی

پیراهن اعتذار دوزیم آخر	فانوس دل از مهر فروزیم آخر
چون شمع بسر کنیم خاکستر دل	در عشق تو چند انکه بسوزیم آخر

تمت بالخیر

آن صلاح او را همواره بخیر فاما عمارات روی بانهدام می آورد آخر کار و باندک
زمانی خراب میگردد چنانکه نمیماند ازان آثار و رفیعه مکانی و نسل انسانی نیز زود
منقطع و باندک زمانی مرتفع میشود فاما کلام و العلم الذی ینتفع به الخواص و العلوام
از آسمان بقا و عز منزل آن بزمین فنا و خواری نمی آید هرگز نبیت گردد گوهری ورای سخن
آن فرود آمدی بجای سخن + خصوصا سخن عشق و محبت و بیان حال اهل درد و محنت که فرود
از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر + یادگاری که درین گنبد دوار بماند پس ازان سه چیز که در حدیث
آنحضرت صلعم سمت اظهار یافته و پرتو اصدار بر و تافته مثل کلام نباشد هیچ کدام و نفع نبرند
ازان دو نه همچون خواص و نه عوام و این سخن نزدکی خبیر کی مشتبه گردد بلکه هوشمند
روشن ضمیر از قرارت کتاب کافی خویش متنبه گردد که نمود اراد اذا اراد الله شیئا ان
یقول له کن فیکون از ابتدای صدور کثرت از واحد حقیقی تا انتهای ظهور و شیون
هنگام ارادت کلام از غیب بی شائبه شبهه و ریب است که با تعینی معنوی مبرا از صوری
که بمدارک حسی در توان یافت تامل کنند که چون وصول یافته بدل و بی توقف چنان
صورتی مجرد از مادّه در متخیله چون گردیده متمثل و بعد ازان بوساطت لب و زبان
ماده صوتی که معانی را در متوطن انقاری بمثابه هیولاست آن صوتی در متوطن
ظهوری یافت بمرتبه محسوسات چون رسیده در ظهور یکادزیتها یعنی و لو لم تمسسه نار نور علی نور
و روان از نور صورت ظاهر چون بازگشته و در گوش سامع ماده صوتی و در متخیله اش
صورت مثالی را چون گذاشته بهمان تجرد و پاکی که در دل متکلم داشته در دل
سامع چون علم تجرید برافراشته و سالک را واقف کرده ازین مطابقه انفس و
آفاق را بر اسرار مبدا و معاد علی الاطلاق و حضرت حق چون ما را بقدر توانائی
به ارتفاع بقلع و ایقاع فرزندان و اتباع موفق گرداند در دبیرستان منزه از
کاغذ و قلم هم به تعلیم معلم علمک ما لم تکن آن سبق نیز خواند و چون تاثیر منظوم در طبع

روزیکه دلم شاد نباشد زغمش	در گردش ایام من آن روز مباد	وچون غبار سده عظمت شعار را

که باصره بصیرت اولی الابصار و محل الجواهر دیده آمال سیدانست تو تیای چشم دولت و اقبال برادران خود نیز ساخته بود بعد از فوت او آن مناصب را ببرادرانش ارزانی داشتیم و ایشان را از عطایای او ضائع نگذاشتیم و بعد ازان نایرهٔ آلام شد اید غم نه بدانمرتبه اشتعال یافت که بآبدیدهٔ اشکبار تسکین آن توان داد و تشدد نوائب الم نه بدان مثابه در تشریح سینه شتافت که بمرهم و مومیائی اطفار تدهین آن توان نمود و چون ازین سراچهٔ فانی و این باغچهٔ جسمانی بیرون شد برحسب وصیت او در عمارت فردوس منزلت سلطانی در موضعی که پایان پای این سوخته خواهد بود مدفون گشت و لحکم علیکم بالشام که مصرع

بوی آن زلف مرا دست بوقت تشییم		چون قابلیت آن داشت که است شمام

رایحهٔ مقصود از جانب حضرت مصطفوی نماید اتفاقاً چند موی از گیسوی آنحضرت که بدین سوخته برسم تحفه کسی آورده بود در محاذات روی او موضعی پسند کرده آنرا بارشته های جان پیوند نمود منه بدؤ الیه یعود و المستعار مردود

خاتمه

این حدیث قدسی مرتبت قدوسی منزلت اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا عن ثلث صدقة جاریة و علم ینتفع به الناس و ولد صالح یدعوا له الخیر که تحت سلیمان الجن و الانس و الوحش و الطیر و میدان جولان عادیات صبح راکب براق برق سیرست اشتمال دارد بر انواع معاد من ازل الآزال الی ابد الآباد و معنی ظاهر حدیث آنست که چون ولد آدم را دگرگون میشود حال منقطع میگردد از و اعمال فاما سه چیز از انسان می ماند یادگار که بسبب آن نام او میماند بر صفحهٔ روزگار یکی ازان سه چیز صدقه جاریه است که عبارتست از پل و حوض و رباط و سایر خیرات و مبرات المبرات از تفریط و افراط و دوم علمیست منتفع بسایر مردمان از کهومه و سوم ولد صالحست لاغیر که میخواند

صبا برقع کشاده ساده گانرا | صلا در داده کار افتاده گانرا | سمن ساقی و نرگس جام در دست
بنفشه در خمار و سرخ گل مست | جوانان صف کشیده گرد خرگاه | ثریا وار گرد خرگه ماه
ز مشک افشانی باد طربناک | عبیر آمیز گشته نافهٔ خاک | دماغ عالم از بوی بهاری
هوا رهوخته عود قماری | در یک دست از دست ساقیان گلعذارستان در جوش

و از یک طرف از تاثیر می عشق مغنیان و زخروش عاقبت کار از گردش این چرخ کژرفتار و از دور سپهر ناهموار عقده ذنب پریشانی راس حوادث و سرگردانی ایام نافرجام شد و تاریخ آن واقعهٔ هائله از اکثر فضلا واقع شده از انجمله مولانا صاحب

گفته قطعه تاریخ | میر بابای مهردار که ماند | چرخ مهر خموشیش بدهان
یعنی آن گنج لطف و کان کرم | شد بگنج لحد ز دیده نهان | دوشم آمد بخواب وقت سحر
گفتمش ای انیس پادشهان | چیست تاریخ سال فوتت گفت | باد باقی حیات شاه جهان

و امیر منشی نیز گفته بنوعی که سال و ماه و شب و روز را هم پذیرفته قطعه تاریخ ؛

میر سپهر مرتبهٔ مهر اقتدار | | با باکه بود نادره در خلق و در صفات
اندر شب برات بتوفیق ایزدی | | شد محو نام هستیش از دفتر حیات
تاریخ فوت او شود منکشف چو روز | | هر گه که کم کنند یکی از شب برات

چون او حرفی از بقایای حیات مستعار را که بر اوراق دفتر روزگار ثبت کرده بود باطل ساخت و حاصل خویش را از مستهلکات وجود در تخت فاضل انداخت این مریض بستر فراق و علیل مادهٔ اشتیاق بعد ازان عیش و سرور را از حساب عمر منهای و کل شیء هالک او را فدا لک گردید تکیه بر تنکای نا امیدی زده همواره دست نیاز بدعا برآورد و نقش سرور را از لوح ضمیر زود و دود زبان تضرع بمناجات ربنا بکشود و رباعیات

گر گم شدم از خراب حالی | دل از یادش مباد خالی | گرچه ز غمش چو شمع سوزم
هم بی غم او مباد روزم | جز آتش او در دل من سوز مباد | جز عارض او شمع شب افروز مباد

آن جوان چنانکه به تن مرده جانی درآید و از زمین موا تی شاخ گلی یا سرو روانی برآید
بپرسش این خسته آمد چشم چون بر روی او افتاد به انشای این غزل زبان گشاد و گفت

اشعار از غم عشقت مرا فی تن نه جانی ماند | آن خیالی گشته وزان یک گمانی ماند
ایکه میجوئی نشانم رو بکوی یار بین | چشم گشته خاک و سر بر آستانی ماند

او نیز چون این سوخته را در مقام حیات دید چون گل بشگفت و گفت اشعار

رفت صبر و هوش و دل فرسوده جانی ماند | از برای دیدنت آن هم زمانی ماند
این تن خاکی خدنگت را نشانی مانده | بر سر آن خاک این سر استخوانی مانده

در همان فرصت لقای او شفائی کرامت کرد که رفع تمام الم شد و مجلس ما به انوار دیدار

رشک گلستان ارم گشت منوچهر | هر شاخ شگفته نوبهاری
هوا بر سبزه گوهر ها گسسته | ز مرد را بمروارید بسته

گرفته هر گلی برکف نثاری
بنفشه تاب زلف افگنده بر دوش

کشاده با دنسرین را بنا گوش



علم کشیده مرا بی آرام می کردند و قطرهای اشک نمام وار مرد مانرا از انحال اعلام مینمودند

✤ رباعی ✤

عشق ست که شیر زبون آید ازو | بحر یست که موجها برون آید ازو
گه دوستیی کند که روح افزاید | گه دشمنئی که بوی خون آید ازو

طوفان نوح که تلاطم امواجش صد هزار کشتی شکسته و حکایت آن بوضوح پیوست در هنگام نوحه گری و گریهٔ من ازخون جگر پارهٔ بودی و آتش که خلیل برافروخته و عالمی راسوخته در مقام بساط آئین گستری ازسوزش من آتش پارهٔ رباعی

گر دیدهٔ من لجهٔ قلزم بودی | گر آتش دل بلای مردم بودی | صد بار چو آب و آتش نوح و خلیل
در پیش دل و دیدهٔ من کم بودی | وقتی ازاوقات دران آتش عشق و محبت تب محرق دست داده بود و تن من چنان بکاهیده و دل ضعیف شده و درگدازش بیای ازمحنت بدن چنان نحیف گشته که هر قصهٔ نهانی و هر غصهٔ جانی که درسراپردهٔ دل و سویدای او بود ازظاهر جلد همچون می مروق رسیده و مثل مردم دیده ازنقاب زجاجی و پردهٔ غنبی احساس میتوانست نمود رباعی ✤

بگذشت ازین و آن کار دلم | از ضعف چنان گشت تنک بر تن پوست | کز هر طرفی نمود اسرار دلم
زانروز که سوز عشق شد یار دلم

وضعف بمرتبهٔ بود که گاه خود را میدانست و گاه نمیدانست و مطلقاً حرکت نمیتوانست چون آتش ازکار روان مانده گاه میمرد و گاه میزیست و چون دیوانگان هراسنده گاه برحال خود میخندید و گاه میگریست چون تشخیص مرض او کسی نمیتوانست کرد سخن طبیب نمی شنفت و باهر کدام ازان یاران همدم و هریک ازطبیبان مسیحادم میگفت فرد

طبیبا خویش را زحمت مده چون به نخواهد شد | که من اندر سر شوریده سودای دگر دارم

روز و شب دست بدعا برآورده زبان بتذکار بنامی گشود و ازروی نیاز استدعا مینمود

رباعی برون آ اندکی جانا که بسیار آرزو دارم | وداع عمر نزدیکست دیدار آرزو دارم
مرا پرخار باد اهرد و دیده بلکه پرگل هم | اگر بی دیدن رویت بگلزار آرزو دارم

بر سر دل ریشان از شفقت می لرزید و چون آنجماعت که بکمال رسیدند و جهت تکمیل تنزل می کنند و انواع ناملایم تحمل میکنند تنزل میکرد و تحمل میورزید و هر که از اعلی تا ادنی پیش او به مهمی لب بگشادی عرض کردی و مهم او را به خوبترین وجهی فیصل دادی وچه جای اینست ولد خانی بنام احمد که علی الاطلاق از اعاظم خانان دشت قبچاق بود به عرقی خواهرزادگی بعد از فوت پدر در محلی که بخراسان بپرسش ما آمده بود و اعزاز و اکرام تمام یافته هر مهمی که داشتی بدو گفتی که بدین سوخته رسانیدی و سر انجام کردی و دختر کی از امرای خود را که آنکه سه فرزند بود بعقد نکاح او در آوردیم و او را پسری شده بود و چون بشران سعادت بشارت رسانیدند و آن مهر سپهر حسن و جمال را بر آسمان کمال کوکب مسعود فال طالع شده و ذات بیمثال او را در بوستان عمال نهال اقبال تازه رسته چندان استبشار بحصول پیوست که این سوخته بی اختیار او را نیز فرزند خواند فاما طاقت اشراق آفتاب با ما نیاورد محترق گردید و عقل از ان حیران ماند که ماه نو چون بدرجه خسوف رسید ❊ نظم ❊

چو دیدند اهل دل در ضمیر اثر | عطارد سوخته بر آفتابش | بشستندش ز دیده اشکباران
چو برگ گل ز باران بهاران | گفتند تازه نهالی بود به تند باد فنا بشکست و در صفحه

بجوار حق پیوست القصه بطولها و الغصه بشمولها در تمادی ایام و مرور شهور و اعوام آنچه در عشق جوان بدین سوخته فرود آمد از صاعقه و برق علم اگر بر کوهها فرود آمدی از هم فرو پاشیدندی چنانکه همه کس آوازهٔ او شنیدندی ربا

ز آتشکدهٔ سینه من در شب غم | ز انگونه کشید آتش عشق علم | از شعلهٔ آن اگر شدی یک توده
میریخت ز بیم هیبت او از هم | و اینها که گفتم از هزاریکی بود و از بسیار اندکی و نتهذه

نیز مجمل باز نمایم و تفصیل آن بمجرر زمان نمی فرمایند که آنچه بدل من نازل و بود اگرچه عشقی بود در دل و جان پنهان فاما آتشی بود در مجمر سینه شعله زنا اعلهای سینه

ربانی وعطیات صمدانی مهر پروانه چون تعلق بدان یگانه داشت ونقاش ازل برنگین

قابلیتش نگاشت قطعه

ایزد چو نور شمع جمال تو بر فروخت | بر مارقم بمنصب پروانگی گشید

وچون دل صید کردن وپرواز در هوای مهر و وفا نمودن خصلت اصلی وعادت جبلی او بود میر بازش ومیر جانور شد وبدان سبب که راکب براق برق سیر معشوقی گردید میر اخته ومیر اسپان زرین افسر گشت ومنطوق فرموده شعر

هر که او در عشق صادق آمده است | بر سرش معشوق عاشق آمده است

چون آیینهٔ ضمیرش از عشق حقیر عکس پذیر شده بود دایم بزبان میراند که بعد از تو نامم وپیش از تو بمیرم هر آیینه در آیینهٔ خود نیز این سوخته را

دیده بود وعین او گر دیدرباعی

خورشید جمالش فلک آرای خود است | خود فتنهٔ چشم مست سهلای خود است
در آینه ار چشم تو گر دیده ترا | گستاخ مشو که در تماشای خود است

وبا آنکه صاحب عیار صرافخانهٔ حسن وزیبائی امیر نظام الدین علی شیر او را فرزند خوانده بود بجهت مشاهدهٔ حسن متعلق از از آیینهٔ مقیدش تعظیم واحترام می نمود رباعیات

ای دیده جفای حسن چیزی دگر است | صهبای بلای حسن چیزی دگر است
گر دیده در روی حسن ویش جامم | یا آنکه ورای حسن چیزی دگر است
در کوی خرابات مغان جلوه گریست | از شیوهٔ او بر سر هر کو خبریست
خود را بستوده بر زبان دگران | زانگونه که گوئی تو که زان دگریست

وچون از مطالع حسن طالعش روشنی صبح ازل مینمود بر آینهٔ ضمیرش بنحو است او عکس انداخته بود که عالم خواب وخیالست ونمایش او عارض سریع الزوال انعدام مآل لاجرم بعضی تعلقات را از هیکل مرآت جوهر قدسی زدود نیائی را هیچ نگاشت چنانکه اعتبارات عالم در پیش او هیچ اعتبار نداشت رباعی

بتش عشق در دلم زد تابی | بگشاد بر وبم از حقیقت بابی | کین معرکه شعبده بازی خیال
وجز این نبود وجز خرابی | وبا آنکه فرزندان کامگار وامرای نامدار واکابر دولت احترام

جناب شیخ الاسلام تعظیم واحترام او بسیار میکردند از دریای ذخار زعم وپندار باکنار وخود بینی در نظر او نمی نمود وطریق اهل فقر می ورزید وشل درویشان

گه بیرون و جنش از حد بیان بود	بسیر پنجه شدے با پنجه شیر	ستونی را قلم کردی به شمشیر

چنانکه باندک زمان بخردی تعلیمی ازین سوخته چنان شد که روزی گاوی را بشمشیر چنان بزد که تیغ آبدارش از پشت گاو بگذشت و همچون آب در زمین نشست دیگر تیغ رانی چنین و در کمانداری و قبضه دادن چنانکه نظم به تیر از موی بگشودی گره را | به نیزه حلقه بربودی زره را

کسی کو ده کمان حالی کشیدے	کمانش را به چالی کشیدے	چو برق نیزه را بر سنگ راندے
سنان در سینهٔ خارا نشاندے	چنان در لطف بودش آب دستے	کز آب از لطافت نقش بستی
حسن صوری و معنوی باهم	از رخش برکشیده بود علم	وز انروی که چشم بد از روی
او دور باشد به منطوق بیت	غیر تم با تو چنانست که گر دست دهد	نگذارم که در آئی بخیال دگران

از خاص خود چند کس را رفیق و هم صحبت خود ساخته بود که دائمی مجلس او را از مردم بی بصیرت محافظت نمایند ملاحظه نمود که چنان رعایت خاطر میکرد که در خانه بروی غیری نمیکشاد و بی رخصت هرگز قدم از خانه بیرون نمی نهاد و در هیچ وقت و هیچ حال از و هیچ امری ناشایسته در وجود نیامد و از اول تا آخر بر فطرت اصل خود بود رباعی زان قطره شبنم که نسیم سحری

ازابر جدا کند بصد شیوه گری	بس بر رخ گل چکاند ای رشک پری	حقا که هزار بار پاکیزه تری

با تمامی ارکان دولت و اعیان مملکت بلکه با کبار و صغار و با اکثر اهل روزگار از خاص و عام فراخور حال هر کدام تواضع و تخلق نمودی و مشفق و مستخلق بودی ❊ نظم

تناسب همه زسر تا پا	متواضع زشاه تا بگدا	وچون قابلیت تمام داشت

تربیت بسیار دران یافته بود و آفتاب دولت از مشرق ازل بر و تافته مناصب متعدده بدو مفوض گردیده و در هر یک بنهایت و غایت رسیده مهر بزرگ بدست او و شمارهٔ حرفهار آن مهر از عطاهای روز الست و چنانکه در مدح آنمهر گفته شده و به الماس بیان

سفته گشته قطعه	حرفیست حرفهای نگینش زروی عین	هر یک دریتیم به از لولوی عدن
در جنب ده نقطهٔ آنمهر داده است	هژده هزار عالم والاش در لمعان	در روز اول از محض توفیقات

پیش چشم مست آن رشک قمر | آمده چشم از سر نرگس بدر | نکهتی از حسن به هر یک وزان
خوبتر از یکدگر هر یک ازان | آن غمزه خوشست و آن شکر خوبتر است | وز گوهرش آن عنبر تر خوبتر است
وز شکر ناب آن گهر خوبتر است | سر تا قدمش ریکدگر خوبتر است | آیینه رو شن ضمیرش از مهر

منیر محبت عکس پذیر و ضمیر آفتاب تذویرش بنور معرفت چون بدر مستنیر حدقه چشم پر شور فتنه انگیزش به انوار ملاحت روشن و حدیقه طلعت مهر آمیزش بریاحین صباحت گلشن

رباعی یارب چه صفای رنگ رخسار این | چه لعل شکر خند گهربار است این
گفتم بکشم به کین به لطفت به کشم ❊ | سبحان الله چه لطف گفتار ست این

اورا نه همین در شعر و موسیقی دخلی بود و بس در هریک ازان آنی داشت که آن را در نمی یافت هیچ کس شعر | آنرا دارد آن نگار که آنست هر چه هست | از اطلب کنید حریفان که آن کجاست

الحانی چون تحریرات داؤدی دلکشای و بیانی چون انفاس عیسوی روح افزای و این دو مطلع از جمله اشعار اوست مطلع

گفتن نمی توان و نهفتن نمی توان | در دیست در و عشق که گفتن نمی توان
گر پای زمن باز نگیرد کرم اوست | همواره مشام ایام عمر فقیر به نفحات شمائل

او می بود ی معطر و همیشه دیده روشن ضمیر دل و جان در حظائر قدس و محافل انس به انوار دیدار او میگشتی هنوز در ایام محبت او گاهی درمیان دیده و دل مناقشه و مناظره میبود و دیده به تیر نفیر و تیغ ملامت این فقیر را سرزنش میکرد و زبان نصیحت میکشود و میگفت که چند بر آب و آتش و تا کی بی حضور و ناخوش دین کشاکش باشی و نمیدانست فرد ملامت بر دل صد پاره عاشق بد اند | که باشد زخم شمشیر و بد و زندش بسوزن هم

دل در برابر سخنان مؤثر بر میگفت و به الماس تبیان این در میسفت نظم در دش بدل و جان ستد دیده کشم
خاک قدمش بدیده روزدیده کشم | گوئی چه کشی ناوک او را تو زدل | زان میکشم این دل که در دیده کشم
ببزم آن گونه هم کز بس صلابت | ز استیلای آثار محابت | ببزم القصه آن سه آنچنان بود

گاه بیگاه و شام و سحرگاه عشق خانه بر انداز چشم بر راه و گوش بر آواز می بود و استشمام نسمات آن رائحه و استنشاق نفحات آن فائحه مینمود و در آخر کار برقی از وادی ایمنی بدرخشید و بوئی از جانب یمنی بمشام جان رسید شعر

بوئی که گر به کلبهٔ یعقوب آمدے ... دمی بر سرم آن سرو صنوبر بگذشت
وامروز بعد از برابر بگذشت ... وی سینه بسوز کابم از سر بگذشت

✤ رباعی ✤

ای دیده ببارکاتش افتاد بمن ... کردی هزار پاره بیکبار چمن

و مقدمهٔ این قضیه چنان بود که این سوخته ملازمی داشت که در قرقزاقی و بعد از انکه در خراسان رایت سلطنت برافراشت انخراط در سلک بندگان صادق العقیده یافته بود و جادهٔ قدیم و صراط مستقیم عبودیت را بقدم صدق و اخلاص چون مسلوک داشت خدمت بسیار کرده بود آفتاب التفات بر و تافت و او را از سبخت عاقبت محمود و چهار فرزند شده بود فرزند کلانترش بنام بابا که کوکلتاش یکی از فرزندان ما بود قابلیتی داشت در حسن صوری و معنوی که فهم دوربین اگر از کمند تسلسل مدارج گیرد و گوشه از کنگرهٔ ایوان سر جمالی او نتواند دید و عقل دوراندیش اگر از برهان سلمی معارج سازد به غرفهٔ از شرفهٔ قصر غنج و دلال شویات اعتدالی او نتواند رسید نظم

لبی و صد هزاران غنچهٔ قند ... حدیثی و هزار آشوب دلبند
صدف را آب دندان داده از دور ... بمروارید دندانهای چون نور
شدم گرم از نسیم مشک بیزش ... دماغ نرگس بیمار خیزش
فسون گر کرده بر خود چشم خود را ... تو گوئی بنیش تیغیست از سیم
که کرد آن تیغ را سیبی بدو نیم ... زبان بسته بافسون چشم بدرا
بعید آرائی و ابرو هلالے ... رخش تقویم انجم را زده راه
نقابم ریخت لیلے با جمالش ... ندیدش کس که جان نسپرد حالے
لعلی از آب حیات پاک تر ... بچشم آهوان آن چشمهٔ نوش

و چشمی سرفتنه و در قعر خط ریحانی چون خضر پی به آب حیوان برده و رشتهٔ دندانی چون رشتهٔ جواهر آب خورده نظم

چشمهٔ حیوان شده آب حیات ... پهلوی لعل لب آن نوزدات

ہم ازان دیار رباعے
بنگر زجہان چہ طرف بربستم ہیچ
وز حاصل ایام چہ در دستم ہیچ
من جام جمم ولی چو بشکستم ہیچ
شمع طربم ولی چو بنشینم ہیچ
در بزم طرب صراحی و جام نماند
زاغاز اثر نشان زانجام نماند
یک دستہ گل در کف ایام نماند
وز بلبل بیچارہ بجز نام نماند

مجلس ہفتاد و پنجم

محرر این غمہای کہن و مصور این سرہای سخن کوہکن کوہہای بلا و مجنون بیاباہای ابتلا ہیمۂ آتش عشق و محبت و پروانۂ شمع محفل درد و محنت از آوان روزگار صبی و عنفوان شباب و ہم سری باطوبی قامتان طوبی لہم و حسن مآب رباعے تا آنکہ ز تاب دل غم پرور او

شد ہیچو درخت پر شگوفہ سراو
غیر از گل درد ہیچ چیزی نشگفت
جز میوۂ غم نبود چیزی بر او

در بیت الاحزان درد و غم و در بیابان محنت و الم ہمواره بر سر آب و آتش و پیوسته افتان و خیزان دران کشاکش بود رباعے

افتاد بصد سوختہ خرمن آتش
آن شعلہ کہ سوخت جملہ را آخر کار
در سینۂ من چو گشت دشمن آتش
زد روز نخست در دل من آتش

و در درون سینہ کہ گنجینۂ صد گونہ بلاست ہر لحظہ مرا شمعے دیگر برمے افروخت و از آتشکدۂ جگر سوختہ دودی کہ بہ قبۂ دماغ برمی آمد مرا بنوعی دیگر میسوخت آتشی کہ تنور سینہ را تافتہ و در بوتۂ دل این سوختہ اشتعال یافتہ بود اگر نہ چشمۂ چشم مرا خشک ساختی و دران زمینہای آب خیز آتش زدی و خاکستری در آب انداختی آب دیدہ از سر گذشتی و خان و مان مردمان زیر و زبر گشتی و سحاب دیدہ اگر نہ آبی بر آتشی زدے و اطفای آن کردی شعلۂ آن دود از دل برآوردی رباعے

کار من از آب دیدہ بودی مشکل
ور چشم نبودی کہ زدی بر من آب
چون شمع بسوختی مرا آتش دل
خشک از نشدی ز آتش دل خانۂ گل

کسی را چہ خبر کہ درین خاکستر خود آتشی دیگر پنہان و راہزنی دیگر در قصد جان بود رباعی

بسر شتہ ز عشق دیگران چون گل من
پنداشتہ ام بود ہمان حاصل من
کس را چہ خبر کہ در نہان خانۂ عشق
میسوخت خود از آتش دیگر دل من

سرخ شد مشکوة چشمش از جنون | باطنش گرم از تجلی ظهور | شمع سان وشن شدش الله نور

در انحالت بملازمت یکی از اولیا که او را چند بار طلبیده بود و بجهت آن قید نپیرفته همچون دیوانه بی سر و پا پیاده و سر پا برهنه تنها از هرات متوجه نیشاپور شد و دران راه آئینه اش بسبب حالات غریبه عکس پذیر برق نور علی نور چون آن جوان از حالت آن سرگشته بیخان و مان خبردار گردیده بخواست سحاب چشمش اشکبار گردیده و رقعه بدو نوشت بقاصدی داد و از عقبش فرستاد بعد از سه روز که به نیشاپور رسیده بود نظرش بران رقعه افتاد چون لفیفهٔ آن مکتوب را بکشود عنوان آن رقعه این رباعی بود رباعی

غم نامهٔ من را چو به بینی عنوان | بگذر ز سر خواندن مضمونش دان | زیرا که نخواهم که به بینی که چه سان
بوی جگر سوخته می آید ازان | و اول آن مکتوب این رباعی که مسطور و مرقوم میگردد و

آخرش رباعی دیگر اختتام سخن ازان مفهوم میشود رباعی

غم نامهٔ من که کرده مهر افشانش | ظاهر شده در دلم از عنوانش | هر کس که ز عنوانش نخواند حرفی | بر حال من خسته بسوزد جانش

آنچه از پریشانی حال خود باز نمودم و به اظهار آن زبان بکشودم عنوان طومار درد و بلای من و اندکی از محنت و مشقت و ابتلای من آنچه در تحت عنوان اندراج یافته و در ضمن آن اندراج پذیرفته اظهار آن فوق طاقت نست و ابراز آن افزون از حد قدرت من بنان بیان و رصد و اظهار آن چون شود که از شنیدن آن دلها خون شود رباعی

گر شرح دل سوخته زار کنم | همچون دل خود بسی دل افگار کنم | لیکن چو ز صد یکی نیاید به شمار
به زان نبود که ترک گفتار کنم | خواندن این کتابت همان بود و دیوانه وار به شهر هرات

رو کردن همان چون بخرجرد جام رسید ازان جوان بدو این پیغام رسید که این غریق بحر استیلای متوجه مرو حاق شد بنابران از جام توجه نموده در مرغاب به اردوی همایون رسید و بدیدار پر انوار او مشرف گردید و بعد از جنگ حکمه آن جوان بحصار رفت و دران موضع بیمار شد و در اندک فرصتی از ناهمواری این سپهر بیمدار رخت بربست

زیبائی برآمده وهمچون آفتابی ازورلطف وعالم آرائی درآمده آن شب تاروز شمع
مجلس افروز عاشقان سیه روزگار ومرهم ریش سینهای فگار گردیده وبعدازانکه



آن پری پیکر آفتاب منظر عازم شده بطرف خانهٔ آن فقیر گفته رفتید درجواب گفتیم
اما ازدست نه آن بیچاره گفت ماباری ازدست رفتیم درجواب گفت ماهم ازدشت شما
میرویم ازروی لطف بدان گونه چون آنجوان به گفتار درآمده دماز جان آن پریشان
روزگار برآمده درانوقت درحالت مستی گاهی تیغی برگردن اومی نهاد وگاهی رو
بدان تیری برکمان ناکشیده شست میکشاد وهرزمان دوستکامی برومی پیمود وبصد
عشوه گری دل اورامیربود وعزیزی درانحالت دست اورامیگرفت ودرانمحل

این رباعی گفت رباعی	برگردنم ای دودیدهٔ روشن من	تیغ تو بود حیات جان وتن من
ازبهر خلاصم اودست آندم شمن	تو دست ترامی کشداز گردن من	درانحالت دردمندی درعالم

مثال بعدازانقضای پنج سال حضرت مصطفی راصلی الله علیه وسلم شبی بخواب دید
که دردست آنحضرت کاغذی بود درهم پیچیده اورا طلبیده وکاغذرا بدوداد ند
چون آنرا میگویند بکشود دران نوشته بود انظر فی عینک واخلع نعلیک ازان واقعه
مثل مرغی نیم بسمل بطپید ودرخاک خون بگردید نظم

همچو عکس می زجام آبگون	

دم کشن کاشانه بیچارها | پیش رو محمل آوارها | پرده دلش از زمزمه وز خودی
نی نرگس او رانه از خودآگهی | این سوخته را خادم بارگاه اختصاص و این آتش عشق

افروخته را ملازم درگاه عبودیت و اخلاص منعکف زاویهٔ صبر و شکیبائی متصف به شیوهٔ دردمندی و بینوائی امیر کمال الدین حسین الفنائی بتاریخ هشتصد و هفتاد و چهار در شهر هرات در بزمگاه حسن و جوانی امیر حسین نام به نوعی چراغ عشقش برافروخت که در کاشانهٔ دلش غیر او هرچه بود بسوخت جوانی نزهتگاه حسن بر یاسمین ملاحت آراسته بدان گونه که در جویبار اعتدال سروی گل بار شکل او کم خواسته

چشمی پرشور و غوغا ابروئی مائل بصد گونه بلا نظم | چو گل در رنگ و بو کرده نظاره
بدندان کرده خود را پاره پاره | همن کز خواجگی با گل زدی دوش | غلام آن بنا گوش از زین گوش

بعد از چند وقت رفیقی شفیقی بطرح انداختن مجلس مواصلتی برخاسته و محفلی نزهتگه ملائک مانند روضهٔ قدس برآراسته در آن مجلس چون بهشت و محفل عنبر سرشت جمعی پیران سعید سال و چندی از جوانان عنبرین کلاله مشکین غزاله و آن بیچاره پریشان روزگار بادلی

ریش و جگری پر کاله پر کاله ترنم بدینمقاله | جهان بر چشم من تاریک گردد بی مه رویش
بتان از جعد مشکین چون بیارایند محفلها | آخر الامر این غزل را فرستاده مصحوب
کسی که نزد او میرفت برسالهٔ غزل | غبار خط ز رخ بنما و نسخ حسن خوبان کن
ز کاکل یک گره بکشا و صد دل را پریشان کن | نمانده جان تن پیراهن خوبی یوسف را
بیا ای سرو ناز و در تن چون مرده اش جان کن | ندارد زندگی آب حیات ای غنچه لب بکشا
وزان لب چشمهٔ صد چون خضر را آب حیوان کن | چه مشکلهاست ره پیش آمده بی او من و دلرا
برو بهر قضا ایجان و کار هر دو آسان کن | نمیگویم که خاطر جویم کن یا مکن هرگز
تو دانی خاطر تست آنچه خاطر خواهت آن کن | آن جوان خوش اخلاق متواضع و متملق

گردیده و بر دردمندان ابتلا و گرفتاران بلا مشفق گشته همچون سهیلی از افق حسن و

بخیرات و مبرات موفق مارا در جمیع امور یار و مونس و در خفیات سرایر و ضمایر صاحب راز و محرم در طریق نبوات چنان تند خو که بیک تاب ابر و خلقی را از مناهی منع کردے و در طریق ولایات چنان دلجو که از و بر ذیل خاطر نشستے گردی موافق آنکه این سوخته را دل میخواست و مخیل آمالش را بترتیب پادشاهانه می آراست آفتاب عالمتاب موهبت ازلی پرتو عنایات هدایت آثار لم یزلی بر برج حقیقتش انداخت و کوکب تابان بلیتش را از مضیق حضیض درکات ذل و عقده تنزل به اوج درجات عز و ذروهٔ ترقی رسانید و از مغاک خاک مذلت بر کنگرهٔ افلاک رفعت برآورد و به لباس خضرا این روی زمین استعدادش تزئین داد تا لمعهٔ از شجر اخضر گوهرش به صورت ورد احمر مشتعل گشت هر آئینه عندلیب نغمه آرای ناطقه اش در انجمن نشین بیان اوراق جریدهٔ در دربرسرگشتهای بادیه پیمای طلب بگستراند و چندی از مخدرات ابکار معانی را در جملهٔ الفاظ حور مقصورات آراسته در کسوت غزلیات و مثنویات و قصاید و رباعیات و معمیات ترکی و فارسی مرقوم صفایح صحایف شوق گرداند هر شاه بتیش سلطانی در اقلیم خسروی و هر غزلیش بیانی از مقامات معنوی نظم

درین گلشن مکن گو وصف گل کس	که بوی گل همین وصاف گل بس	علم چون چشمهٔ حیوان بر افراخت
ز عالم رسم تاریکی بر انداخت	فروغ آندم همین کافیست او را	چه حاجت پس بوصافیست اورا

مجلس هفتاد و چهارم

سرگردان بادیهٔ عشق و محبت و بیت الاحزان زاویهٔ درد و محنت نظم

مشعله فروختهٔ باغ دل	لالهٔ دلسوختهٔ داغ دل	بوتهٔ غم را کف خاکستری
بر سر صد آتش درد انگری	زهر کش کاسهٔ ایام عمر	باده خور خون دل از جام عمر
همچونی از دست برون رفتهٔ	در سر سودای جنون رفتهٔ	هر طرفش سینه پر از داغ دل
باز شده صد گلش از باغ دل	همه کش مطبخ روشن دلان	شارح منظومهٔ بلی حاصلان

که رواص بصادیم میرزا گفت شما آنهم نبوده اید رواص بصاد در کلام عرب نیامده بعد
ازان از شیخ آذری سوال کرد که آذری چه نوع تخلصی ست شیخ گفت در آذرماه این
بنده متولد شده ام بجهت آن تخلص کرده ام میرزا فرمود شما شاعری بیش نبوده اید
آن آذرست بضم ذال به فتح نیست شیخ آذری گفت که ذال ماه آذر سالها در مقام
ذل وخواری گذرانیده چنانچه پشتش دوتا شده بود نزدیک بدان شده که کسرش
واقع شود بمقام شعور و ادراک که رسیده قایم گشته و پشت راست کرده میرزا از طبع
بلند او خوش وقت شدند و صحبت خوب گذشت دران اثنا برجوانی کفش دوز عاشق
شده بود و مفتون گشته بسر حد جنون رسید جمعی از اهل حسد ازان جوان سخنان بشیخ
رسانیده بودند و گفت که این پسر بهر طرف می افتد و با مردم ناجنس صحبت میدارد
چون این حکایت مکمل بشیخ رسانیدند طول گشت سه روز در خانه نشست و در بروی
غیر بست آن جوان بطریق معهود سرو قد خود را بری افراخت و شمع چهره بر می افروخت
و میخواست در آئینه عاشقی شیخ نظارهٔ جمال معشوقی خود کند هر روز آن جلوه بر زمین میماند
بعد از سه روز بخانه شیخ آمد و بر پا ایستاد و با شیخ در گفت و گو شد و از نا آمدن بطریق استمرار
استفسار نمود شیخ در طلعت او نگریست حال در دبیرستان عشق با این سوخته هم سبق بود و تا آخر کار



درانوقت که می مرد خاک راه را بخون دیده سرشت و بر سنگی که دران راه افتاده بود بدان امید که روزی شاید چشم یارش بران افتد این دو سه بیت نوشت نظم

که مارفتیم باجان پرامید | ترا دل تازه باد و عمر جاوید | مراد و راز تو گرزد چشم بدراه
زرویت دور باد اچشم بدخواه | مرا گرچه سر آمد زندگانی | ترا هر روز نو باد اجوانی

همان پیر عشق بعزم آنکه باز جوابی بر سر سنگ نویسد بسر سنگی رسید بدان عنوان بران سنگ حالات آن فقیر را نوشته دید چون نظر بشیر افگند دید که آن فقیر دل از جان برکنده سنگے بر شیشه اش خورد و سپرد نظم

تاریک شب چراغ مرده | گفتا چه فتادت ای جفاکش | افتاد بخدمتت چه آتش
رخساره چرا تباه کردی | روزت زچه روسیاه گردی | اول رخ او زغم برافروخت
وآخر از پای تا بسر سوخت | یک لحظه دران فتادگی ماند | بر جست بچرخ سر برافشاند
کای بی نمک این چه شوربختیست | باست کمانی اینچه سخت تیست | بس کوه بکوه و دشت برد
گریان وجزع کنان بسی گشت | جمعی یاران و مصاحبان چون از حال آن درویش وقوف

یافتند تجهیز و تکفین او مهیا ساخته بدان سوی شتافتند نظم بشستندش بترتیبے که باید
کشیدندش به تعظیمے که شاید | چو بر روی طلی بگذاشتندش | سه روز آئین ماتم داشتندش
پس از چندی بشادی دل نهادند | هوایش را زدل یکسو نهادند | کسی کو بیشتر کرد از غمش جوش

زخاطر بیشتر کردش فراموش

مجلس هفتاد و سوم

شیخ آذری بزرگ بود و اشعار خوب دارد مشتمل بر عشق مجازی وحقیقی و علم عشق حقیقی را در کسوت مجازی برافراشته و طبع بلند و بدیهۀ روان داشت چنانکه باتفاق حضرت شیخ صدرالدین رواص در مشهد مقدسۀ رضویه بدیدن الغ بیگ میرزا رفته بودند اول میرزا از شیخ صدرالدین پرسیدند که شمار واس بسین یار واث به ثا اید شیخ فرمود

موج آن دریا بیشتر میگردید و آن کشتی شکستها زیر و زبر میگردید آن بیچاره در زورق توکل نشست و بادبان صبر را به طناب تحمل بربست در شورش آن دریا غوطه خورد و بر حمت بسیار سر از گوشه برآورد در وادی حیرت افتاده نمیدانست که راه کدام است و سر کدام ناگاه بر سر چهار راهی رسید حیران و سرگردان گردید درین حیرانی بود که از جانب دمشق شخصی پیدا شد نام او پیر عشق شعر

چشم او چون بر رخسار پیر	هم جامهٔ حلم کرده در بر
هم شملهٔ علم بسته بر سر	

افتاد چشمهای خون از دیده بگشاد از پیر پرسید که هر راه بکجا می کشد و هر یک بچه جا میرود پیر گفت این خطهٔ جانباز است و این راه کشور خانه بر انداز ان این راه ولایت درد و بلاست و این راه مملکت افسوس و دریغ و واویلا اینطرف و آنطرف میدوید ناگاه در گذر درد و بلا بسر حد فنا رسید در ان گذر سنگی یافت پاکیزه سرشت دید که در دلی که بر ان میتوان نوشت بر ان سنگ ثبت کرد که بداغ عشق کسی مبتلا باشد و از درد فراق و هجران گرفتار صد بلا بود دوای آن دردمند چیست و طبیب آن خستهٔ مستمند کیست پیر عشق چون در ان خط نگریست بی اختیار بگریست بر ان سنگ بنوشت که داروی درد آن دلفگار نیست غیر از وصال یار چون تمام شب در ان بیابان بگردید بروز دیگر بهمان جا رسید و آن نوشته را دید در پای آن نوشت که اگر دست ندهد وصال چه سازد آن سرگشتهٔ پریشان حال چون همان کس بدانجا رسید نوشت که چون دست ندهد تو صل چاره نیست بغیر صبر و تحمل باز آن درویش نوشت که اگر صبر و تحمل نباشد چه سازد که خود را به کناره اندازد روز دیگر چون بر سر آن حرف رسید جواب آن نوشته چنین دید که دل از جان برگیرد و بمیرد چون این بدید کهنه تمنی که داشت در زیر پهلو انداخت و بر بستر هلاک افتاد و آن سنگ را بزیر سر نهاد و خواند

نه کسی که گر بمیرم کفن غریب جوید	شعر نه کسی که بهر دردم رود و طبیب جوید

تا بلای عشق با مردان چه کرد

مجلس هفتاد و دوم

بی سروپائی بر آتش شمع حسن همچون پروانه ناپروائی در کلبهٔ احزان با خیال بیشائی روزی میگذرانده و تخم مهرباری در زمین دل می افشانده نظم

چه یار آشوب دورانی بلائی فتنه انگیزی | سه نامهربانی ترک شوخی مست خونریزی
شمع از هوای قامتش دیوانهٔ سرسوخته | مهر از فروغ پرتوش پروانهٔ پرسوخته

در بوستان عشق آن جوان تر دیک بدان رسید که از نهال عمر هرزمانش گلی واشود و در میان مردمان رسوا گردد چون دیوانه با خود در سخن آمده و در صدد اظهار غمهای کهن آمده گفت سرگردان و حیرانم و چارهٔ کار خود نمیدانم شعر

بچشم کرده ام ابروی ماه سیمائی | خیال سرو قدی نقش بسته ام جائی | تا امروز در کنج تنهائی شبها

تا روز از هجر او گاه چون مار بر خود می پیچیدم و گاهی چون مرغ نیم بسمل می طپیدم اکنون طاقتم طاق شده یارای نشستن ندارم و بغایت بی صبر و قرارم شعر

من اشک بیدلان را خنده می پندانستم روزی | کنون بر بید بختی که من میکاشتم روزی

پیش ازین خود را صاحبدلی میدانستم که خود را صبر و تحمل داشتن میتوانستم چند روز شد که بدین روزم و بر آتش عشق میسوزم فردا | دل زمن گم گشت پیدا نیست تا در کو می کیست
نیست در پهلوی من بیچاره تا پهلوی کیست | دران جست و جوی بسی شتافت اثری از

سفر کرده خود نیافت یک نظر را ازین طرف و از انطرف میراند و سنگ بر سینه خود میزند و میخواند نظم

وه که ره گم کرده رفت آن یار و دل بیجان بماند | وز پی او چشم پر خون باز سرگردان بماند
گفته بودم بر نیاید جان که بینم دیگرش | بر نیامد آنچنان و دل درین حرمان بماند

عاقبت به بحر عشق افتاد دریائی دید بی کنار و در هر گوشه کشتی شکسته صد هزار هزار جان

حال آن دلداده بر نقش چه گه گیست | زاری او در مناجاتش بگفت | در میان سجده حاجاتش بگفت
شاه را دردی از آن در دل فتاد | خوش شد و بر عفو کردن دل نهاد | شاه حالی گفت آن شهزاده را
سر بگردان آن زپا افتاده را | این زمان برخیز و زیر دار شو | پیش آن سرگشتهٔ خونخوار شو
مستمند خویش را آواز ده | بیدل تست او دل او باز ده | رفت او شهزادهٔ یوسف جمال
تا نشیند با گدائی در وصال | چونکه آن شهزاده زیر دار شد | چون قیامت فتنه پیدا آشکار شد
آن گدا را در هلاک افتاده دید | سرنگون بر روی خاک افتاده دید | محو گشته گم شده ناچیز هم
زان تبر چه بود تبر زان نیز هم | چون چنان دید آن بخون افتاده را | آب در چشم آمد آن شهزاده را
خواست تا پنهان کند اشک از سپاه | بر نمی آمد مگر با اشک شاه | اشک چون باران روان کرد آن زمان
گشت حاصل صد جهان در آن زمان | عاقبت شهزادهٔ خورشید وش | از سر خلقی گدا را خواند خوش
آن گدا آواز شه نشنیده بود | لیک یکباری زد و رش دیده بود | چون گدا بر داشت سر از خاک راه
در برابر دید روی پادشاه | بود آن درویش بیدل آشنی | قر تبش افتاد با دریا خوشی
جان بلب آورد و گفت ای شهریار | چون چنینم می توانی گشت زار | حاجت این لشکر کربز نبود
این بگفت و گوئیا سر گرز نبود | نعرهٔ زد جان بخشید و بمرد | همچو شمعی بار خندید و بمرد



چون وصال دلبرش معلوم شد | فانی مطلق شد و معدوم شد | سالکان دانند در میدان درد

حکایت عجیبی بود فاما پسری داشت سلطان جلال الدین ملکشاه نام پادشاه زاده صاحب جمال بهجت شعار مساعد بخت موافق روزگار بود و آن پسر را آنچنان حسنی بکمال بود که میگویند نظم

کس بحسن آن پسر هرگز ندانست — هیچکس آن حشمت و آن عز ندانست
گر بشب آن ماه پیدا آمدی — آفتابی نو بصحرا آمدی — بود درویشی گدائی بیخبر
بیسر و بن شد ز عشق آن پسر — قسم از و جز عجز و آشفتن ندانست — جانش میشد زهره گفتن ندانست
میشد آن شهزاده روزی با سپاه — آن گدا یک نعره زد آن جایگاه — نیم ذره سایه بود آن بی خبر
خواست تا خورشید را گیرد ببر — زو برآمد نعره و بی خویش شد — گفت جانم رفت و عقل از پیش شد
این سخن می گفت آن سرگشته مرد — هر زمان بر سنگ میزد سر ز درد — چون بگفت این گشت زائل هوش او
بس روان شد خون ز چشم و گوش او — چاوش شهزاده ز و آگاه شد — قصد عمرش کرد و پیش شاه شد
گفت بر شهزاده ات ای شهریار — عشق آورده است رندی بیقرار — شاه از غیرت چنان مدهوش شد
کز تف دل مغز او پر جوش شد — گفت برخیزید و بردارش کنید — پای بسته سر نگونسارش کنید
در زمان رفتند خیل پادشا — حلقه کردند گرد آن گدا — پس بسوی دار بردندش کشان
بر سر او خلق گشته خونفشان — پس بسوی دار آوردش وزیر — ز آتش حیرت برآمد زو نفیر
گفت مهلم ده ز بهر کردگار — تا کنم یک سجده باری زیر دار — مهل دادش آن وزیر خشمناک
تا نهاد او روی خود بر روی خاک — پس میان سجده میگفت ای آله — چون نخواهد کشت شاهم بیگناه
پیش ازان کز جان برایم بیخبر — روزیم گردان جمال آن پسر — تا به بینم روی او یکبار نیز
جان کنم بر روی او ایثار نیز — خواست چون آن حاجت آن مظلوم راه — تیر او آمد مگر بر جایگاه
پس شنید آواز او پنهان وزیر — در دکرد و دل ز درد آن فقیر — چون برای صائب و عزم

ثاقب و حسن خلق و ترحم بر مردم مثل نظام الملک کم بودی و پادشاه بسی از و حساب گرفتی و اعتماد بر قول و فعل او داشتی و تیر مراد او کم بودی که بر هدف مقصود نخوردی چون حال درویش را بدید و او را در عشق صادق یافت نظم رفت پیش پادشاه و میگفت



واین مطلع را در آنوقت که شیفته و آشفته او بود گفت

مطلع

غیر خونناب جگر در دیدهٔ خونبار نیست | گریه ام این بار همچون گریهٔ هر بار نیست

وچون درین عشق مجازی پرتوی از عشق حقیقی بر لوح استعدادش تافته بود و سررشتهٔ مقصود را یافته از امور ملکی معرض و مجتنب و بی اعتباری عالم مطلع شده بود واین مطلع ازان اوست

مطلع

کسی که بارخ خوب تو حالتی دارد | زپادشاهی عالم فراغتی دارد

وچون او متولد شد بدین طالع میمون فال پدرش ارتقا یافته به اعلی درجهٔ دولت و اقبال وچون سبب دولت آق قویلو او شده بود در سن بیست وچهار سالگی که دولو عشیرت ودیعت حیات را سپرده و دولت آن قوم را همراه برده ولهذا بعد از و از سلاطین ایشان کسی را از تفاع قدر چندانی نشده وعلم دولتی برنیفراخته در هشتصد و نود و شش در قراباغ فوت شده و قبرش در تبریز است در مقبرهٔ که حسن بیگ ساخته

مجلس هفتاد و یکم

مقیم بیت الاحزان بیخودی و نزاری ابو النجیب الخنزاری مروی ژنده پوش خاکنشین دیوانه وش بود در تاریخ چهارصد و بیست و یک در زمان دولت الب ارسلان محمد بن داؤد که پادشاهی باهیبت و سیاست بوده است از خنزار برو افتاد و این الب ارسلان را

در آینه دیدیم رخ حضرت شاه مقید اند هرگز بی منظوری نمی بود و دیدهٔ امید جز
بر روی محبوبی نمی کشود چه اکثر افراد که به شعور و ادراک امتیازی دارند بدین درد
گرفتار و بدین بلا مبتلا اند همواره اشک جگرگون از دیدهٔ رشک چیحون میبارند و

آخر کار جان می سپارند ❊ بیت ❊
اولش سوز و گداز و آخرش مردن بود

عشق ورزیدن بخوبان خون دل خوردن بود
گفت درین تفکر و تامل می بودم و مصحف

خاطر به تفاؤل میکشودم دل چون بر سر این کوی پا در گل بود و شب و روز متامل
شبی در میخانهٔ عشق از دست ساقی شوق بجامی چند سرخوش رفت و بیک طرفة العین

در خواب خوش رفت نظم ❊
سر در ون خرقهٔ مستی خود
ریشهای سینه را هم مرهمی
چون مرا دید آنچنان رفته ز دست
غرق گشته در میان خون دل
کز رخ دل پاک گردان گرد غم
تن ز کار افتاد و جان بیهوش شد
دید چون در بزم شوق از جام عشق

دید خود را در خرابات مغان
بی خبر از عالم هستی خود
شمع جمع بزم این دار السلام
زیر پای غم شده چون خاک پست
از کمال لطف و از خلق حسن
وارهان خود را ز داغ درد غم
چون نگشتی همچنین یکبارگی
دیده ام ز آغاز تا انجام عشق

جرعه نوشان و مبدم از جان جان
مهوشی در وی کشی عیسی دمی
شاه ملک حسن پیر جان بنام
عشق خوانده بر سرش افسون دل
داد یکجرعه ز جام جان بمن
رفت عقل و صبر و دل مدهوش شد
وز چنین مستی ندادی دل ز دست
چون این واقعه دیدم و

در عشق او بدین مرتبه رسیدم کمند محبت دیگران که در گردن دل محکم شده بود بگسیخت
و عشق آن جوان در دل و جان من آویخت رباعی

دیدم ز کتاب عشق چون فال دلم
جامی عجبی تا چه شود حال دلم

کز دست تمام رفته اقبال دلم
چون آتش عشق در کانون دل فروزان شد دست از

از بادهٔ مهر او کشیدم آخر
کار و کار از دست رفت و کشور صبر و سکون ویران شد رباعی

خاک قدم سگان یوسف بدنی
این لحظه ازان تن بجز از پیرهنی

بگداخت چنان ز غم که بر جا نماند
زین پیش مرا بود چو یعقوب تنی

بگداختند و خود نیز چون هشیار شد از کرده پشیمان و از عمر خود بیزار گشت شعرا را فرمود تا بیتی چند مناسب حال او گویند و در لوح سر مزار قاسم کنند از انجمله مولانا طوسی این دو بیت قاسم الانوار را نوشته آورد بغایت مقبول افتاد و این دو بیت اینست نظم

درین بودم که قاسم را چه شد حال		که گم گشتست و ناپیدست امروز	خطاب آمد که آن مسکین حیران
میان بحر غرق ماهست امروز		در شهور هشتصد و شصت فوت شده و قبرش در بغداد است	

مجلس هفتادم

محبوب القلوب سلطان یعقوب که بر جویبار گلزار خوبی و زیبائی سروی بود متناسب الاغصان و الشعوب نهال اعتدال مالش بعد از هجرت خاتم النبیین در تاریخ هشتصد و هفتاد و دو و فی بضع سنین از روضهٔ قدس بتماشاگه عشاق روان شد و در هشتصد و هشتاد و شش موافق فوض چون سلطنت بدو مفوض گشت یوسف مصر تخت آذربایجان گردید دولت آق قویلو در زمان او غایت ارتفاع یافت و آفتاب سعادت بر ایشان تافت بلکه از اقتضا آت مدارات چرخ دولابی و ملاحظات محاسبات اسطرلابی شعر

بود چون در مدارج ملکوت		طالعش حوت و مشتری در حوت	چون متولد شد و سهم السعادت

در چهارم داشت پدرش حسن بیگ بدولت او علم سلطنت برافراشت از اول سلطنت تا آخر دولتش خلقی که در قلمرو او بودند مرفه الحال و فارغ البال بودند در ظل ظلیل او می آسودند و چون مبدء نسبت که گم شدگان بوادی عشق و محبت و سرگشتگان بیابان ذوق و مودت که گمند شوق و انیبوا الی الله در گردن جان انداخته بقدم صدق نیت و خلوص طویت شاهراه مبدء آ اصلی را می پیمایند و جویای مطلوب یقینی و محبوب حقیقی اند در اوقات طلب بمظهری از مظاهر که در و آثار انوار الهی و انوار اسرار ناتمنای

بیشتر ملحوظ است و منطوق رباعی		یارب تو شناسی که به بیگاه و دیگاه	
جز در رخ خوب تو نکردیم نگاه		خوبان جهان آینهٔ حسن تو اند	

خراج مصر بودی خرج مجمر	همه روز این شگرفی بود کارش	همه سال این وش بود اختیارش

اکثر اوقات با اهل فضل و کمال صحبت انگیختی و شعر او ظرفا را مرفه الحال داشتی و سیم و زر در پیش ایشان ریختی خوش خوانان و اهل ساز دائم الاوقات زنگ غم از آئینهٔ مجلس او زدودندی و جوانان سرو قد سیم عذار در ملازمت او بسیار بودندی النظم

بخوبی هر یکے آرام جانے	بزیبائی دل آویز جانے	همه آراسته بارود و با جام
چو مه منزل بمنزل گام برگام	گهی بر خرمن مه مشک پوشان	گهی در خرمن گل باده نوشان
فاما جوانی داشت قاسم نام اشعار	گه از باریک بینی موی می شکافت	به باریکی سخن چون موی می گفت
ز رشک نرگس مستش خروشان	ببازار ارم ریحان فروشان	چنان واله و شیفته و مجنون

و آشفتهٔ او بود که در عشق آنجوان نمیدانست که سکون چیست و آرام کدام و صباح چیست و شام کدام و اب او چنان بودی که شب و روز با آن جوان بودی شبی از خواب مستی بیدار شد دید که او در بستر خواب نیست از روی اضطراب پای برهنه بیرون دوید و اطراف و آن طرف گردید اثر او را ندید ناگاه از جائی آواز آشنائی شنید چون تفحص نمود دید که با دختری بجرعه کشیدن اشتغال دارد و در سر از هوای او صد خیال غضب بر وی مستولی شد فرمود تا او را در آب انداختند چون این خبر انتشار یافت تمامی مردم در آتش حسرت او



یعنی یعقوب شمهٔ ازان بازنموده و بلا و مصائب من به نهایتی انجامیده بود که صبر شکیب صفقهٔ رنج و محنت و پیش رو اهل درد و مشقت یعنی ایوب کلمهٔ ازان اظهار فرمود در باعیات

یعقوب اگر شدی شب افروز دلم	دیدی اگر ایوب دمے سوز دلم
در هر چمنے موسم گل وقت بهار	بگریستی او چو شمع بر سوز دلم
یعقوب بکوی من اگر دوش شدی	وایوب اگر بمن هم آغوش شدے
آنرا غم خود جمله فراموش شدے	وین یک ز فغان و نالهٔ خاموش شدے

بسبب اخلاق مفرطش باز خواست در سرکار او کم واقع میشد اکثر را مظنه آن شده بود که مگر رفع تکلیفات کرده چنان بود کما ینبغی معتقد و منقاد شریعت مصطفوی بود و طریقت اولیا را در مقام متابعت و پیروی و از حقیقت بوئی بمشامش رسیده بود و خطی تمام یافته این رباعی از جملهٔ اشعار اوست رباعی گر باده و جام را بهم پیوستی

میدان بقین که رند بالا دستی	جا هست شریعت و حقیقت باده	چون شکستی بقین بدستی

در مشهد مقدسهٔ رضویه در تاریخ هشتصد و پنجاه وفات یافت و قبرش همانجاست

مجلس شصت و نهم

برازندهٔ تاج و گاه پیر بداغ بن جهانشاه شاهزاده بود در غایت استکبار و استجبار از شاخ دولت پدرش که با بیاری دولت شاهرخی در جویبار شهریاری شاداب شده بود و خوار در تربیت و آیین سلطنت بسیار میکوشید و طریق زیب و زینت سلطنت بسیار می ورزید اسباب شوکت و عظمتش بسیار بود و ادوات حشمتش بیشمار در ایام سلطنت و شهریاری

وهنگام شوکت و بختیاری نظم	بمال و ملک از جمشید بگذشت	بگنج افشانی از خورشید بگذشت
دو نوبت خان نهاد صبح تا شام	خورش با کاسهٔ دادی باده با جام	کشیده مائده یک میل در میل
مگس را گاو دادی پشه را پیل	ز نعمتها که بودی گرد خانش	ندانستی چه خوردی میهمانش
چو بزمش بوی خوش را ساز دادے	صبا وام ریاحین باز دادے	بهنگام بخور عود و عنبر

ملکت من بس بود دیدار یار	چونکه این آن گشته و آن گشتست این	عشق ورزیدن مر معشوقان همین
ای دریغا نیستی تو مر دآن	با که بتوان گفت آخر درد آن	در تاریخ هشتصد وسی و شست

از عالم رفت و قبر او در شیراز است

مجلس شصت و هشتم

بمنطوق بالبر یستعبد الحر بابرین بالیسنغر پادشاهی بود درویش مشرب قلندر طور آئینه دلی پاک از زنگ آثار تعدی وصافی از زنگ وغبار جور از غایت نیکوئی که از وسمت اصدار می یافت همه کس اورا بنده واز بسیاری تخلق صغار وکبار از وشرمنده در عالم فقر سر حلقهٔ مجردان دائره دیر سوز ونیاز ودر طریق عشق مجاز مقامری پاکباز تجلیات متوالیات انوار دیدار معشوق شب وروزش مصاحب لمعات اشراقات آفتاب رخسار محبوب بر آیینهٔ دلش متعاکس ومتعاقب چون ساقی عشق از مدام غمزه اے فرح افزای معشوقی در جام کام عاشقی او هردم از رنگی جرعهٔ دیگر میریخت وآتش عشق از خاکسترش هرزمان شعلهٔ دیگری انگیخت میگفت که خیاط عشق بنیاط در دقبای دیبای حزن جز بر بالای این سوخته ندوخته وپروانه وار بر شمع رخسار معشوق غیر ازو کسے را نسوخته هردم دل ودیده غرقه بخون وسوز وگدازی روز افزون دیگ سینه اش از آتش عشق در جوش ومرغ دل بر سر آتش مهرش در خروش می خواند که ❊ نظم ❊

در دلم آتشی ست عالم سوز	که بود سوزا و فزون هر روز	اوست در کشور دلم والی
زان نیم یکنفس ازو خالی	از بسیاری سرو قامتان سیم عذار وهوشان گلرخسار میخواندم مصرع	

یکی دلم چکند جانب کدام شود فرد ❊	مگر هر پاره ز ین دل بدلداری دهم ورنه
چه خواهم کرد با خوبان بدین یکدل که من دارم	ناگاه دران حال نیز آفتاب منظری

پری پیکری حسین علی نام بر جگرش کارگر آمد وصیدش کرد بالتمام چنانکه فرمودی کم رنج ومحنت من در عشق او بجائی رسیده بود که سر حلقهٔ زمرهٔ فراق وسوخته نارهٔ اشتیاق

هیبت درآمده و ازان برقی بدرخشید و رعدی بغرید که آسمان و زمین بلرزید و درمیان آن صورت این صدا می شنید که از بلا بپرهیز و در سراپردهٔ سلطان گریز از غایت وهم افتان و خیزان خود را ببارگاه سلطان رسانید و خود را ازان بلیه برهانید چون از خواب بیدار شد این واقعه در دل او تاثیری کرده خود را بیخود است تسلیم کرده در اندک فرصتی قضیه منعکس شد و مرتبهٔ معشوقی به صفت عاشقی تبدیل یافت چنانکه روزی سلطان بلبابر محمودی درآمده او را مرتبهٔ ایازی داد نظم

گفت شاهی دارد لشکر ترا است	پادشاهی کن که این کشور ترا است	آن همی خواهم که تو شاهی کنی
حلقه در گوش مه و ماهی کنی	هر که آن بشنید از خیل سپاه	جمله را شد چشم ازان غیرت سیاه
لیک یوسف چون ایاز هوشیار	میگریست از حکم سلطان زار زار	جمله گفتندش که تو دیوانه
می ندانی وز خرد بیگانه	چون به سلطانی رسیدی ای غلام	چیست چندین گریه بنشین شاد کام



داد یوسف قوم را حالی جواب	گفت بس دورید ازراه صواب	نیستید اگه که شاه انجمن
دور می اندازد م از خویشتن	سید هد شغولیم تا من ز شاه	باز مانم دور مشغول سپاه
گر بحکم من کند ملک جهان	من نگردم غائب از وی یکزمان	من چه خواهم کرد ملک و کاروبار

یکی دولتسرای ملت آراست | یکی شد کار ملک از عدل او راست | ازان گشت آتش سوزنده ریحان
وزین نارستم شد نور احسان | ازان شد خانهٔ درکه معمور | وزین ملک سلیمان گشت معمور
شکست آن یک بت بت آذر پرستی | وزین یک دین احمد اورستی | شد اسماعیل آنرا کیش قربان

وز اسماعیل این قربان بنرجان | اسماعیل میرزا را کوکلتاشی بوده در غایت حسن وجمال و در
نهایت عظمت و جلال نظم

ماه عربی برخ نمودن | آهو چشمی که هر زمانی | کشتی به کرشمهٔ جهانی
ترک عجمی بدل ربودن | یوسف نامی سمن عذاری
غنچه دهنی سخن گزاری | شیرین حرکات وعشوه انگیز | وز خندهٔ شکرین شکر ریز

فاما بغایت تندخوئی وجنگ جوئی در اوائل که هنوز سلطان را اندک اختیاری بود و
میتوانست که دل را نگاه دارد از خوی او غافل بود چون دلش از دست رفت
خود را نگاه داشتن مشکل گشت کینوبت به بیماری زاری و درخواست او را میطلبید نمی آمد

بعد از الحاح بسیار آمد سلطان گفت | فرو سر در سر عشق یار کردیم
این شیوه خود اختیار کردیم | و بعد ازان این غزل خسرو را برخواند
هزار شکر خدا را که چون تو دلدارے | نمود روبن ازبعد مدتی بارے
تو یوسفی و من از نقد جان خریدارت | بهابگو که نیابی چو من خریدارے
اگرچه حسن مه و آفتاب اندک نیست | ولی زحسن تو اندک ترست بسیارے
اگرچه بار جفای تو هر کسے نه کشد | من ضعیف جفاکش همی کشم بارے
زبان بدین قدری رنجه دار با خسرو | که چون بگویدت آن منی بگو آرے

سلطان در عشق آن جوان بمرتبهٔ بیخود شده که سامان سلطنتش از دست رفته وستون
ایوان عقلش که منزلگاه بارگاه ایالت بود شکست یافته نزدیک بدان رسیده بود که
رسوای مرد و زن شود و انگشت نمای دوست و دشمن گردد از اتفاقات حسنه که دولت
عبارت از انست آن جوان شبی در خواب دید که از جانب شرق ابری سیاه در غایت

چوزن باهوش آمد بار دیگر | چو اول بار گشت از بیم سنجر | چو بار ده بهوش آمد ز خود باز
سر رشته بگرد او از خرد باز | شهش گفتا اگر میترسی از من | بجانت ایمنی ای خویش دشمن
زنش گفتا که من زان می نترسم | ولی این بیت یکشب بود در سم | همه شب درس خود تکرار کردم
گهی اقرار و گه انکار کردم | ازینجا باز می یابم نشانی | که بر من تنگ میگردد جهانی
بدان ماند که یک شب بی جهاندار | نهفته بود او از من خبردار | مرا گر تو بگیری در برانی
دلت ندهد گر بارم بخوانی | وگر بکشی مرا در تن درستی | نجاتی باشدم از دست سستی
مرا این ترس چندینی از انست | که سلطانی که رزاق جهانست | چو او دیک یک نفس با من همیشه است
مرا یک یک نفس بنگر چه پیشه است | چو حق پیش آور د صد ساکه ازم | من آنساعت چگویم یا چه سازم
چو حق می بیندت دائم شب و روز | چو شمعی باش خوش میخند و میسوز | ولی بی شکر حق دم بر میاور
نفس بی یاد او هم بر میاور | که گر در شکر کوشی هر چه خواهی | بیابی نقد از جود آلهی

در پانصد و پنجاه و یک از دنیا در شهر مرو رفته و در دولتخانه که در مرو ساخته بود او را دفن کرده بودند و ولادت او در نواحی موصل بود و در موضع سنجار از توابع دیار بکر نام او احمدست به سبب آنکه دران موضع متولد شده بود او را سنجر گفتند در چهار صد و هفتاد و نه مدت عمرش هفتاد و دو سال بود و مدت پادشاهی شصت و یکسال

مجلس شصت و هفتم

مجمع البحرین یخرج منهما اللؤلؤ و المرجان ابو الفتح ابراهیم سلطان بخصائص فضائل عدل و احسان و دانش و کرم و در نوادر مآثر و مفاخر تیغ و قلم نه دران نصاب بوده که بوسیله تحریر و تقریر شرح پذیر شود شمه از کرائم صفات و جلائل آیات آن ملکی صفات مولانا شرف الدین علی یزدی در ظفرنامه باز نموده و در محلی دیگر چند بیت در مدح او گفته و چون ابراهیم سلطان دو پسر داشت یکی اسماعیل نام دران ابیات ایمائی بآن کرده

و آن ابیات اینست نظم | دران قسمت که بخششها نمودند | دو ابراهیم را رتبت فزودند

به پیش سنجر خسرو نشان بود | چو شب بگذشت پاسی شاه سنجر | برای خواب آمد سوی بستر
بناگه مستی از خدمت شاه | بسوی خیمهٔ خاص آمد آنگاه | مگر سنجر غلامی داشت ساقی
که از خوبی نبودش هیچ باقی | ز غیب آئین قرجی نام او بود | بسی رویش نکوتر از نکو بود
جمالش با ملاحت یار گشته | ز هر دو شاه برخوردار گشته | به صد دل بود شه دیوانهٔ او
که بود آن ماه عاشق خانهٔ او | در آمد شب ز خواب او را طلب کرد | ندیدش قصد آن یاقوت لب کرد
لباچه نیمشب بر پشت انداخت | به کینه تیغ هندی را برافراخت | بیامد تا در آن خیمه ناگاه
که مستی در انجا بود با ماه | بر او دید ساقی را نشسته | مستی دل دران مهروی بسته
بزاری مینواخت از عشق رودی | خوشی می گفت با خود این سرودی | که در بر گیرمت من بر لب کشت
که امشب با یدم دو کس ان رشت | چو سنجر گشت ازان احوال آگاه | گرفت آنجا دو بینی یاد آنگاه
بدل گفتا گر امشب من به تندی | درین خیمه روم با تیغ هندی | نماند زهرهٔ این هر دو بر جای
شوم در خون این دو بی سر و پای | تانی چونکه شرط آمد به تعجیل | بسوی خیمهٔ خود کرد تحویل
چو روزی ده بر آمد شاه یکروز | فرو آراست جشنی عالم افروز | مستی پیش سلطان چنگ میزد
نوائی بس بلند آهنگ میزد | ستاده بود ساقی نیز بر پای | قدح در دست و چشم افگنده هر جای



شه آن بیت شبانه یاد میداشت | فرو خواند انگهی دل شاد میداشت | مستی چون شنید آن بیت از شاه
برفت از هوش و عقلش ماند در راه | شه آمد بر سر بالینش بنشست | برویش بر گلاب افشاند از دست

چون رسولی اینچنین عجز و بیچارگی ایشان را و اعتراف بگناه بعرض سلطان رسانید راضی شد بدان و عنان بر تافت امرا در نفی آن مبالغه بسیار نمودند و سلطان را بر سر ایشان بردند و چون سلطان در دست ایشان گرفتار شد عاقبة الامر آئین قزلی شبی پنهان پیش سلطان آمد و بر سهم کشتی سوار شدند و با جمعی از مخصوصان از آب گذشتند و سلطان را خلاص کردند چون خبر باطراف و جوانب رسید مردم هجوم کردند و لشکر بسیار بر سلطان جمع شد و عشق سلطان با آن جوان هر روز زیاده میشد بسبب حسن و احسانی که از و نسبت بسلطان واقع شده بود و مرغ جان او را از قفسی چنان رهانیده و ظاهراً دهلوی برای حسب حال او گفته غزل

چه اقبالست این یارب که دولت دادروارا — که در کوی فراموشان گذر شد یار زیبارا
کمر بند من آمد نزد من خنده زنان امشب — توقف کن که لختی بنگرم پروین و جوزارا
بحمد الله که بیداری شبهایم نشد ضایع — بدیدم خفته در آغوش خود آن سرو بالارا
بتشویش دهل رنجه مشو ای نوبتی امشب — که خفتن در بر یار است بیداران شبهارا
تماشا میکنم این تا قیامت میکند یارب — که خواهم تا قیامت یاد کردن این تماشارا
رسیدی همچو شاخ گل کدامی باد آوردت — که هرگز می نپرسیدی بیک شاخ گلی مارا
چه گوئی خسرو اینچندین حدیث وصل نابودی — خیالست اینکه ره دادی بسوی خویش سوارا

نوبتی مستی صحبتی پنهان سلطان با آن جوان میداشت و آن جوان چون در غایت حسن و جمال بود اکثر ملازمان سلطان بر و عاشق شده بودند روز مشکل بود اختلاط کردن آن صحبت در شب اتفاق افتاده بود و آنجوان شب در خرگاه سلطان می بود نیمشب که سلطان بیدار شد و او را نیافت بغایت متغیر شد حضرت شیخ عطار آن حکایت را در الهی نامه آورده

نظم

اگرچه روی او بود نه چون ماه — ولیکن داشت پیوندی بدو شاه
شبی در مرغزار رادکان بود — مقرب بود و پیش تخت سنجر

وجوانی درغایت حسن وجمال درمجلس ایشان نشسته سلطان راحیل به صحبت ایشان شد
فرود آمد و درسلک ایشان منخرط گشت درویشی که پیر و پیش قدم ایشان بود سر در
خرقه مراقبه داشت از آمدن و نشستن سلطان بدان می مانست که وقوف نیافت اما
سائر درویشان و آن جوان تعظیم سلطان کردند و بحرمت تمام نشستند بعد از ساعتی
آن درویش سر برآورد و با سلطان بسخن درآمد و گفت تا این لحظه میان جان و ایمان
مناقشه بود زبان میخواست که سخنی چند بعرض سلطان رساند جان می گفت بگوی که
اگر نمیگوئی من میروم و ایمان میگفت بگوی که اگر نمیگوئی من نمی باشم من حیران بودم
که به سخن جان گوش کنم یا پیروی ایمان نمایم حضرت حق در سر من نداد او که جانی ایمان
قبول حضرت نیست عاقبت ایمان غالب آمد اگر رخصت باشد بگویم سلطان استدعای
گفتن کرد درویش گفت آنچه در مملکت سلطان میرود اگر سلطان نمیداند سلطان نیست
و اگر میداند و روا میدارد و منع نمیکند مسلمان نیست آن مرد چون حقانی بود سخن او
در دل سلطان تاثیری عظیم کرد و اوقات خود را به تفحص و تحقیق نمودن امور و ولایات
و حال رعایا و مال برایا برآورده چنانچه تمامی ناشایست و نابایست از قلم رو خود محو
گردانید و دفع ظلم ظلمه نمود و اعانت مظلومان فرمود و این از محض عنایت الهی بود
و چون امرای سلطان سنجر را بعنف بر سر غزان بردند و ایشان از حرکت سلطان خبر یافتند
اندیشناک شدند آئین قرجی را که درغایت حسن و جمال بود فرستادند و پیغام دادند
که ما پیوسته از بندگان مطیع بوده ایم و سر از حکم و فرمان نتافته ایم اکنون صد هزار
دینار و صد غلام ختائی سیاه موی و سیاه چشم دراز قد بلند گردن باریک میان ماهروی
خورشید طلعت مهیا کرده ایم و چون آن رسول بتمامی این صفات موصوف بود و سلطان
او را در مجلس درویشان دیده بود چنانکه مذکور شد و مهر او در دل داشت و مدتی
در فراق او بسر برد چون نظرش بر او افتاد یکبارگی شیفته او شد و بیطاقت گشت

چه دانی حال این شبهای بی روز | در صبح امیدم بی کلید ست | که پایان شب غم ناپدید ست
همه شب چشم حسرت بر ره باد | مگر وقتی ز بویت دل کنم شاد | مرا جانیست عشقت نی هوائی
بآسان چون توان از جان جدائی | دگر ره آن نگار سرو بالا | کشاد از لعل ترلو لوی لالا
که شاها جاودان فرمانروا باش | بملک هفت کشور پادشا باش | مبادا بیتو جوی ملک را آب
بدوران تو چشم فتنه در خواب | چنان ماندم بکنج خانه نومید | که از سایه نه بینم روی خورشید
تنم شد استخوانی زار زویت | بسویم هم سگی نامد ز کویت | بسی کوشیدم اندر پرده پوشی
که پوشم نا لها را در خموشی | دهن بر دوختم از ناوک آه | فرو خوردم سنانهای جگرکاه
کنون کز نیکخوی شد طاقتم طاق | ندارد برگ تن این جان مشتاق | در جمادی الآخر همان سال

سلطان در فراق فتنه انگیز بیمار شد و در شب اول رجب همان سال که پانصد و چهل و هفت بود بجوار حق پیوست

مجلس شصت و ششم

زینبده تاج خسروانی و برازنده دواج اسکندرانی سنجر بن ملکشاه الب ارسلان پادشاهی رعیت پرور و سپاه دار و دادگستر بوده و رسم و آئین خسروی و جهانبانی و قواعد سلطنت و جهانداری نیکو میدانست و از ابتدای سلطنت در خراسان تا چهل سال نوزده فتح کرده که هیچ وقت او را شکستی نیفتاد و خطبه او از حد بلاد کاشغر تا اقصای بلاد یمن و مکه و طائف و مکران و آذربایجان رسید و بعد از وفاتش تا یکسال در اطراف جهان هنوز خطبه بنام او میخواندند و خراسان در عهد او منشار علوم و منبع فضایل و معدن هنر بود و چون فرمان او در مغرب و مشرق نفاذ یافت امرای او در اطراف و اکناف دست تطاول بگشودند و بر رعایا و زیردستان بنیاد ظلم و زیادتی کردند ابتدای عشق او از انجا شد که روزی بر سم سیر در کوه و دشت میگشت بکنار خشک رودی رسید دید که در زیر پلی که بر ین رود بسته اند چند درویش حلقه زده در سایه نشسته اند

گفتند که ما اسپ را جهت پادشاه میخریدیم و او را از روی مطایبه میتر سانیدیم سلطان
در خانه پدر رفته انگیز فرود آمد سلطان را خدمتهای شایسته کرد سلطان فرمود که این
جوان پسر تست گفت بلی گفت این اسپ تست یا اسپ او گفت اسپ فقیر است پرسید
که اسپ را می فروشی گفت اسپ را پیشکش سلطان میکنم و پسر خود را ملازم میسازم و اگر
امشب توقف بفرمایند اسباب ضیافت لایق شاه مرتب میگردانم سلطان بغایت
مسرور گردید و فتنه انگیز را همراه برده به اعلی درجه دولت رسانید و در همدان که پایه
تخت او بود چند وقت بفراغت با او عیش میکرد نظم

چه فرخ ساعتی باشد که تقدیر
دو عاشق را کند باهم بتدبیر
گهی خوش خوش بشادی جام گیرند
گهی یکجا بوصل آرام گیرند
گه از دلها غبار غم زدایند
کسی کین خواب بختش را چنین بست
اگر جمعیتی داری زیاران
فرو مگذار شکر حق گذاران
بدفع چشم بد دایم سپندی
که گردون گرچه چندین دیده دارد
دو تن کز چرخ دایم در قرانند
مگر جوزا و یا خود فرقدانند
که الجمعیتی دارد مهیا
بنات النعش افتاد از رشش دور
تو کوشش کن که صحبت جمع ماند
زمانه خود پراگندن تواند
شود صد جمع دریکدم پریشان
درختی کش زمین صد سال پرورد
غنیمت داشت باید روزگاری
به پیوند وفاداری زیاری
که یار دلپذیرش همنشین بست
آخر میان اتابک که امیر لاما

او بود فتنه انگیز نزاع شد و امرا با اتابک اتفاق داشتند بالضرورة فتنه انگیز را بجانب
بغداد فرستاد و رگهای شریان را در فراق او از چشمها بگشاد و از دیده اشک می افشاند

و مضمون این ابیات میخواند نظم

نخستین اول شب تا سحرگاه
شبی دارم درین درد جگرسوز
که تا روز قیامت نیستش روز
گهی در زهره بینم گاه در ماه
تو ای خفته چو شمع صبح بی سوز

تیز فهم خوش اخلاق دریابندهٔ اسرار انفس و آفاق در زمان دولت او خلایق عالم
آسوده و در شادی بر جهانیان گشوده میگویند که روزی غلامان او در حدود اردبیل
در صحرا به فتنه انگیز نام جوانی که پسر ترکمانی بود از بقیه عزان که به آذربایجان آمده بودند
رسیدند دیدند جوانی ماه رخسار بر اسپی بغایت خوبی سوار طمع بدین اسپ کرده اورا
درمیان گرفتند و گفتند اسپ را بما بفروش گفت این اسپ پدر من ست و مرا اختیار
فروختن نیست الحاح بسیار نموده اند ابا نموده غلامان دزدیده بهم نگاه کردند دریافت
که میخواهند که اورا بگیرند چون در کمال فطانت و کیاست بود و دولت و اقبال روی
بوی داشت و هیچ طرف راه گریز ندانست بازپس نگرسته راه کشاده دید عنان بگردانید
و اسپ تاخت غلامان نیز از عقب او پاشنه زدند از اتفاقات حسنه سلطان سوار شده
از شهر بیرون می آمد این جوان رسید و خود را در پیش سلطان از اسپ بینداخت خیال
کرده که یکی از امراست گفت ای امیر جمعی از خیل شما می خواهند که این اسپ را از من
بگیرند و من بی اذن پدر نمیتوانم فروخت بفریاد من رس سلطان را چون نظر بر روی
افتاد فریفته و شیفته گردید گفت ما هذا بشرا ان هذا الا ملک کریم یعنی این شکل متصور
بشر نیست فرشته است همچو سروی از باغ نعیم و او را نیز در حسن و جمال و قد و قامت
به اعتدال او چون نگاه کرده او را بدان نقاب دیدند انگشت حیرت بدندان گرفت
و اله او گردید سلطان یکی از امرای خود را فرستاد که گیرندهٔ اسپ او را پیدا ساخته
حاضر گرداند آن امیر بسیار طلبید از انجماعت کسی را نیافت سلطان دانست که این
بی ادبی غیر از مخصوصان او از کسی دیگر نمیتواند بود که واقع شود کسی را فرمود که درمیان
غلامان نیک ملاحظه کن که اسپ کدام غلام غرق عرقست آنکس را بیاور آنکس حسب الحکم
تفحص نموده درمیان غلامان چندی را بدان نوع یافته آنجماعت را پیش سلطان
حاضر گردانید سلطان از ایشان پرسید آنچه فتنه انگیز گفته بود تصدیق نمودند فاما

ای قد تو معتدل نه بالا و نه پست
وای چشم تو مخمور نه هشیار و نه مست
فی الجمله چنانی که چنان می باید
کس را چو تو معشوق نبوده است و نه هست

و با آنکه حضرت شیخ را با او تعلق بسیار بوده امیر اسماعیل زیاده از همه شیفته او شده و آن جوان مصاحب امیر اسماعیل گشته و میانهٔ حضرت شیخ و امیر اسماعیل اندک غباری شده حضرت شیخ سفر حجاز اختیار کردند و امیر اسماعیل قاضی نیشاپور را گرفته و امیران نیز گرفتار شد و آن جوان نیز همراه امیر اسماعیل بطبس کیلکی رفت امیر اسماعیل خانه را بدو داد که داروغه آنجا گذاشته و خود با امیر اسماعیل در طبس میبود و امیر اسماعیل بدان جهت مستولی شد بر ملاحده که بعضی دانایان ایشان را الزام داده بود این مسئله که نسبت صوری داخل نیست و لازم نیست که امام تفویض امامت بفرزند خود کند

اصل نسبت معنویست بیت | برادر و پدر و اصل و نسل من عشقست | گر خویش عشق بماند نه خویشی نه نسبی

و بدین سبب چهار دانگ از ملاحده ازان مذهب اضراب کرده دست متابعت به امیر اسماعیل داده بودند و آن جوان نیز در اول آن مذهب داشت از آن مذهب گذشت و دیگر از امیر اسماعیل برگشت و چون آن مردم تابع شدند قادر گشته اند بر استیصال آن جماعت و چون آن قوم را برطرف ساخته و تمامی قهستان را از ایشان پاک کرده اند و در طبس کیلکی مسجد جامع و مدرسه و بقاع خیر دیگر در قهستانات برین منوال عمارت ساخته در تاریخ پانصد و پانزده از عالم رفت و قبر او در جوار مسجد جامع طبس کیلکی است در گنبدی که در او در درون مسجد است

مجلس شصت و پنجم

آئینهٔ تحقیقت نمای عاشقی و معشوقی سلطان مسعود ابن سلطان محمد بن ملکشاه سلجوقی پادشاهی بود با فر و شکوه در ثبات چون زمین و در وقار چون کوه دران زمان از اوج برج خوبی همچو او ماهی برنیامده و به شوکت او پادشاهی نبوده درویش مشرب

سمت صدور یافته و منجر بدان گشته که بجاربه و مقاتله رسیده و امیر ابراهیم را کیلانات
مضطر گردانیده و مثل سلطان سنجر بادشاهی عظیم الشان را حیران ساخته چون امیر اسماعیل
از مکه معظمه بازگردیده امیر شرف الدین عبد الله المعروف به ابن سکینه در مجلس خلیفه
مداحی او بسیار کرده و خلیفه را بدانجهت محبت بسیار با او پیدا شده و اکثر اوقات باهم
می بوده اند تا آنکه حضرت زنده پیل احمد جام به استصواب سلطان سنجر یکی از مریدان
مخصوص خود را به بغداد فرستاده و از ولایت عراق دار العبادة یزد و بیهاباد و
کونهاباد گرفته بود و تون و ترشیز و قاین را مسخر کرده و طبس کیلکی را مقام خود ساخته
و ملاحده را تمام برانداخته و متاصل گردانیده سرداران ایشان را بعضی در سلاسل و
اغلال کشیده و بعضی را بقتل رسانیده و جمعی دیگر که بوده اند گردن اطاعت نهاده
ملازم او شدند و این جمله از کرامات شیخ الاسلام احمد جام بوده که متکفل امور سلطان سنجر
شده بودند و چون امیر اسماعیل تمام قهستانات را از حیطه تصرف ملاحده بیرون آورد سلطان سنجر
آن ولایات را که مذکور شد بدو تسلیم کرده مسلم داشت و تبرکات بسیار فرستاد و خلعتها پادشاهانه
ارسال نمود چنانکه در سیرت حضرت زنده پیل احمد جام نوشته شده امیر اسماعیل یک نوبت
به نیشاپور آمده و امیر آنرا پسری در غایت حسن و جمال داشت صباحتی و ملاحتی بکمال و
قامتی در غایت اعتدال و قائل این رباعی همانا خطاب کرده بدو گفت رباعی



شاه چون این خواب دید بیدار شد و چون مار بر خود پیچید و بحسرت بسوی دار مینگریست

وسیمرد و میزنیست مثنوی | گفت ایجان و دل بی حاصلم | خون شد از تشویر تو جان و دلم
همچو من هرگز شکست خود که کرد | آنچه من کردم بهت خود که کرد | اینچنین می گفت تا خاموش شد
در میان خامشی بیهوش شد | عاقبت بیک عنایت در رسید | شکرها بعد شکایت در رسید
چون ز حد بگذشت درد پادشاه | بود پنهان آن وزیر آن جایگاه | رفت و ظاهر ساخت آنمه را نهان
پس فرستادش سوی شاه جهان | آمد از پرده برون چون مه ز میغ | پیش خسرو رفت با کرباس و تیغ
در زمین افتاد پیش شهریار | همچو باران اشک میبارید زار | چون بدید آنماه را شاه جهان
می ندانم تا چگویم بعد ازان | شاه در خاک و پسر در خون فتاد | کس چه داند کان عجائب چون فتاد
هر چه گویم بعد ازین ناگفتنی است | درچو در قعر است هم ناسفتنی است | یافت چون شاه از فراق او خلاص
هر دو خوش رفتند تا ایوان خاص | بعد ازان کس واقف اسرار نیست | زانکه آنجا موضعی اغیار نیست
این مقامات ره حیرانی است | یا گرد یوان سرگردانی است | از سر دردی درین دیوان درآی
جان بسپر ساز و درین میدان درآی | درچنین منزل که شد دل ناپدید | بلکه شد هم نیز منزل ناپدید
روی ننماید ترا کردی درو | گر نیائی از سر دردی درو | درد حاصل کن که درمان درد تست
درد و عالم دارو جان درد تست

ولادت سلطان محمد در شعبان چهار صد و هفتاد و چار بود و پادشاهی در چهار صد و نود و هشت و مدت سلطنت سیزده سال و مدت عمرش سی و هفت سال و چهار روز بود

مجلس شصت و چهارم

مقامات معانی خوان نغمات سبحه ملکی ابو المظفر امیر سید اسماعیل گیلکی در علوم ظاهری و باطنی از تفسیر و حدیث و فقه و کلام و حکمت و منطق و موسیقی و غیر آن در ریاضی دخلی تمام داشته و بشرکت برادر خود امیر سید ابراهیم مدت دوازده سال حاکم گیلان بوده و دران مدت ملاحده را بجهت او ضعفی تمام شده چون میانه برادران مخالفت

سرافراز گردیدند و بمطلوبی که داشتند رسیدند نظم

خوار بگذارند بر دارش تباه — چون رسید این قصه اهل شهر او — جمله را دل درد کرد از بهر او
از که و مه هر که دیدش آنچنان — همچو باران خون گرستی در نهان — روز تا شب ماتم آن ماه بود
شهر پر درد و دریغ و آه بود — بعد روزی چند بی دلدار خویش — شه پشیمان گشت سخت از کار خویش
بود دایم از شراب وصل مست — در خمار هجر چون دانه شکست — جان او میسوخت از درد فراق
گشت بیصبر و قرار از اشتیاق — در نظاره آمدند آنجا بسی — باز می نشناختندش هیچ کسی
در پریشانی فرو شد پادشاه — دیده پر خون کرده سر بر خاک راه — چون در آمد شب برون شد شهریار

گرد از اغیار خالی زیر دار — وای ویلا کنان بزیر دار در آمد و در خاک و خون گردید و
کارش بجنون انجامید از زار بگریست و میگفت نمی دانم که دوای این درد چیست فرد

بغیر از ناله غم سینه پاره پاره کنم — ندانم آنکه چه سازم دگر چه چاره کنم — لحظه در میان گریه و زاری چون
خوابش ربود طلعت او بخشش نمود — نظم روی همچون ماه او در اشک غرق — از قدم در خون نشسته تا بفرق
شاه گفتش کای لطیف جانفزا — از چه غرق خون شدی سر تا بپا — گفت در خون زاشنائی توام
وین چنین از بیوفائی توام — باز کردی پوست از من بیگناه — این وفاداری نبود ای پادشاه
یار با یار خود آخر این کند — کافرم گر هیچ کافر این کند — من چه کردم تا تو بر دارم کنی
سر بری و سر نگونسارم کنی



شه زغیرت سر فگندی از تنش	ناگاه بی اختیار از اقتضای زمان چشم آن جوان بر رخسار	
دختری صاحب جمال که در جوار آن پادشاه عالی مقدار بود افتاد و دل از دست		
بداد آن دختر را نیز همان حال واقع شد که پسر داشت و تخم مهر آن خورشید پیکر او نیز		
بباغچهٔ دل بکاشت فرد	آه من خود رفتم و زین کوی در باغ آمید	تخم مهری کاشتم تا چون برآید عاقبت

در کمین فرصتی میبودند روزی می پیمودند آخر الامر نهان هر دو با هم ساختند و شبی طرح صحبتی انداختند دران شب چون پادشاه شراب بسیار خورده بود و فرو رفته آن هر دو در گوشهٔ با هم بنشستند و در بروی خلق ببستند نیم شب سلطان از خواب بیدار شد پسر را نیافت همچون برق که از ابر سیاه بجهد دران شب تار آتش وار از جای خود بجست و در طلب او شتافت این طرف و آن طرف تا عاقبت بسر ایشان رسید نظم هر دو تن را دید در یک پیرهن

چون دو جانی آمده در یک بدن	چون بدید آن حال شاه نامور	آتش غیرت فتادش در جگر
مست و عاشق آنگهی سلطان سری	چون بود معشوق او با دیگری	گفت آن شاه بزرگ نامور
در بیان حال آن زیبا پسر	آنچه من کردم بجای او بسی	هیچکس هرگز نکرد آن با کسی

تا می کلید گنجهای من او را در دست و سر سرافرازان آن درگاه که از سر بلندی بگوئین فرو نمی آمد چون خاک راه او همه پست مرا روز و شب همراز و همدم و در خفیات ضمایر محرم بایستی که او بدین حال مباهات کند روا باشد که عاقبت الامر با من این نوع مکافات کند چون برین نوع مشاهده کرد حکم فرمود که آن پسر را پوست کنده بر دار کشند چون وزیر را استماع افتاد درخواست کرد که سلطان در حالت مستی حکم کرده و چون بیدار و هشیار شود پشیمان خواهد گشت از زندان عوض او وزدی آورده پوست کند و بر دار کشید وزر بسیار بغلامان داد و پسر را باز خرید چون سلطان از خواب بیدار شد از ان حال استفسار نمود عرض کردند که بموجب فرمان او را سر نگونسار کردیم و عبرت اهل روزگار گردانیدیم آنجماعت که قتل او مفوض بدیشان بود بخلعتهای پادشاهانه

خاص بیگ چون خبر بیماری سلطان شنید به تعجیل تمام خود را بملازمت رسانید دید که سلطان بر بستر افتاده و دل بر مرگ نهاده مضمون این مطلع بر خاص بیگ خواند مطلع

بیمار غم عشق ترا کار خراب است | افتاده نگوئی تو که بر بستر خواب است | روز و شب خاص بیگ سر

بالین سلطان بود و یک لمحه غیبت نمی نمود چون سلطان به بغداد رسید بعد از شش ده روز درگذشت عاشر شوال چهار صد و هشتاد و پنج سلطان بجوار حق پیوست و خاص بیگ در دوازدهم شهر مذکور همان سال

المجلس شصت و سوم

خورشید فلک رفعت جمشید ابهت انجم سپاه سلطان محمد بن ملک شاه ❊ نظم ❊

پادشاهی بود دلبس عالیمقام | تا بغرب از شرق اقطاع تمام | ماه رخ بر خاک راه آن شاه را
جاه او در رخ نهاده ماه را | بود سلطانرا یکی عالی وزیر | در بزرگی خرده دان و خرده گیر

یگانه عصری در تیز ذهنی و نکته دانی اسم و نسبش عزالملک عبد الجلیل الدهستانی و این وزیر را پسری بود در سپهر حسن و ملاحت آفتاب عالم آرا نظم | بر نخیزد از ریاض خرمی

در جهان محبوب تر زو آدمی | زلف او در رخ بسی منصوبها داشت | در سر هر موی صد عجوبه داشت
نرگس افسونگرش در هر لبی | داشت در هر گوشهٔ صد ساحری | شرح رعنائی آن زیبا پسر
گرد هم عمری کجا آید بسر | و این سلطان محمد ملک شاه آرزوی ابهت و شوکت و
خیل و سپاه داشت نظم | گرچه شاهی سخت عالیقدر بود | چون هلالی از غم آن بدر بود
بدچنان مستغرق عشق پسر | کز وجود او نمی آمد به سر | تا شبش بنشاندی روزی دراز
راز می گفتی بدان مه چهره باز | چون شب تاریک گشتی آشکار | شاه رانی خواب بودی قرار
آن پسر در خواب رفتی پیش شاه | شاه بیکردی بروی او نگاه | گاه گل بر روی او افشاندی
گاه گرد از موی او افشاندی | فا مابسی بعد ابش انداخته بود و مقید خودش ساخته چه

یارای آن نداشتی که یک لمحه از مجلس سلطان بیرون شدی بیت گر برفتی یک دم از پیرامنش

برآ از کوه صبر ای صبح امید | دلم را چشم روشن کن چو خورشید | بسازای بخت با من روزی چند
کلیدی خواه و بگشا از من این بند | ز سر بیرون کن این طالع گرانی | رها کن تا توانی نا توانی

قاصدی را پیش خاص بیگ فرستاد و زبان اعتذار بزاری بکشاد نظم

به عیاری برآرایدوست دستی | بر افگن لشکر غم را شکستی | جگر در تاب و دل در موج خونست
گر آری رحمتی وقتش کنونست | نه زین افتاده تر یابی ضعیفی | نه زین جانباز تر بینی حریفی
نخواهم کرد بر تو حکمرانی | گرم زین بهتر ک داری تو دانی | چون قاصد متوجه شد آئینه

خاطر خاص بیگ که چو به صیاقل محبت تصفیه و تجلیه تمام یافته بود و هر چه بود در و مینمود فی الحال ازان عکس پذیرشد خویشان و کسان و ملازمان خود را گفت نظم

نسیم دوست می یابد دماغم | خیال گنج می بیند چرا غم | کدامین آب خوش دارد چنین جو
کدامین باد را باشد چنین بو | مگر بر ما گذشت آهو سحرگاه | گره زد نافه را بر طرف خرگاه
مگر وقت شدن طاؤس خوش رشید | زر افشان کرد بر گلزار جمشید | مگر سروی نظارم سر بر آورد
که مارا سر بلندی در سر آورد | مگر باز سفید آمد فرا دست | که گلزار شب از زاغ سیه رست
مگر باد بهشت اینجا گذر کرد | که چندین خرمی در ما اثر کرد | مگر اقبال شمعے نور افروخت
که چون پروانه غم را بال و پر سوخت

چون قاصد سلطان رسید آن شبش نگاه داشت و کتابتی نوشت و صباحش باز گردانید و مضمون کتابت این بود که نظم مبین کز تو شبی خشمی نمودم

تواضع بین که چون رام تو بودم | ندارم هیچ در دل پادشاهی | ولیکن رنج دل چندانکه خواهے
تنم ترسد ز هجران چون نترسد | کسی چون از محیط خون نترسد | کلد کوب غمت زان گشت رحم
که بخت بد لگد زد بر فتوحم | چو بی زلف تو بیدل بود دستم | دل خود را بزلفت بار بستم
چو فرمائی کمر بندم بدین کار | ورت باریست تا بر بندم این بار | دلی را کش نوازش کرد خواهے
چه باید کرد با او این تباهی

چون قاصد رسید سلطان دران عشق بیمار شد و صاحب فراش گردیده بود و دران بیماری از اصفهان بضرورت بجانب بغداد و بایست رفت

آن جوان پرسید که نام پسر تو چیست گفت تا غایت خاص بیگ نام داشت این زمان بنده خاص بیگ است هر نام کنند فرمود که پسر تو هرگز ملازمت کرده عرض کرد که ملازمت نکرده فاما دوش با خود نذر کرده ام که او را ملازم سلطان سازم نزدیک بود که از شادی سلطان را جان بر آید و نقش هستی را از لوح وجود بزداید گفت ما پسر ترا بفرزندی قبول کردیم خاطر جمع دار و همت از جانب او باز مدار بعد از اندک فرصتی که در خدمت سلطان بود کار او رونقی تمام یافت و صاحب هزار نوکر کمر شمشیر دار گشت و شجاعت و بهادری او بمرتبه بود که در اطراف و اکناف بر و رشک میبردند و مدتها حسن او به قرار مرکب بر سر میدان ملاحت رانده بود و هژده سال در هژده سالگی مانده و انوری در مدح او اشعار بسیار دارد از انجمله است این که نظم

درخت دولت شاه عجم سر بر فلک دارد	بلی سر بر فلک آرد چو بیخ اندر سمک دارد
سر افرازی و غواصی نباشد شاخ و بیخی را	که آب از چشمه شمشیر تیز خاص بک دارد
بقا باد اش اندر عز و دولت با ملک همبر	که اندر خدمت خسرو هنر بیش از ملک دارد

خاص بیگ را غباری بر خاطر از اتباع سلطان نشسته بود و اندکی رنجیده روزی از سلطان رخصت طلبیده که بمنزل خود رود و پدر و مادر و اقربای خود را بیند و ایشان نیز مشاهده حشمت و ابهت او نمایند دو سه روزی شکاری کند و بعد ازان بملازمت آید بجهت خاطر او سلطان اجازت داد چون خاص بیگ عزیمت نمود سلطان تا شام

بهر نوع با صبر و شکیبائی توانست بود که فرد	روزها با این و آن هر گونه باشد بگذرد
وای جان من دران شبها که تنها میشوم	چون لشکر شام شبیخون آورد بیطاقتی او را

گریبان گرفته از کنج قرار و آرام بیرون آورد و در شب در صدد برشمردن غمهای کهن آمد و همچون مجنونی با خود در سخن آمد و گفت ❊ فرد کجات جویم و گر جویمت کجا یابم

غمم که داند و همدرد خود کرا یابم	نظم مخسب ای دیده دولت زمانی	مگر از خوشدلی یابم نشانی

گر عیب سر زلف بت از کاستن است | چه جای بغم نشستن و خاستن است
وقت طرب و نشاط و می خواستن است | کار ایش تحمل هم زپیراستن است نظم

عنصری چون ازان سخن دم زد | آتشی در تمام عالم زد | در حریفان فتاد جوش و خروش
بر گرفتند بانگ نوشا نوش | وقت شه زان ترانه خرم شد | ساغر خرمی دمادم شد
دست همت زتاج و تخت افشاند | عنصری را بپیش تخت نشاند | داد فرمان که جوهر آوردند
دهنش را سه باره پر کردند | آن دهانی که رنجیت بروی دُر | ساختش از سه باره جوهر پر
رفت آن عقد جوهرش زدهان | ماند این تازه دُر بگوش جهان | روزی بعرض سلطان رسانیدند

که رندی شیدائی گدائی بیسر و پائی با ایاز عشقبازی میکند و با چون تو پادشاهی انبازی میکند هرگاه ایاز بچوگان بازی بمیدان میرود این دیوانه سرگردان میگردد

و در پی گوی دوان میشود نظم | خواندش محمود و گفتا ای گدا | خواستی هم کاشکی با پادشا
رند گفتش گر گدا ایم گر نیم | عشقبازی راز تو گفتم نیم | عشق و افلاسند در همسایگی
هست این سرمایه بی سرمایگی | تو جهاندار ی ولی افروخته | عشق را باید چو من دلسوخته
ساز وصل ست آنچه تو داری بس | صبر کن با درد هجران یک نفس | شاه گفتش ای زهستی بی خبر
جمله چون برگوی میداری نظر | گفت زیرا که چو من سرگشته ایست | من چو او و او چو من آغشته ایست
هر دو در سرگشتگی افتاده ایم | بیسر و بی پا بجان استاده ایم | دولتی تر از من آمد گوی راه
کاسپ او در نعل بوسد گاه گاه | گرچه همچون گوی بی پا و سرم | لیک من از گوی محنت کش ترم
گوی اگرچه زخم دارد بیقیاس | از پی او میدود آخر ایاس | من اگرچه زخم دارم بیش ازو
نیستم او در پی و من پیش ازو | من نمی یارم بوصلش بوی برد | گوی وصلش یافت زین گوی برد
شهریارش گفت ای دریوزه من | دعوی افلاس کردی پیش من | گر نمیگوئی دروغ ای بینوا
مفلسی خویش را داری گوا | گفت تا جانم بود مفلس نیم | مدعی ام اهل این مجلس نیم
در ثنای محمود کو معنی عشق | جان فشان و رنی مکن دعوی عشق | این بگفت و بود جانش از جهان

خنجر اندر کف ایاز نهاد | گفت کن لطف و هر چه باداباد | قطع کن این کمند مشکین را
ورنه بر باد میدهم دین را | گفت ایاز از کجا برم ای شاه | تا که باشد بموجب دلخواه
گفت از نیمه زانکه نیم شب است | رفت یک نیمه زین شب طرب است | چون ایاز این سخن ز شاه شنید
نیمی از زلف خویشتن ببرید | چون ایاز که خسرو اقلیم استغنا و ناز بود از روی نیاز نصف

زلف را ببرید هوش سلطان نماند و عقلش بپرید چشمش تاریک شد و بمردن نزدیک گردید

چون بخود آمد گفت بیت | زلف بریده را چکنی تار تار بخش | تاری بعاشقان سیه روزگار بخش

ایاز فی الحال از ان زلف که سر رشته اش بچاهی میکشید تاری چند بچید و بوسه داد و

به پیش شاه نهاد نظم | بوسه داد و به پیش شاه نهاد | شاه دست کرم ببذل گشاد
ریخت چندان در و زر و جوهر | بهر فرمان شنید ش بر سر | کرد در پیش آن شه والا
تو انست کرد سر بالا | چون شب به آخر انجامید و هر کس بگوشه بیارامید سلطان

مست خراب گشته رفت بخواب چون صبح بدمید از خواب بیدار و اندکی هشیار شد از

حرکات شبانه یاد کرد و دو از جانش برآمد و روز عیش و طربش بسر آمد نظم

زلف ببریده را گرفت بدست | همچو ماتم رسیدگان بنشست | با دل خویش بر گرفت خروش
که چه بد بود آنچه کردم دوش | بود عمر دراز زلف ایاز | روی بر تافتم ز عمر دراز
نیمی از عمر خویش کم کردم | بر خود و عمر خود ستم کردم | صبر و هوش فتاده در کم و کاست
گه بجامی نشست و گه میخاست | روز بگذشت و او قرار نیافت | هیچکس را ز اهل بار نیافت
بر دربار جمله صف بستند | منتظر بهر بار بنشستند | عنصری راشدند راهنما
که برو خویش را بشاه نما | بو که این عقده را کشاد دهی | رنج واندوه را بباد دهی
عنصری را چو دید شاه ازدور | گفت هستم ز شغل خویش نفور | حسب حالم ترانه وه ساز
که بعیش شبانه آیم باز | عنصری بیکدو بیتی گرهی را که از بریدن زلف ایاز بر دل

محمود افتاده بود بگشود و آن دو بیت این بود که گفته اند ❊ رباعی ❊

روز افزون لعظم | بود ایاز آن به نیکوئی ممتاز | از همه لعبتان چین و طراز
آفتابی بر آسمان امید | سروی از باغ رحمت جاوید | جبهه اش نور صبح بهروزی
کار او روز دولت افروزی | ابروش قبلهٔ صفا کیشان | طاق محراب طاعت اندیشان
چشم او شیر گیر آهوی مست | صف شیران از و گرفته شکست | تناسب ز فرق تا بقدم
متواضع ز شاه تا به چشم | در ادای حقوق خدمت شاه | نشستی ز پای بیگه و گاه
خاطر شاه بود شیفته اش | وز جمال و ادب فریفته اش | شبی سلطان مجلسی آراست

چنانکه دل میخواست اسباب عیش و طرب دران انبوه و بترتیب و آئین نشسته دران بزم گروه گروه چون دوری چند بگردند و شعله اش مرمی بقبهٔ دماغ سلطان رسید نظم

دست عشقش بتافت دامن عقل | شوق وصلش بسوخت خرمن عقل | نقد جان در ره نیاز نهاد
چشم بر طلعت ایاز نهاد | دید زلفی که از بناگوشش | سر نگون سر نهاده بر گوشش
بند در بند و حلقه در حلقه | بند صد جان و دل بهر حلقه | سنبلی خم گرفته تاب زده
حلقه بر روی آفتاب زده | خواست تا در میان زهر تاری | بند و از عشق دوست زناری
رسم دین از میانه بر گیرد | شیوهٔ کافری ز سر گیرد | عصمتش بانگ زن که هان محمود
سایه ات باد بر جهان ممدود | پیش ازان کت بکف فتد کار | تیغ بر کش به قطع این زنار



راست گفتار خوب کردار بود و در زمان دولت او مملکت ملت حضرت رسالت پناه در
کمال امنیت و تمامی امت براحت بودند الغرض در بالتد که دران زمان خلیفه بود او را
یمین الدوله و امین الدوله لقب بخشید و چون در زمان دولت او مردم بر فاهیت
بودند و راهها در غایت امنیت از اطراف و اکناف تجار می آمدند و انچه مطلوب بود
می آوردند از انجمله یک نوبت صد و بیست غلام ترک آورده بودند اکثر صاحب جمال
و در حد اعتدال و ایاز یکی از ایشان بود چون آن کاروان غلامانرا بغزنین رسانیدند
مقومان ذوی البصیره را فرستادند که آنچه لایق باشد جهت پادشاهی بخرند و باقی را
گذارند که به هر کس که خواهند فروشند دران محل ایاز بیمار بود و بغایت ضعیف و
نزار تمامی غلامانرا قبول کردند و دست رد بر سینه او زدند چون او را موانستی تمام
با آنجماعت بود و همه را نگاه داشتند و او را قبول نکردند در محل بیرون رفتن فروگریست
و در رفتن شراره که از شعله حیاتش مانده بود میمرد و میزیست حالت او در دل سلطان
تاثیری تمام کرد کسی را دوانید و ایشان را باز گردانید فرمود که این یکصد و نوزده
غلام را برای خود خریدم این یکی را از بهر خدا میخرم او را نیز بیع کردند در بارگاه سلطان
محقر بگرفت و چون مرضش بر طرف شد او قات خود را بخش کرد بعد از ادای فرائض
و نوافل یک طرفة العین از خدمت سلطان غافل نماند و نهال مهر سلطان را در
زمین دل نشاند و به آبیاری مهر و وفا آنرا سرسبز و شاداب میداشت چنانکه آن
نهال هر روز لوائی دیگر بر می افراشت عاقبت آن درخت گلی نمود و عندلیب دل
سلطانرا بر بود چنانکه در عشق او نه صبر داشت و نه آرام بمرتبه که نمیدانست که خواب
چیست و بیداری چه و شب کدام است و روز کدام و این بیت حضرت جامی حسب حال ایشان است

گفتی شبی بخواب تو آیم ولی چه سود	چون من بعمر خویش ندانم که خواب چیست

چه ایاز را قابلیتی و حسن ملاحتی بود از حد بیرون هم در حسن صوری و هم در حسن معنوی

رسید پادشاه اصفهان باز لشکرے جمع کرده بر سر پادشاه اهواز آمد واین کرة فائق
گشته و دختر را برده و آن ولایت را زیر و زبر کرده چون هرمز رسید و آن حالت
را مشاهده کرد و از حال دختر پرسید نقیر و قطمیر بدو گفتند آتشی در جگرش برفروخت
و مغز استخوانش بسوخت دران اثنا قاصدی از اصفهان آمد و کتابت گل را مشتمل
بر انکه اگر خود را رسانده فبها والا دیدار قیامت افتاد چون بعد از مشقت بسیار و
گرفتاری دران راه بهر کیفیت به اصفهان رسید و میسر گشت که باتفاق از اصفهان بیرون
آمدند جمعی قطاع الطریق در راه ایشان را گرفتند و دایهٔ دختر و جمعی دیگر به قتل رسیدند
و عاقبت الامر از انجا نیز خلاص شده بروم افتادند و سالها با هم بعیش و سرور اوقات
گذرانیدند آخر الامر هرمز در سر چشمهٔ خرگاه زده بخواب رفته افعی دران سر چشمه او را

زخم زد و کشت و شیخ عطار فرمود	نظم ازین گردنده پرگار سبک رو	نماند هیچکس چه گل چه خسرو
درآمد تند بادی چون کنارے	ببرد آن هر دو تن را چون غبارے	چو چرخ پیر خونخواری ندیدم
بجز خون خوردنش کارے ندیدم	دلا تو خفتهٔ و هر زمانی	بدین وادی بی پایان جهانی
فرو رفتند تا چون خواهد آمد	وزین وادی که بیرون خواهد آمد	چه دریائیست این دریا نخوانی
که نی سر دارد و نی بن پدیدار	بسی گردون بسر خواهد گذشتن	گذشتست و دگر خواهد گذشتن
بسی افلاک خواهد بود و تو نه	تنت در خاک خواهد بود و تو نه	اگر عشرت کنی صد سال پیوست
	شوی با خاک آخر باز دردست	

مجلس شصت و یکم

خیر الحاکمین ابن سبکتگین که آفتابی بود بر آسمان و طلح منضود و ظل ممدود و سروی
از بوستان و صاحب لواء الحمد و المقام المحمود در تاریخ سیصد و هشتاد و نه بر خراسان
مستولی شد و در سی صد و نود و شش ملتانرا بگرفت و چند قلعه از قلاع هند مسخر
کرد و بتخانها ویران ساخت و رسم کفر از میان هندوان براند اخت و چون پادشاهی



یکی را پای در گل مانده از عشق | دگر را دست بر دل مانده از عشق | یکی چون ماه در تاب اوفتاده
دگر چون ماهی از آب اوفتاده | چو لختی طوف کردند آن دو دلجو | بخلوتگاه رفتند از لب جو
ز بیصبری دل هر مزمنی خست | که با گلرخ مگر در گل کند دست | بآخر چون بسی باهم بگفتند
چو شیر و چون شکر باهم بخفتند | چو باهم هر دو دلبر دست بودند | دو مغز و هر دو در یک پوست بودند
زده اسباب شادی دست بزم | بپای افتاده و مست باهم | بآخر چون شکر با شهد بستند
به بسته بر گشاده عهد بستند | که گر مهلت بود در زندگانی | بهم رانیم عمر کامرانی
برین چون مدتی بگذشت ایام | گل و هرمز نیاسودند از کام | جهان بر کام خود راندند یکچند
ولیکن دور هم ماندند یکچند | مبداء تفرقه از انجا شد که پادشاه اصفهان با لشکر عظیم بسر

اهواز آمد به طمع همین دختر و دران جنگ هرمز کارهای بهادرانه کرد و آن دختر بخود آمد
در جنگ گاه خود را به هرمز رسانید و او نیز کارهای مردانه کرد چون پادشاه اهواز بسبب
هرمز غالب شد مشار الیه بسیار معظم گشت و برسم رسالت او را نزد قیصر بروم فرستادند
ایشان یکدیگر را شناختند و چون هرمز مقید دختر بود از قیصر رخصت نمود چون باهواز

برآورفت وگفت ای دایه آخر | بیادم برمده سرمایه آخر | سخنها پیش تو بخورده گفتم
زسرمستی برون از پرده گفتم | زمن کینه مگیر ای سیم سینه | که از مستان کسی نگرفت کینه
زگل هم سوخت شیخ و هم کبابم | وزین آتش زسر بگذشت آبم | تو نیکی کن اگر بد کرده ام من
که بد با تو نه با خود کرده ام من | زبس کز دیده خون بگذشت بر وی | بزاری دایه گریان گشت بروی
بزاری گفت ای هرمز گرنیز | نخواهم هرگز ت خوردن جگر نیز | چو جان گلرخم از تست زنده
چرا پیشت نباشد دایه بنده | کنون رفتم بعذر این برماه | کنم آن ماه را زین مهر آگاه
رسانم هردو را چون ماه با مهر | نشانم هردو مه را چهر بر چهر | فگند القصه آخر در شبانگاه
اساس وعده در خلوتگه شاه | زمانی راست شد میعاد گاهی | که جمع آیند خورشیدی و ماهی
بیامد دایه چون بادی بر گل | چو گل خندان سخن گویان چو بلبل | گلش گفت ای گرامی تر ز جانم
چه آوردی خبر از دلستانم | چه سانت پرسم از گردره آخر | بگو شیر آمدی یا روبه آخر
بجوشش دو ادکای گل در جهان من | ندیدم همچو هرمز یک جوان من | ترا این عشق ورزیدن حلالست
که چون هرمز به نیکوئی محالست | نسازی کار با او با که سازی | نبازی عشق با او با که بازی
بسی دم داد مش القصه بارے | چو راضی گونه شد نیم داری | نهادم وعده تا چون شب درآید
ترا صبحے ز وصل او برآید | چو گل از دایه بشنود این سخن را | رخش شد همچو گل آن سرو بن را
بدو گفت ای بتو دل زنده جانم | چگونه شکر تو گفتن توانم | چو شد روز و شبی دیگر درآمد
فرو شد آفتاب و مه برآمد | نشسته بود هرمز منتظر وار | که تا با گل کند در باغ دیدار
چو پاسی شد ز شب مهتاب بفروخت | چو خورشیدی گل سیراب بفروخت | بباغ آمد چو ماهی دایه دلبر
به شکل آفتاب بے سایه دلبر | چو هرمز دید روی گل کزین را | بخدمت بوسه نه در وی زمین را
چو ماه او بخدمت راه بگرفت | زمین در پیش آمد ماه بگرفت | چو سایه از زمین بر ماه افتاد
گل خورشید رخ در راه افتاد | بنازش برد در زیر چمن در | فتاده این شکر لب آن سمن بر

می ناخورده مست افتاده هرمز | شده چون بیشیان بی باده هرمز

وبا او خوش برآمد فاما دایه چون بنیاد سخن کرد و اظهار آن حکایت بی سر و بن کرد دربرابر
آن از هر مز سخنان سرد شنید دایه از گفته پشیمان گردید دیگر هر چند بیخودی می نمود
سودی نداشت و دایه آنرا ابیاً گفتوراً می پنداشت چنانکه با دختر جنگ میکرد و او را
از عشق هر مز منع مینمود و مهر او را از لوح ضمیرش میزدود چنانکه یکبار او را دید که بر
بام میرود و با او خشونت کرد و گفت نظم

شنوی بر بام و سازی کار دیگر	نیاید ننگت ای بدنام آخر	دران ره میزنی تا بار دیگر
گهش گفت ای شدی بی آگه از من	من اینم تو بره بگزین به از من	توقف کن فرو آرام آخر
دلم برخاست چون بنشینم آخر	چو شد بر بام هر مز بود در باغ	جهان بین نه جهان چون بینم آخر
نقاب عنبرین از ماه برداشت	دل هر مز نفیر و آه برداشت	بیک دیدن نهادش بر جگر داغ
که باران بهاری ریخت بر راه	برون افتاد چون آتش زباش	چنان دل بسته او شد بیک راه
چو دل سر در ره پیوندش آورد	بموی زلف گل در بندش آورد	زحیرت آب آمد در دهانش
		چون گل را تحقیق میوست که

که تیر عشق او تا بر در دل هر مز نشست ویقین دانست که مرغ دل او در دام مهرش گرفتار
گشت دران گرفتاری بی آرام و بی قرار گشت نظم

چو خورشیدی به پیش سایه آمد	رخ چون کاه او گشته چو ماهی	وزان شادی جهان بر وی چو کاهی
چو دایه آنچنان دیدش عجب داشت	که تا خود گل چرا پر خنده لب داشت	بدو گفته چه بد یارب که گل دید
که یکساعت پس از گریه نخندید	ندانستم ترا چندین دلیریست	بدین روزت ندیدم اینچه سیریست
چو خندانی بگو احوالت امید است	که گل از خنده بیرون آمد از پوست	گلش گفت این زمانم از زمانه
یکی تیر آمد آخر بر نشانه	شدم بر بام و کار خویش کردم	دل او چون دل خود ریش کردم
بزلفم کرد مش داغ جگر سوز	ازان زلفم سیه تا بست امروز	چون دایه بر انحال اطلاع

یافت دو سه روزی دختر را تسکین داد و بعد ازان روزی بباغ در آمد هر مز پیش وی دید
و سلام کرد دایه جواب داد نظم

چو هر مز دایه را با خود بکین دید	بغایت خشمناک و زهر گین دید

اگر من دم زنم در شرح رویش | پریشانیم روی آرد چو مویش
کسے کز دور وصفش می شنیدی | ترنج و دست بیخود می بریدے
همه کشور از و پر جوش می شد | که هر کس دید از و بیهوش میشد
شد آن چشم و چراغ روی آفاق | بزور و علم چون ابروی خود طاق
چنان آوازه اش خورشید فرشد | که چرخ از وی بپا آمد بسر شد

دایه خسرو شاه در همان چند روز چون فوت شد وزن باغبان اورا شیر داد و پرورد همه کس او را پسر باغبان میدانستند پادشاه اهواز را دختری بود در غایت حسن و جمال روئی آراسته از زلف و خال مثنوے

گلش اندام و گلرخ نام بودے | سنبر خواهر بهرام بودے
چو نقاشان لطفش نقش بستند | اگر عاقل بدیدی نقش رویش | شدی دیوانه زنجیر مویش
بام قصر بر شد چاشتگاهی | قلم بر نقش حسن او شکستند | قضارا گلرخ دلبر چو ماهی
بزیر بید هر مزبود خفته | تماشارا بیامد تا لب باغ | نهادش آن تماشا بر جگر داغ
عرق بر گرد ماه او نشسته | ز صحن هوشیاری هوش رفته | خرد بر خاک راه او نشسته
چو گل را نرگس تر بر مه افتاد | کمند عنبر بیش خم گرفته | گل صد برگ او شبنم گرفته
فرو میبرد آب گرم از دور | دلش چون ماهتابی بره افتاد | دم سرد از جگر بر زد چو کافور
جهان بر چشم او زیر و زبر شد | چو ابر نوبهاری اشک ریزان | چو گلبرگ از صبا افتان و خیزان
میان راه مرغ نیم بسمل | بیفتاد و ز هستی بیخبر شد | چگونه پر زند در خاک و در گل
چنان پر میزد آن مرغ دل افگار | زهی عشق و زهی درد و زهی کار

بعد از انکه آن دختر را چنان کاری افتاد حال خود را با دایه در میان نهاد دایه استبعاد بسیار کرد و روی خود را به طپانچه افگار کرد که دختر سلطانی را با پسر باغبانی چه مناسبت وکسی در خاطر تواند گذراند میان این وضد مواصلت چون دید که دختر بهیچ وجه متقاعد نمیشود و هیچگونه آرام نمی گیرد بحسب ضرورت روزی بباغ درآمد و بر هر مزسلام کرد

تاریک شب چراغ مرده | گفت ازپی آنکه بخت برگشت | اندازهٔ کارها دگرگشت
بارید ببباغ ماتمگرگے | دزگلبن ما نماند برگے | لیلی شد ورخت ازینجهان برد
باداغ تو زیست هم دران مرد | مجنون خراب مست مدهوش | زان زلزله شد تمام ازهوش
چون صاعقه خرده برافروخت | زان برق هم اوفتاد وهم سوخت | برداشت بسوی آسمان دست
انگشت کشاد دیده دربست | کای خالق هرچه آفریدست | سوگند بهرچه برگزیدست
کز محنت خویش وارهانم | درحضرت یار خود رسانم | چون تربت دوست دربرآورد
ایدوست بگفت وجان برآورد | اونیز گذشت ازین گذرگاه | وان کیست که نگذرد برین راه
بشتاب که راحت ازجهان رفت | آهسته مران که کاروان رفت | این هفت سراژدهای خونخوار
درگرد تو حلقه کرده چون مار | گر درنگری بفرق پایت | درحلقهٔ اژدهاست جایت
بگذر زجهان که شهره دزدست | کژباز وحریف مهره دزدست | درروفات لیلی ومجنون خلافست

آنچه اصح است آنست که درزمان هارون الرشید در ربیع الاول سنه احدی وتسعین
ازهجرت لیلی وفات یافته ومجنون بعدازو بچند وقت

مجلس شصتم

خورشید منظر ماه پیکر خسرو شاه ابن قیصر شاهزاده بود درحسن وجمال رشک خسرو خاوری
یگانه زمان ونادره دوران درشیوهٔ دلبری نظم

بهاری فارغ ازباد خزانی | گل نورستهٔ درباغ جانی | خط اوسبزه زار عالم جان
لب لعلش حیات آب حیوان | اورا پدر ومادر ازخدا خواسته بودند بروزه ونماز وقصه

آن دورست ودرازشیر دهنده اش ازروم بولایت خودمیبرده به سببهای غریب
وحالتهای عجیب به اهواز افتاده وازضعف وفروماندگی آن ضعیفه طفل شیرخوارهٔ را
بردوش درمیان خارزاری نشسته باغبان پادشاه آن گل رادرمیان خارزار
یافته وپرورده اوراهرمزنام کرد ودرعالم حالا به هرمز اشتهار یافته است نظم

یک تن از قومش بمجنون گفت باز | تن برهنه ماندهٔ ای سرفراز | جامهٔ کان دوستر داری ببر
گر بگوئی من بیارم این نفس | گفت هر جامه سزای دوست نیست | هیچ جامه بهترم از پوست نیست
اطلس و اکسون مجنون پوست است | پوست خواهد هر که لیلی دوست است | دیده ام در پوست روی دوست من
کی شناسم جامهٔ جز پوست من | عاقبت از گردش این دایرهٔ بی مدار و جنبش این چرخ

ناپایدار بیوفائی غریب کرده روزگار فاعتبروا یا اولی الابصار

افتاد بچاه دردمندی | شد چشم زده بهار و باغش | نظم لیلی ز سر بریده بلندی
زان روز که یار از وجد اشد | سروش ز گداختن گیا شد | زد باد طپانچه بر دماغش
یکباره فتاد و گشت بیمار | تب لرزه شکست پیکرش را | تا کاربدان رسید کز کار
بر مادر خویش راز بگشاد | یکباره در نیاز بگشاد | بتخاله کشید شکرش را
کاهو برد زهر خورد با شیر | چون جان ز لبم نفس کشاید | کای مادر مهربان چه تدبیر
در گردنم آر دست یکبار | خون من و گردن تو زنهار | گر راز کشاده گشت شاید
وز دوری دوست مرده باشم | آواره من چو گردد آگاه | کان لحظه که جان سپرده باشم
دانم که ز راه سوگوارے | آید بسلام این عماری | کاواره شدم من از وطن گاه
در روی منه نظر نخواری | من داشته ام عزیز وارش | از بهر خدا نگوش داری
گو لیلی ازین سرای دلگیر | آن لحظه که می برید ز نجیر | تو نیز چو من عزیز دارش
بر یاد تو جان پاک میداد | احوال چه پرسیم که چون رفت | از بهر تو تن بخاک میداد
تا داشت درین جهان شماری | جز با غم تو نداشت کاری | با عشق تو از جهان برون رفت
هم در هوس تو درد ناکست | چون منتظران درین گذرگاه | وامروز که در نقاب خاکست
چون راز نهفته بر زبان داد | جانان طلبیده بود جان داد | هست از قبل تو چشم در راه
بنوشت جهان برات او نیز | طغراکش این مثال مشهور | پرداخته شد حیات او نیز
کز حادثهٔ وفات آن ماه | چون زد شکسته دل شد آگاه | برشقه چنین نوشت منشور
| | آمد بر آن زراه برده

اگر کسم همان یک نظر بسم میگویند که اهل لیلی مجنون را در قبیله خود راه نمیدادند و حالانکه

به منطوق این بیت حسن شعر | اگرچه در عرب از بهر قبله کعبه بنا شد | نبود قبیلهٔ مجنون بجز قبیلهٔ لیلی

روزی توجه او بدانجا بود و دری بروی او را آنجا میکشود نظم

کز کدامی سوی قبله است ای پسر	گفت اگر هستی تو کلوخی بی خبر	اینکت کعبه تو در سنگی نگر
کعبهٔ جان روی جانان دیدنست	روی او در کعبهٔ جان دیدنست	کعبهٔ عشاق مولی آمده ست
وان مجنون روی لیلی آمده ست	گرچه کعبه قبلهٔ اهل جهانست	لیک ایم کعبهٔ دل قرب جانست
در حرم گاهی که قرب جان بود	صد هزاران کعبه سرگردان بود	سرگردان میگشت در کوه و دشت

که بچه وسیله رو بدان قبله آرد نظم

سرنگون شد پوست اندر سر فگند	خویشتن را کرد همچون گوسفند	آن شبانرا گفت بهر کردگار
درمیان گوسفندانم گذار	سوی لیلی ران رمه من درمیان	تا بیایم بوی لیلی یک زمان
تا نهان از دوستی پر پوست من	بهره یابم ساعتی از دوست من	عاقبت مجنون چو زیر پوست شد



بار مه پنهان بسوی دوست شد	خوش همی بر خاست دل جوش از و	پس بآخر گشت ایل هوش از و
چون درآمد عشق و آب از سر گذشت	برگرفتش آن شبان دوش بدشت	آب در روی آن مست خراب
تا دمی بنشست آن آتش ز آب	بعد ازان روزد گر مجنون مست	گشت با قومی بصحرا در نشست

یارب که ازین گزاف کاری | توفیق دهم بر ستمگاری | رحمت کن و در پناهم آور
زین شیفتگی برا هم آور | دریاب که مبتلای عشقم | آزاد کن از بلای عشقم
مجنون چو حدیث عشق بشنید | اول بگریست پس بخندید | از جای چو مار حلقه برجست
در حلقهٔ زلف کعبه زد دست | میگفت و گرفته حلقه در بر | کامروز منم چو حلقه بر در
در حلقهٔ عشق جان فروشم | بی حلقهٔ او مباد گوشم | پرورده عشق شد سرشتم
بی عشق مباد سر نوشتم | یارب تو مرا بروی لیلی | هر لحظه بده زیاد میلی
از عمر من آنچه هست برجا | بستان و به عمر او درافزا | میداشت پدر بسوی او گوش
این قصه شنید و گشت خاموش | دانست که دل اسیر دارد | دردی نه دوا پذیر دارد

پدر مجنون با سرداران قوم چون او را بدان حال بدیدند از کعبه نا امید برگردیدند مجنون بطریق معهود در کوه نجد و نواحی آن میگردید و با دمی همپو دم نظم

میجست علاج را طبیبی | وحشی شده و رسن گسسته | میخواند چو عاشقان نشیبی
خو کرده چو وحشیان بصحرا | با شنخ نباتهای خضرا | وان چهره بخون دیده شسته
بر خدمت او شده شتابان | از شیر و گوزن و گرگ و روباه | هر وحش که بود در بیابان
ویشان همه گشته بنده فرمان | او بر همه شاه چون سلیمان | لشکرگاهی کشیده در راه
و دران صحرا و کوه با هزاران

درو و اندوه اشعار پر درد میگفت و در معانی به الماس بیان می سفت و این چند بیت از جملهٔ اشعار او ست نظم

فراقک من تهوی امر من الصبر | ولاشی فی البلوی آخر من الهجر
ولما حدی الحادی و سار کاربهم | و نادی المنادی بالرحیل مع الفجر | فقلت توقف کی افوز بنظرة
لاجعلها زادی الی منتهاعمر | میگوید فراق تو ای آنکسی که محبوب دل منی تلختر است
از صبر سقوطری و هیچ چیز در بلا ها اضر نیست از هجر تو ای رشک پری و هر گاه که ساربان بنیاد حدی کند و منادی ندا کند که طبل کوچ زنند زاری کنم که چندان توقف کنید که بیک نظر از دیدار لیلی فایز گردم که دیدار یاران زاد راه مسافرانست که تا آخر عمر

هرچه بگذشتی ازین بابا دبود | من نیم زان عاشق شهوت پرست | تا کنم خالی زیاد دوست دست
تا که باشد یاد غیری در حساب | ذکر مولی باشد از تو در حجاب | چون همه یاد تو از مولی بود
همچو مجنونت همه لیلی بود | گفت او را چون نمیخواهی برت | این همه سودا برون کن از سرت
آنجا که ذات وحدت با ذات متحد شد | آنجا کدام مجنون آنجا کدام لیلی | گفتند سخن او را اعتبار نیست بهتر از
رفتن به قبیله لیلی کار نیست نظم | مسکین پدرش بمانده در بند | رنجور دل از برای فرزند
در پرده آن خیال بازی | بیچاره شده ز چاره سازی | با انجمنی بزرگ برخاست
گرد از همه دی کاروره راست | آراسته باچنان گروهی | میرفت به بهترین شکوهی

چون اهل قبیله واقف شدند ایشان را به اعزاز و اکرام فرود آوردند و از کیفیت حال استفسار نمودند چون مدعی سید عامری را معلوم کردند پدر لیلی دست رد بر سینه خواست ایشان زدو آتشی در دل سوخته آن جمع پریشان زد نظم

بیگو تو فلک بکار خویش است | گرچه سخن آبدار بینم | کاین گفته نه برقرار خویش است
گر دیستی درین شمار است | دشمن کامیش صد هزار است | برآتش تیز کی نشینم
فرخ نبود چو هست خودکام | دیوانگیی همی نماید | فرزند تو گرچه هست خوشنام
تا او نشود درست پیکر | این قصه نه گفتنی ست دیگر | دیوانه حریف ما نشاید
جز باز شدن دری ندیدند | نومید بجای خویش رفتند | چون عامریان سخن شنیدند
هریک بدیار خویش رفتند

چون عامریان از قبیله لیلی نا امید باز گشتند علاج کار خود در رفتن بکعبه معظمه دیدند تمامی پیران قوم مجنون را به بیت الحرام درآوردند و دست دعا و نیاز از خلوص نیت برآوردند پدر مجنون همچون دل از پرده بیرون که دران غم بیچاره و از خان و مان آواره شده بود نظم

گفت ای پسر این نه جای بازیست | بگرفت برفق دست فرزند | در سایه کعبه داشت یک چند
کز حلقه غم بدر توان رست | بشتاب که جای چاره سازیست | در حلقه کعبه حلقه کن دست
وز صاحب خانه چاره میجوی | وانگه بزبان حال میگوی

در هر دهنے حکایتے بود | کردند بسے بهم مدارا | تا راز نگردد آشکارا
بند سر نافه گرچه خشک است | بوی خوش او گواه مشک است | بادی که ز عاشقی خبر داشت
بر رقع ز جمال هر دو برداشت | چون شیفته گشت قیس را کار | در چنبر عشق شد گرفتار
از عشق جمال آن دلارام | نگرفت بهیچ منزل آرام | در صحبت آن نگار زیبا
می بود و لیک ناشکیبا | وانانکه نه او فتاده بودند | مجنون لقبش نهاده بودند
او نیز بوجه بنیوائے | میداد برین سخن گواهی | وچون مدتی برین حال

بگذشت ناگاه از بام بفتاد طشت چشمه چشم ایشان بگشاد و راز شان بار و افتاد سنگ تفرقه درمیان ایشان انداختند و از یکدیگر شان جدا ساختند ✤ رباعے ✤

لیلی چو بریده شد ز مجنون | میریخت ز دیده در مکنون | مجنون چو ندید روی لیلی
از هر مژه گشاد سیلے

در اطراف و جوانب قبایل چندی بودند او را هم زبان وهم دل چون جدائی ایشان دیر کشید حال مجنون آشفته شیدا به اضطرار رسید آن دو سه یار پیش پیش و مجنون در پی پنهان آمدند در حی نزدیک به خرگاه لیلے در صورت گدایان بنشستند و از راه خواست ناله در پیوستند نظم آن دید درین و حسرتی خرد

وین دید دران و نوحه کرد | لیلی ز خروش چنگ در بر | مجنون چو رباب دست بر سر
لیلی چه سخن پری وشی بود | مجنون چه حکایت آتشی بود | لیلی سمن خزان ندیده
مجنون چمن خزان رسیده | قانع شده این ازان هبوئی | وان راضی ازان بپرس وجوئی

چون حال مجنون بیچاره تباه گشت پدر از کماهی احوالش آگاه گشت با پیران عامر مشاورت نمود بغیر از خواستگاری لیلی دری نه کشود گفتند اول با مجنون تهیه سوال و جواب کنیم و بعد ازان فکر اسباب کنیم ✤ نظم ✤

گفت اگر خواهی تو لیلی را بخواه | گفت او هرگز نیاید زن مرا | آن یکی درخواند مجنون را ز راه
یا دخوشتر گفت از لیلے مرا | سرکشی اورا دو ادیلی مرا | بس بود از زاری و شیون مرا
مغز عشق عاشقان مادی بود

سراینده چنین افگند بنیاد | که چون در عشق شیرین مرد فرهاد | دل شیرین بدرد آمد ز داغش
که مرغ نازنین گم شد ز باغش | بران آزاده سرو جویباری | بسی بگریست چون ابر بهاری
برسم مهترانش حله در بست | بخاکش داد و آمد باد در دست | ز خاکش گنبد عالی برافراخت
وزان گنبد زیارت خانه ساخت | وزان پس از سر خاکش خروشان | بسوی قصر شد گریان و جوشان

میگویند این قصه در اول زمان حضرت مصطفی صلی الله علیه وآله وسلم بتاریخ دوم سال از هجرت بود

مجلس پنجاه و نهم

قیس عامری که شیفته بود در حلقهٔ زمرهٔ بایکم المفتون و آشفته از سلسلهٔ دایره یقولون انه لمجنون از ازل الآزال تا رسیدن عمر او به چهل و پنجسال مثنوی عشقش بدو دست آب میداد

زان گوهر عشق تاب میداد | شد جان پدر بروی او شاد | از خانه به مکتبش فرستاد
جمع آمده از سر شکوهی | با او بموافقت گروهی | با آن پسران خرد پیوند
هم لوح نشسته دختری چند | بود از صدف دگر قبیله | ناسفته دریش هم طویله
آفت نرسیده دختر خوب | چون عقل بنام نیک منسوب | آراسته بعتبی چو ماهی
چون سرو سهی نظاره گاهی | آهو چشمی که هر زمانی | کشتی بکر شمهٔ جهانی
زلفش چو شبی رخش چو باغی | یا مشعلهٔ بچنگ زاغی | روی او سپیلی مستنیری که

اقتباس نور نموده باشد از مهر منیر بدر الدجی و موی او سیاه دلی همرنگ قیری که کسب ظلمات بعضها فوق بعض کرده باشد از غایت و ماحیر اسری بعبده لیلا نظم

در هر دلی از هواش میلی | گیسوش چو لیل و نام لیلی | از دلداری که قیس دیدش
دل داد بمهر و جان خریدش | او نیز هوای قیس میجست | اندر دل هر دو مهر میرست
مستی نخست بادهٔ سخت است | افتادن ناقتاده سخت است | چون از گل مهر بو گرفتند
باهم همه روز خو گرفتند | چون یکچندی برین برآمد | افغان زد و نازنین برآمد
زان دل که بیکدگر بدادند | در معرض گفتگو فتادند | زان قصه که محکم آیتی بود

خرامان میشد آن ماه منور | پس و پیشش تپان مانند اختر | شکر لب داشت بر لب ساغر شیر
بدستش داد کاین بر یاد من گیر | چو عاشق مست گشت از جام بادی | ز مجلس عزم رفتن کرد ساقی
شده بر کوه کوهی با دل تنگ | سری بر سنگ میزد بر سر سنگ | خبر رفتن شیرین بطرف کوه

بیستون چون بخسرو رسید تمامی ارکان دولت را طلبید و بطریق مشاورت در دفع فرهاد از هر یک استفسار مینمود آخر الامر مردی کار دیده آن عقده را بگشود گفت کسے بباید فرستاد پیش فرهاد تا گوید که شیرین بمرد بلاشبهه از شنیدن آن جان بخواهد برد چون خاطر بران قرار دادند مطلقاً با هیچ فردی دران زبان نگشادند ❊ نظم ❊

طلب کردند نافرجام گوئے | گره پیشانی دلتنگ روئے | سخنهای بدش تعلیم کردند
به زر وعده با آهن بیم کردند | فرستادند سوی بی ستونش | شده بر پی حفاظی رهنمونش
سوی فرهاد رفت آن سنگدل مرد | زبان بگشاد و خود را تنگدل کرد | که ای ناوان غافل در چه کارے
چرا عمری بغفلت میگذاری | بگفتا بر نشاط روی یاری | کنم زینسان که بینی دستکاری
چه یاران یار کو شیرین زبانست | مرا صد بار شیرین تر ز جانست | چو مرد ترش روی تلخ گفتار
غم شیرین بروبس دید درکار | برآورد از سر حسرت یکی باد | که شیرین مرد واگه نیست فرهاد
ز خاکش عنبر افشاندند بر راه | به آب دیده شستندش همه راه | هم آخر با غمش دمسار گشتند
سپردندش بخاک و باز گشتند | چو افتاد این سخن در گوش فرهاد | ز طاق کوه چون کوهی در افتاد
برآورد از جگر آه شغب ناک | چو مصروعی همی غلطید بر خاک | عاقبت از سخنان سرد آن

ناجوان مرد بسی همچون مرغ نیم بسمل میطپید و بسیاری در خاک و خون گردید و هر خاک که برگرداو بود بر سر کرد و همچون سبزه پژمرده سر از خاک برکرد ❊ نظم ❊ صلای درد شیرین در جهان داد

زمین بر یاد او بوسید و جان داد | زمانه خود جز این کاری نداند | که اندوهی دهد جانی ستاند
چو کار افتاده گردد بینوائی | در و گیرد ز هر سوئی بلائی | چنان در خوشدلی بی بهر گردد
که در کامش طبر زد زهر گردد | چنان تنگ آید از شوریدن بخت | که بر باید گرفتش زیمهان سخت

که گر میرم کند بالین من راست | اگر صد سال در جائی نشینم | کسے جز آه خود بالا نه بینم
وگر گردم بکوه و دشت صد سال | بجز سایه کسم ناید به دنبال | سگان را در جهان جا و مرا نه
گیا را در زمین پا و مرا نه | پلنگان را بکوهستان پناهست | نهنگان را بدریا جایگاهست
من بی سنگ خاکی مانده دلتنگ | نه در خاکم به آسایش نه در سنگ | مبادا کس بدین بی خان و مانے
بدین تلخی چه باید زندگانی | بدین بی روغنی مغز و دماغم | غم دل بین که سوزد چون چراغم
زمن خاکستری مانده است ازین درد | بخاکستر توان آتش نهان کرد | منم خاکی چو باد از جای رفته
نشاط از دست و زور از پای رفته | اگر پائی بدست آرم دگر بار | بدامن در کشم چون نقش دیوار
به صد دیوار سنگین پیش پولس را | برآرم تا نه بینم هیچ کس را | روزی شیرین را هوای فرهاد

در سر افتاد با جمعی از محرمان آن راز در میان نهاد خیمه از کوشک بیرون زدو رقم تفرج بستبون

نظم بفرمود اسپ را زین برنهادند | صبا را مهد زرین برنهادند | برون آمد چگویم چون بهارے
بزیبائی چو یغمائی نگاری | روان شد نرگسان بر جو آب گشته | چو صد خرمن گل سیراب گشته
چو کوهی کوهکن راسوے خود خواند | وزانجا کوهکن زد کوهکن راند | زنعلش بر صبا سمار میزد
زمین را چون فلک پرکار میزد | چو آمد با نثار مشک و نسرین | بر آن کوه سنگین کوه سیمین



که از شیرین جدا ماندست مهجور | سلامش کرد و پرسیدش که چونی | چرا از مجلس شادی برونی
جوابش داد و گفتا ای جوانمرد | لب خشکم ببین و گونهٔ زرد | ندارم در جهان از نیک و بد کس
کرا گویم که تو فریاد من رس | چون قاصد پیغام خسرو را بدو رسانید و به افسانه و افسون

اندکی دل او را از بند غم برهانید سبک از جای برجستند و احرام ملازمت درگاه بستند چون بکریاس اساس خسرو رسیدند و بشرف بساط بوسی مشرف گردیدند خسرو از وی چیزها پرسید

در مقابل هر سوالی جوابی شافی شنید نظم

بیاران گفت از خاکی و آبی | ندیدم کس بدین حاضر جوابی | چو عاجز گشت خسرو در جوابش
نیامد پیش پرسیدن صوابش | کشاد آنگه زبان چون تیغ فولاد | نگفتند الماس را بر سنگ بنیاد
که مارا هست کوهی بر گذرگاه | که مشکل میتوان رفتن دران راه | میان کوه راهی کند باید
چنان کامد شدن ما را بشاید | بدین تدبیر کس را دسترس نیست | که کار تست این و کار کس نیست
جوابش داد مرد آهنین چنگ | که بردارم ز راه خسرو این سنگ | بشرط آنکه خدمت کرده باشم
چنین شرطی بجای آورده باشم | ولی خسرو رضای من بجوید | به ترک شکر شیرین بگوید
به تندی گفت آری شرط کردم | وگر زین شرط برگردم نه مردم | چو بشنید این سخن فرهاد دیدل
نشان کوه چست از شاه عادل | بکوهی کرد خسرو رهنمونش | که خواند هر کس اکنون بیستونش
ز دعوی گاه خسرو با دمی خویش | روان شد کوهکن چون کوه آتش | بدان کوه و کمر برفت چون باد
کمر بربست و زخم تیشه بگشاد | نخست آزرم آن کرسی نگهداشت | برو تمثالهای نغز بنگاشت
به تیشه صورت شیرین بدان سنگ | پس آنگه از سنان آتش انگیز
گذارش کرد شکل شاه و شبدیز | چو شد پرداخته فرهاد چالاک | ز صورتکاری دیوار آن سنگ
به کوه انداختن بگشاد بازو | همی سنجید سنگی بی ترازو | به شب هنگام کز صحرا همی اندوه
رسیدی آفتابش بر سر کوه | شدی برپای آن صوت زدی بوس | برآوردی ازین حسرت صد افسوس
که ای محراب چشم نقشبندان | دو ابنجش روان دردمندان | نپندارم کسی در خیل پیدا است

نه صبر آنکه دارد پای دوری | نه برگ آنکه سازد با صبوری | شبی وصد دریغ و نوحه تا روز
دمی وصد هزاران آه دلسوز | روز بهر نوع که بودی بگذراندی فا بانغمهای شبهای تار

درماندی دور از یاران گمن همچون مجنون با خود در سخن از بیخودی در شبهای تار هزار بار مرگ خود جسته و هر زمان از سوز داغ هجران دست از جان خود شسته از یکطرف از آب چشم و شعله عشق پر آتش و آب و از یک طرف از فرقت یاران در اضطراب روزی سنگ از کان بیکند بدان روز و شب جان بیکند نظم

دل از جان برگرفته وز جهان سیر | بلا همراه در بالا و در زیر | شبی وصد دریغ و ناله تا روز | دلی وصد هزاران حسرت و سوز
چو وحشی توسن از هر سو شتابان | گرفته انس با وحش بیابان | ز معروفان آن دام زبان گیر
بر و گرد آمده یک دشت نخچیر | یکی پهلو گشن رفتی یکی جای | یکی دامانش لیسیدی یکی پای

یکی از محرمان راز پرده از روی کار برداشت و کماهی این حال را در مجلس خسرو عرضه داشت چون آن سخن را سر تا پای گفت خسرو اول از ان شادمان گشت و آخر بر آشفت نظم

بنزدیکان خود نامحرمی چند | نشست و زد دریغ معنی دمی چند | که با این مرد سودائی چه سازیم
بدین مهره چگونه حقه بازیم | اگر مانم بد و کارش تباهست | وگر خون ریزمش خود بیگناهست
خردمندان چنین دادند پاسخ | که ای دولت بدیدار تو فرخ | نخستش خواند باید با صد امید
ز رافشانی بدو کردن چو خورشید | ورش نتوان بزر معزول کردن | به سنگی بایدش مشغول کردن
که تا آنروز کاید روز او تنگ | گزارد عمر در پیکار آن سنگ | چون ارکان دولت در مجلس

خسرو یکجا قرار دادند جمعی را تهیه کرده به طلب کوهکن فرستادند و مقرر کردند که هر کس او را همراه ازین سفر باز گردد بخلعت پادشاهانه و عنایات خسروانه سرافراز گردد نظم

ز هر سو هر یکی میراند بشتاب | چنان آن تشنگان را از پی آب | بجستندش همی کوه و بیابان
تهی می یافتند آن گوهر از کان | یکی از قاصدان درگه شاه | نظر انداخت بر شخصی زناگاه
چو مجروحان دل از شادی گسسته | غبار عاشقی بر وی نشسته | بدانست او که فرهاد دست رنجور

شنیدم نام او شیرین ازان بود | که در گفتن بسی شیرین زبان بود | کسی را کان سخن در گوش رفتی
گرافلاطون بُدی از هوش رفتی | چو بگرفت آن سخن فرهاد در گوش | ز گرمی خون گرفتش در جگر جوش
برآورد از جگر آه شغب ناک | چو مصروعی ز پای افتاده بر خاک | چو شیرین دید کان آرام رفته
دلی دارد چو مرغی دام رفته | هم از راه سخن شد چاره سازش | بدان دانه بدام آورد بازش
پس انگه گفت کای فرزانه استاد | چنان خواهم که گردانی مرا شاد | گله دور ست و ما محتاج شیریم
طلسمی کن که شیر آسان بگیریم | زماتا گوسفندان یکدو فرسنگ | بباید کند جوئی محکم از سنگ
که چوپانانم آنجا شیر دوشند | پرستارانم آنجا شیر نوشند | چو اگه گشت ازان اندیشه فرهاد
روان انگشت را بر دیده بنهاد | وزانجا رفت بیرون تیشه بردست | گرفت از مهربانی پیشه بر دست
بدایشان گفت کان موضع کجاست | که شیرین را بدان میل هواست | نشان دادش یکی فرزانه دستور
بدان موضع که هست امروز مشهور | چنان از هم دریدانم آن بوم | که میشد زیر زخمش سنگ چون موم
بیکماه از میان سنگ خارا | چو دریا کرد جوئی آشکارا | چنان ترتیب کرد از سنگ جوئی
که در دورش نمی گنجید موئی | چو کار آمد بآخر حوضه بست | که حوض کوثرش زد بوسه بر دست
خبر بردند شیرین را که فرهاد | تمام حوض بست و جوی بگشاد | چنان کز گوسفندان شام و شنگیر
بحوض آمد بپای خویشتن شیر | بهشتی پیکر آمد سوی آن دشت | بگرد جوی شیر و حوض میگشت
چنان پنداشت کان حوض گزیده | نکردست آدمی هست آفریده | بلی باشد ز کار آدمی دور
بهشت و جوی شیر و حوضه و حور | بسی بر دست فرهاد آفرین کرد | که رحمت بر چنان کس کو چنین کرد
چو زحمت دور شد نزدیک خود اندید | ز تزدیکان خود برتر نشاندش | چو فرهاد را آن اعزاز و

اکرام کردند بیکبارگی او را بی صبر و آرام کردند که نه یارای نشستن ماند و نه پای رفتن

این بیت فنائی را بر خود خواند که بیت

حیرانم ازین شیوه ندانم که چه سازم | نی با تو توان بود و نه هم بی تو توان زیست
عاقبت آن بیچارهٔ پریشان روزگار را شفقت

هیچ نوع نتوانست قرار گرفت نظم

ازانجا راه صحرا تیز برداشت | چو دریا اشک صحرا ریز برداشت

لاجرم پر شور شد زان کشوری | این پر اکنون در نگارستان چینیست | اطلبوا العلم و لو بالصین از تست

بنا بران اول بهار بود که از هندوستان عزیمت چین نمود و چگونگی از خود رسول بر ساخت خاقان و آمدن پیش اسکندر و بزبان شیخ نظامی مبسوط ذکر کرده و گفته از پیشکشها که خاقان کشیده وجهت اسکندر یکی آن دختر بود که آن کارها نمود خواه در طریق دلربائی وخواه در شیوهٔ کشورکشائی

مجلس پنجاه و هشتم

چهره کشای ایوان بی ستون ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد نظم

مجستی دان اقلیدس کشائی | بوقت هندسه عبرت نمائی | به آهن نقش چین بر سنگ بندد
بصنعت سرخ گل را رنگ بندد | زبس نقش غریب سنگ و آهن | بر آرد چشمهٔ خورشید روشن
به پیشه از زیش شاگرد تا روم | به تیشه سنگ خارا را کند موم | چو یک پیل از سطبری و بلندی
به مقدار دو پیلش زور مندی | فرهاد و شاپور در بلاد چین باهم میبودند و به نقش بندی

وصورتگری اشتغال مینمودند شیرین را هوس آن شد که جوئی بکنند که از دو فرسنگی منزل او که گوسفندان را بدوشند از انجا شیر به پیش کوشک او آید چون این حال بشاپور گفت

نظم

زمین بوسید و بعرض شیرین رسانید | که هست اینجا مهندس مرد استاد
جوانی نام او فرزانه فرهاد | بدین چشمه گل از خارت برآید
بود هر کار بی استاد دشوار | بجستن کرد شاپور آن زمین را
بدست آورد فرهاد گزین را | برسم مهتران کرسی نهادش
در آمد کوهکن مانند کوهی | رقیبان حرم بنواختندش
بواجب جایگاهی ساختندش | میان دربسته و باز و کشاده
در اندیشه که لعبت باز گردون | جهان ناگه شبخون بازی کرد
چه بازی آورد از پرده بیرون | وز و یاقوت و شکر قوت برداشت
پس آن پرده لعبت بازی کرد | دو قفل از شکر یاقوت برداشت

این فکر چون عین صواب بود همه را معقول نمود فی الحال نظم

بفرمود تا بر گرفتند بند	رها کردش آن شاه آزاده مرد	ز آزاد مردی زیان کس نکرد
نشاندش به آزرم و دادش طعام	نوازش گری کرد با او تمام	مهی چند با گوهرش یار کرد
بی گوهرش را پدیدار کرد	چو مستی در آمد بدان شور بخت	بغلطید چون سایه در پای تخت
چو تو سن ولی گرچه با کس نساخت	نوازندهٔ خویشتن را شناخت	از انجا سر اسیمه بیرون دوید
چنان شد که کس گرد او را ندید	شگفتی فرو ماند خسرو دران	نشان باز جسته سخن از سران
یکی گفت چون می درو کرد گار	سوی خانهٔ خویش بربست بار	یکی گفت صحرا ست این شگفت
چو بندش بریدند صحرا گرفت	شد از هر چه رفت آشکار و نهفت	سخن گوش میکرد چیزی نگفت
دران ماند و کین پردهٔ نیلگون	چو شب بازی از پرده آرد برون	چو لختی گذشت آمد آن پیل مست
کمرگاه زیبا عروسی بدست	به آزرم در پیش خسرو نهاد	برسم پرستش زمین بوسه داد
چو شه دید در خرمن آن ماه را	ز مردم تهی کرد خرگاه را	دران ترک خرگاهی آورد دست
شکنج نقابش ز رخ برشکست	چو دید آفتی دید زاندیشه دور	نه آفت که بل آفتابی ز نور
بپرسید کاحوال خود باز گو	دلم را بدان داستان باز جو	گفت که مرا چون این حادثه

دست داد و مرکب بختم در میدان نامرادی افتاد مرا در سلاسل و اغلال کشیدند و گرد برگردن من به پاسبانی صف برکشیدند چون پاسی از شب گذشت ابری ظلمانی پیدا گشت

ازیشان آنم دم غریو برخاست نظم	رقیبان که شب پاس میداشتند	ز بیمش همه جای بگذاشتند +
بجز سر ندیدم که از مرد کند	همی کند و بر دیگری می فگند	در آمد چو مرغم ز جا برگرفت
همه بندم از دست و پا برگرفت	بپایان که بر تخت شاهم نشاند	ز پایان ماهی بماهم نشاند
پریچهره چون حال خود باز گفت	ز شادی رخ شاه چون گل شگفت	و بعضی چنین روایت کرده اند

که اسکندر در هندوستان شبی بخواب دید یا میان خواب و بیداری از هاتفی شنید نظم

در قضا ناگاه سیمرغ ای عجب	جلوه گر بگذشت در چین همچو شب	در پریدن او فتاد از وی پری



گشان همچنان سوی لشکر کشید | زلشکر که شاه فیروزمند | غریوی بر آمد بچرخ بلند
چوشه دید کان پیکر دیو رنگ | باقبال طالع برآمد بجنگ | نشاندش بروز دگر دشمنان
سپردش بزندان اهرمنیان | دل روسیان ازچنان روز بست | بران دشمن دشمن افگن شکست
شه روس شد چون گدا زنده موم | بشاهی درآمد شهنشاه روم | ازان تیغ زن مرد چابک سوار
سخن راند با انجمن شهریار | که امروزش این بیوفا هم نبرد | ندانم که خون ریخت یا بند کرد
اگر ماند از بند آن رهزنان | برون آورمش بزخم سنان | آخرالامر بنجاطر اسکندر چنان

رسید و با امرای خود چنان نیز صلاح اندیشید که انسان چون بندهٔ احسان است مصلحت دران می بینیم که اورا از بند بیرون آوریم و مجلس برای او بیاراییم و در گنج و بخشش بروی او بگشائیم چون آن لطف و احسان از ما بیند شاید این عقده را بگشاید و این زنگ را از آئینهٔ خاطر بزداید و اگر نه کار مشکل ست و رنج بردن بیحاصل اشعار دلم اینجا خراب و جان آنجا

تنم اینجا چنین بیتاب و روان آنجا | چون توانم زیم من ای یاران | شب تاریک و ابر غم باران

باخاکش برابر میساخت به یکبار آن دختر نهان از سکندر غرق آهن شده بیرون تاخت
واز تیر و نیزه و خشت و پولاد جگر حریف را خون ساخت اسکندر چون بازنگریده دید نظم

زره پوشی از سایهٔ قلبگاه | چو ماه درخشان ز ابر سیاه | برون تاخت مانند شیر ژیان
ازین دلربائی وزان جانستان | ز تیغ آتشی برکشیده چو آب | کز و خیره شد چشمهٔ آفتاب
شد اندیشناک از پی کار او | که با اژدها دیده پیکار او | فرشته صفت گرد آن دیو چهر
همی گشت چون گرد گیتی سپهر | چو دانست کان دیو آهن سرشت | نیندیشد از حربهٔ تیر و خشت
نهنگ جهانسوز را برکشید | سوی اژدهای دمنده دوید | زدش بر کتف گاه و برد ش ز جای
چنان کان شتگر درآمد ز پای | ولی جست آن دیو از زیر کرد | به سختی برآورد با او نبرد
ز سوز ندگی راه بختش گرفت | بدان آهن خفته بختش گرفت | آخر الامر آن عفریت دران

بساط شاه پیلی زد و پیاده اش ساخت و در پای پیلش انداخت نظم

زنیش درآورد چون تند شیر | ز تارک بغتا و ترکش بزیر | بسی نغز و نازک تر از لاله برگ
سرش خواست کردن که نرم آمدش | چو روی چنان دید شرم آمدش | چو هندوی دزدش ز گنجینه برد
ز رومی ببردش برومی سپرد | چو گشت آن فرشته گرفتار دیو | ز دیوان روسی برآمد غریو

تا آن هنگام اسکندر وقوف نداشت که آن دختر گرفتار شد چون آن واقعه پیش او آشکارا گشت

نظم ازان تیرگی شاه لشکر شکن | به پیچید چون مار بر خویشتن | ببینه ز زخم سنان نیش زد
روان با نگ بر مرکب خویش زد | دلش داد شخصی که ای شهریار | شکیبائی او درین کارزار
نشاید بر و زخم راندن به تیغ | کز آهن نگردد پراگنده میغ | سرش را مگر در کمند آوری
به زخم کمندش به بند آوری | کمندی و تیغی گرانمایه خواست | عنان کرد سوی بد اندیش راست
درآمد دران دیو دریا شکوه | چو ابر سیه چون درآید بکوه | نجنبید بر جای خویش آن نهنگ
که اقبال شاهش فرو بست تنگ | کمند عدو بند را شهریار | درانداخت چون چنبر روزگار
بگردن درافتاد بدخواه را | زمین بوسه داد آسمان شاه را | به خم کمندش سر اندر کشید

چو نوبت بدان گنج پنهان رسید | زهندوستان چینی آمد پدید | گلی دید خوشبوی نادیده گرد
بهاری نیازرده از باد سرد | پری پیکری چون بت آراسته | پری وبت ازهندوان خواسته
بشیرینی از گلشکر نوش تر | بنرمی زگل نازک آغوش تر | گره برگره چین زلفش چو دام
همه چینیان چین اورا غلام | چوآهو بچین مشک پرورده بود | قرنفل بهندوستان خورده بود
چو اسکندر آن روی زیبا بدید | زخود رفت ومن بعد خود را ندید | درامواج دریای ذخار عشق
دران پهن صحرای خونخوار عشق | نه برجاست کشتی نه هم بحر وبر | نه پیداست راه ونه هم راهبر
اگر صد طبیب است وصد فیلسوف | همان گشته فوف وهمین گشته یوف | کشتی بحرها گردران تاب تب
جگر سوخته مانی ودشمک لب | فتاده دران دشت دآتش درآب | چه سنجد دران قدحی پرزآب

چون اسکندر اندکی باخود آمد ودید که گل مرادی در باغ دلش نشگفت باخود گفت بیت

بیانظاره کن ایدل که یارمی آید | زبهر بردن جان نگارمی آید | اسکندر بیخود ازجای خود برجاست

وشمعی ازمهر اودر سینه برافروخت واول خودرا پروانه شمع اوساخت وآخر بسوخت

زمانی زبانش ازکار فروماند چون به گفتار درآمد مضمون این بیت برو خواند بیت

زعشق سوخته ام جان من سپند تو باد | دلم همیشه اسیر خم کمند تو باد | درشب پشین که درانتظار او بود شبیگفت

قطعه بسا الهاشب وصلے گر اتفاق افتد | شفق فرو نشد وصبحدم کند آغاز
شبے که نوبت هجران بود موذن صبح | بباماد قیامت برآورد آواز

ودرین شب که نوبت وصال بود وبامطلوب خودش اتصال خواندر باعے

امشب که برنست یار همدم ❊ | واورده من اورا بصد وجیله دم | ای فاتحه صبح زروی اخلاص
الحمد وان یکاد برخوان وبدم | وچون اسکندر ازهندوستان بچین رفت وآن بلا درا

بگرفت وازانجا بازگردید ومتوجه روس شد آنجماعت بمقابله درآمدند وصفها آراستند
وبسیر خاش برخاستند جنگهاے عجیب وخون ریزش غریب شد یک روز عفریتی بمیدان
درآمد وازلشکر اسکندر سر بود که چون گوی می انداخت وهرکس باو بمحاربه درمی آمد

بدو رسید تعظیم بسیار کرد و گفت که مرا درین مدت چند چیز جمع گشته که هرگز هیچ
پادشاهی را نه بوده ازان جمله دختریست که آفتاب برصورتی بهتر ازان نتافته و دیگر
فیلسوفیست که از هرچه بر خاطر گذرانی ترا ازان واقف سازد و دیگر طبیب است که در
حفظ صحت ید بیضا و در ازاله مرض نفس مسیحا دارد و دیگر قدحیست که آنرا پر آب
کنند و مجموع لشکر سیراب شوند و قدح همچنان پر باشد اینها به هدیه می فرستم و من
پیر شده ام و طاقت سیر و سفر ندارم اگر معاف دارند خوب و اگر معاف ندارند متوجه
ملازمت شوم اسکندر جمعی حکما را فرستاد که اگر درین قول صادقست آن پیشکشها را
آورند و او را معاف دارند و اگر صادق نیست خبر آورند چون برفتند آنچه گفته بود
همراه ایشان ارسال نمود چون بملازمت اسکندر رسیدند قبل از ملاقات اسکندر
قدحی پر روغن نزد فیلسوف فرستاد فیلسوف هزار سوزن دران قدح که روغن داشت
ریخت و نزد اسکندر فرستاد اسکندر فرمود تا سوزنها را بگداختند و ازان کوزه ساختند
فیلسوف آن آهن را آئینه ساخت و نزد اسکندر فرستاد آن آئینه از جمال باکمال
آن دختر عکس پذیر گشت و اسکندر از پرکار بدر برد چون دختر و فیلسوف و طبیب
با آن قدح به مجلس اسکندر در آمدند اسکندر مشاهده نمود نظم جزآن چار پیرایهٔ ارجمند

گرانمایهای دگر دل پسند — ز گنج و ز زر و ز یور و لعل و در — بسی پشت پیلان ز گنجینه پر
ز پولاد هندی بسے بارها — ز عود و ز عنبر بخروارها — چو کوه روند ده چهل ژنده فیل
که نگذشتی از ناف شاه و دهیل — چو شه دید گنجی فرستاده را — چهار آرزوی خدا داده را
بدان گنجها آنچنان شاد شد — که گنجینهٔ هوش ازیاد شد — نگفتند از مایش دران چار چیز
چنان بود کو گفت و زان بیش نیز — چو در آب جام جهانتاب دید — ز یک شربتش خلق سیراب دید
چو با فیلسوف آمد اندر سخن — خبر یافت از کارهای کهن — طبیب مبارک چو برزو نفس
ز تن برد بیماری از دل هوس — ازان خوبتر دید کاندازه گیر — صفتهای او را کند دلپذیر

رفتی و در دو داغ تو ام یادگار ماند | صد حسرت از تو در دل امید وار ماند
بلبل کشید رنج گلستان و عاقبت | گل را صبا ربود و از و بهره خار ماند
دریا شد از سرشک کنارم ولی چه سود | کان گوهر یگانه من بر کنار ماند
ای یار مهربان بکرم دستگیر ئے | کز دست رفت کارم و دستم ز کار ماند
در چیرتم که از دل ریشم اثر نماند | وین سوز و بی قراری من بر قرار ماند
آنکس که بود آرزوی جان ز دست شد | این جان زار مانده ندانم چه کار ماند
خاری همی خلید مرا در دل از گلے | آن گل نماند و در دلم این خار خار ماند

کر است که با او چیخ را این پرخاش نیست و کجاست کسی که در کاسه او این آش نیست رباعے

این کهن دیر که گل پهلوی خار است درو | نیست یکدل که نه زانجا رنگار است درو
چون جهان در خم چوگان قضا گوی صفت | بیقرار است چه امکان قرار است درو

مجلس پنجاه و هفتم

خاقان قیصر ابهت جمشید خورشید اقران | دارای کسری معدلت اسکندر خسرو نشان

که به ذوالقرنین اشتهار یافته و آفتاب دولتش بر مشرق تافته بعضی بران رفته اند که پسر فیلقوس ست از اسباط یافث بن نوح و بعضی گفته اند دخترزاده اوست و وران که به ذوالقرنین موسوم شده اقوال بسیار است یک قول آنست که سی سال پدر او شاه شد و سی سال دیگر سلطنت کرد و چون سی سال قرنیست او را ذوالقرنین بدین اعتبار گفتند و چون داراب کشته شد عرض لشکر کرد از لشکر خود و آنچه از لشکر داراب بر و جمع شد بودند هزار هزار و چهار صد هزار بود و قشلاق در هندستان کرد پادشاه هند قور نام مقابله در آمد و بدست او گرفتار شد و اکثر بلاد هند در حیطه تصرف او در آمد مگر یک محل در اقصای هند که تخت ملکی بود که طریق حکمت ورزیده بود و دیر نجات خوب میدانست اسکندر مکتوبی بدو نوشت و او را طلبید چون مکتوب

ز جیب خرقهٔ حافظ چو طرف نتوان بست | که با صد طلبیدیم و او صنم دارد

چون آن دختر را نیز بعد از ان مشقت و زحمت بسیار بخواست و چند وقت بدیدار او مخلها بیار است آخر کار در مسجد بیت المقدس نماز میگزارد دید که درختی سبز شد بغایت مرغوب و چوب آنرا دید که برای عصا خوبست و بعد از استفسار معلوم کرد که نام او خزو لست برحسب فرموده از وجهت عصا شاخی شکست و بران تکیه کرد و رخت بست

غزل مرغی به تنگنای قفس بود پای بست | دست قضا به لطف قفس را بر و شکست
بگشاد بال صدق و صفا در فضای قدس | جولان کنان بگنگر قصر بقا نشست
نادان که جز مضیق قفس جا ندیده بود | در ماتمش بناخن اندوه چهره خست
مرغیست جان پاک و قفس این طلسم خاک | این مرغ بس بلند و قفس نیک پست

مدتی انچنان بماند و دابة الارض بخوردن عصا مشغول شد و هیچکس را ازان وقوف نی

رباعی هر بامداد بر در خلوت سرای او | اصحاب صف زده بهوای لقای او
هر یک بجای خود متمکن نشسته اند | یارب چه حال شد که تهی ماند جای او

بلقیس که از روی تانیس یک لحظه بی او نتوانستی بود مدتی مدید از و جدا ماند پرشان حال بدرخواست گاه با صبا و گاه با شمال این کیفیت غزل خیز اے نسیم ره بجریم چمن بپرس

وز هر گل و گیاه و سمن یک سخن بپرس | زان گل که میرسد کفن سبز کرده چاک
حال حریف خفته درون کفن بپرس | بنگر بتازه روئی نورستگان باغ
پژمردگی عارضش از نسترن بپرس | سروی بجوی بر لب آب روان وزد
احوال ناروانی آن نارون بپرس | چون شمع لاله بزم فروز چمن شود
زان شمع نورنجش بهر انجمن بپرس | سوسن چو پا زبان نباتی کند حدیث
از خامشی آن لب شکر شکن بپرس | و آن دختر دیگر بت پرست که در عشق او

از بت پرستی پرست در داغ فرقت او خون از مژه می افشاند و در هجران او میخواند غزل

عاقبت به کنارهٔ دریا رفت و مزدوری صیادان میکرد و در هر روز دو ماهی بدو میدادند بشهر میبرد و یکی را میفروخت و نان میخرید و یکی را بریان میکرد و با نان میخورد تا چهل روز موافق آنکه در خانهٔ او بت پرستی کرده بودند و او بدان رضا داده بود این خواری

کشید از جائی راندهٔ و از جانی مانده مظلم — ز عشق آتش بدانش گرفته — ز دامان شعله در جانش گرفته
ازان در دی که سر بر زد ز جانش — گدازان گشت مغز استخوانش — نه روی آنکه رود از عشق تابد
نه هوش آنکه خود را باز یابد — ز شوقش موی بر تن خار گشته — مژه بر چشمها مسمار گشته
بگریه ز استین الماس مسفت — سرشک لعل را الماس سفت — خیال یار چون پیش رسیدی
نمک بودی که بر ریشش رسیدی — نگه کردی و نالیدی بزاری — میان خاک غلطیدی بخواری
چو مرغی تشنه کابی بیند از دام — نه آن یابد نه بی آن گیرد آرام — ز محنت ساخته پیرایهٔ خویش
گریزان از خود و از سایهٔ خویش — سپهر افسون غم در وی دمیده — دلش از هوش و هوش از وی رمیده
شده از دست چون شوریدگاران — بمانده شیفته چون سایه داران — ز حیرانی بکار خویشتن گم
شده دیوانه همچون دیو مردم — نه مغزش را نشان هوشمندی — نه در خوابش نشان چشمبندی
گهی هر گوشه با مرغان نشستی — ز وحشت دل بدیشان باز بستی — بقمری ماجرای راز گفتی
غم دل پیش بلبل باز گفتی — بیفشاندی غبار ره ز تاج — بخاریدی بناخن پشت دراج
به کام کبک یاد آوردی از یار — بگریه غرق خون کردی چو منقار — ز عشق رنگ آن زلف خمیده
نشاندی زاغ را بالای دیده — گهی نقش پلنگ از دیده شستی — گه از خرگوش خوابی باز جستی
گهی اشک گوزنان پاک کردی — ز بهر زهر غم تریاک کردی — تا آنکه انگشتری را چنانکه مشهور است

در شکم ماهی یافت و در انگشت کرد و بکرسی برآمد و مدت سلطنت حضرت سلیمان چهل سال بود و بیست سال گذشته بود که این واقعه را دست داد فاما غزل

دلی که غیب نمایست و جام جم دارد — ز خاتمی که ازو گم شود چه غم دارد
ز سر غیب کس آگاه نیست قصه مخوان — کدام محرم دل ره درین حرم دارد

هزار از لعبتان نارپستان | برخ هر یک چراغ بت پرستان | هزار از ماهرویان قبا پوش
همه بر سر کلاه و حلقه در گوش | سر ره موکب ترکان چو شهد | عماری در عماری مهد در مهد
بدین آئین بدین رونق بدین نور | چنین آرایشی از چشم بد دور | بهر گامی که شد چون نو بهاری
سلیمان ریخت در پایش نثاری | چنان کز پس درم ریزان صفایی | درم دید و هنوز از پشت پای
فرود آمد بدولتگاه جمشید | چو در برج حمل تابنده خورشید | چو مهدش را به مجلس خاصگی داد
درون پرده خاصش فرستاد

بدین ترتیب و آئین سلیمان بلقیس را به عقد نکاح درآورد و بعد از چند وقتش از و پسری شد داؤد نام کردش و از فرزندان سلیمانؑ بعضے که عجم بودند از نسل اویند و بعضی که عرب بودند از فرزندان دیگر دران اثنا خبر آوردند که در جزیره شهریست و ملکیست دران شهر بت پرست حضرت سلیمانؑ باو را فرمود که بطریق معهود بساط را برگرفت و بمیان دریا برد چون بجزیره رسید آن ملک بت پرست را بقتل رسانید و چنین گویند که آن ملک را دختری بود که بدان حسن و جمال کسی را ندیده بود حضرت سلیمانؑ شیفته و فریفته او گشت فاما دختر در غم پدر روز و شب میگریست و مطلقاً بطرف حضرت سلیمانؑ نمی نگریست بیطاقتی حضرت سلیمان در عشق او از حد متجاوز شد چنانکه در کار خود عاجز گشت دیوان صورتی بر شکل پدر او ساختند در غایت مشابهت آن دختر را بآن موالستی تمام حاصل شد و ترک گریستن کرد و چهل روز در خانه حضرت سلیمانؑ این دختر با خدمتگاران در دین بت پرستی بود و حضرت سلیمانؑ از آن آشاهده مینمود فاما چون مبتلای او بود مدارا می فرمود تا حضرت حق بدان سبب انگشتری او را بدست دیو انداخت حضرت سلیمانؑ را معزول ساخت چنانکه خواست بحجره زنان درآمد دست رد بر سینه اش زدند و هر جا که رفت بهمین طریق از ان مقامش بیرون کردند حضرت سلیمانؑ در کوه و دشت سرگردان میگشت خون از مژه می افشاند و از روی درد مندی میخواند

بیت ندانم آنکه قضا بر سرم چه حرف نوشت | که راه نیست نه در مسجدم نه در کنشت

پوست زنان نازکست مبادا ریش شود دیوان ترتیب نوره کردند فاما کسی را یارای آن نبود که آنرا بعرض بلقیس رساند حضرت سلیمان ع را با او اگرچه نسبت معنوی بود فا نسبت صوری هنوز نبود و ابا مینمود و ترک آفتاب پرستی نمیکرد و دلایل بر مدعای خود می گفت و آنچه حضرت سلیمان ع می گفت نمی شنفت چون سلیمان ع را بر آفتاب جمال خود آنچنان حیران می دید و در اشعهٔ لمعات آن آفتابش ذره وار سرگردان می یافت مصراع

می گفت میان من و تو فرقی نیست	بیت	من و تو هر دو یک باده ایم مست شدهٔ
من آفتاب پرست و تو بت پرست شدهٔ		واگر نه چنین ست بسوی من منگر و نام

من سبز تا سلم دارم و من نیز چشم از آفتاب بر دارم او سخن بران و تیره میراند و حضرت سلیمان می خواند شعر

همه من ارتو به بینم بگو که بت چه پرستی		چو دین بکار تو کردم چگونه بت پرستم

آخر الامر بجهت آن نسبت ذاتی که میان ایشان ثابت بود مسلمان شد و چند روز بمیان مردم خود رفت و ایشان را که هزار سر هنگ بودند و هر یکی را هزار نوکر بود بدین سلیمان ع در آورد و چون ایام فراق متمادی شد حضرت سلیمان فرمود غزل

بیا بیا که مرا با تو نسبت جانیست		بیا بیا که مرا با تو راز پنهانیست
بحق آن نفسی کز تو زنده شد دل من		که هر دمی که زدم بتیو صد پشیمانیست
بدور روی تو ایمان به کفر نزدیکست		ز کفر زلف تو یک موی تا مسلمانیست
زغمزیان بگریز و بحاضران پیوند		که جان اهل عزیزان بصفوت ارزانیست
عجب مدار که قاسم سخن ز صورت گفت		میان جلوهٔ صورت جمال رو دانیست

چون بلقیس بمنزل سلیمان ع می آمد باز لف پریشان با طلعتی چون آفتاب رخشان روی بزیور اسلام آراسته و در اسلام افروده آنچه از کفر کاسته ✤ نظم ✤

سلیمان بهر او آرایشی ساخت	که خلد از شرم او آرایش انداخت	هزار اشتر سیه چشم جوان سال
سراسر سرخ موی و زر دخلخال	هزار اسپ مرصع گوش طارم	همه زرین ستام و آهنین سم

رسانیدند حضرت سلیمان ع فرمود که صرح ممرد یعنی عرصه و میدانی پاک ساختند و آب دران
عرصه انداختند و روی آنرا به آبگینه استوار کردند و هر چیزی که در آب میباشد از ماهی
و غیر ماهی دران آب ریختند چنانکه مردم که دران میدان درامدندی خیال کردندی
که آبست جامهٔ خود را بالا کشیدندی و این کار برای آن کردند که ببینند آنچه دیوان
از بلقیس گفته بودند چنان هست یا نه چون بلقیس به کریاس حضرت سلیمان رسید و آبگینه
مثل آئینه دید اندیشید که آبست جامهای خود را بالا کشید چنانکه حضرت سلیمان ع ساقهای او را

موضع حضرت سلیمان علیه السلام و بلقیس



بدید و نخواست که دیگری به بیند گفت این آبگینه است آب نیست پای بپوشید و پیش
سلیمان ع رفت با خود گفت شعر

دو همدم را که باهم شان حسابست | اگر موسی میان باشد حجابست

در رفع موی با انس و جن مشاورت کرده آدمیان گفتند با سره تبر اشند سلیمان ع گفت

بر حکایت عشق آمیز و اشارات مهر انگیز انشا کرد و خطاب بدان یار آشنا کرده املا نمود و بسوی

زهی چشمم بدار تو روشن — سر کویت مرا خوشتر ز گلشن — بتو گلشن ریاض مشک بیزم
ز تو روشن چراغ صبح خیزم — تو هم چشمی و هم چشم و چراغی — چراغ باغ را خشنده باغی
جمالت چون جوانی جان نوازد — کسی با جان جوانی در نبازد — تو گر آئینه بر دست یابی
ز عشق خود دل خود هست یابی — ببین در آهن چین ای بت چین — که باشد خویشتن بین خویشتن بین
کسی آن آینه بر دست گیرد — که هر کس نقش دیگر می پذیرد — ترا خود آینه چشم منت بس
که ننماید بجز تو صورت کس ❊ — این نامه را نوشت و در هم پیچید و هدهد را طلبید و جواهر

بیان را به الماس زبان سفت و با او گفت غزل ❊ — ای هدهد صبا به سبا می فرستمت

بنگر که از کجا به کجا می فرستمت — جیف است طایری چو تو در خاکدان غم — زینجا بآشیان وفا می فرستمت
یابی چو در حریم وصالش مجال قرب — با او بگو ببین که چها می فرستمت — در راه عشق مرحلهٔ قرب و بعد نیست
می بینمت عیان و دعا می فرستمت — هر صبح و شام قافلهٔ از دعای خیر — در صحبت شمال و صبا می فرستمت
تا شکر غمت نکند ملک دل خراب — جان عزیز خود بفدا می فرستمت — ای غائب از نظر که شدی همنشین دل
سیگویمت دعا و ثنا می فرستمت — در روی خود تفرج صنع خدای کن — کاینهٔ خدای نمای می فرستمت
ساقی بیا که هاتف غیبم بشارتی داد — با درد صبر کن که دوا می فرستمت — وهد هد نامه را بمنقار استوار

گرده بشهرستان سبا رسانید و بر بالای سر بلقیس شاخی بلند را از درختی که بلقیس در سایه او بود مقر خود ساخت و از انجا که آن نامه را در کنار بلقیس انداخت بلقیس چون عنوان آن نامه را بخواند و آن حال را بدان عنوان بدید بترسید چنانکه بی خواست غریمت نمود دیوان گفتند ما خود از دست سلیمان در عذاب بودیم چون بلقیس را بدین شکل و صورت بیند و زیاده بر زیاده شیفته و فریفته او گردد ما را همه محکوم او سازد دیگر ما را امکان خلاصی نباشد تدبیر آنست که بلقیس را بر دل حضرت سلیمان سرد گردانیم و گوئیم که ساقهای او پر موی است چه در رای آن هیچ عیب ندارد چون بدان نوع بعرض حضرت سلیمان

از برای او گفته اند شعر	بر گل از سبزه خط غالیه بوی دارد	چشم بد دور که آراسته روی دارد

در تاریخ هشتصد و نود و هشت از عالم رفتند و قبر آنحضرت در سر خیابان دار السلطنة هراة نزدیک بعید گاه است

مجلس پنجاه و ششم

کتاب کریم من سبط ابراهیم انه من سلیمان و انه بسم الله الرحمن الرحیم ❊ ❊ عنوان این کتاب این است که این مکتوبیست از سلیمان در عالم تجنیس از واو تا میم به بلقیس و مضمون این کتاب تنزیه هو تقدس حضرت سلیمان پسر داود است و داود در شریعت با آنکه صاحب کتاب بود متابعت موسی کرد و سلیمان نیز تابع او بود و قصهٔ سلیمان طول و عرض بساط او طولی دارد و چون سلاطین عالم نسبت به سلیمان همچون قطره اند نسبت بدریا بدان سبب مجالس ایشان را مصدر به قصهٔ آنحضرت ساخت و علم دولت او را بر بام سلاطین که اساطین حشمت اویند برافراخت و چون آتش عشق بلقیس در باطن سلیمان دایم در اشتعال بود روزی فرمود که با وبساط را بمکانه کعبه برد و از آنجا عزیمت یمن نمود و چون در میانه طیور هدهد را در حصول مقصود خاصیتی چند بود که هیچ یک از مرغان دیگر نبود چه هنوز زمان استیلای سحر بود و هدهد مثل عصای موسی تناول سائر صور سحریه میتوانست نمود او را بالقصد خواست که قاصد سازد و بجانب صبا فرستد تا بمجاهدت او آن مطلوب بحصول موصول گردد بنابران چون هدهد همراه رایات نصرت آیات سلیمان بدو روزه راه شهرستان سبا رسید ازان لشکر جدا شد و بنواحی شهر سبا رفت بوستانهای در غایت نزاهت و آبهای بسیار و سبزه زار را مشاهده نمود و بلقیس را دید بر تختی در بوستانی تکیه زده و هدهد نزد او نشسته هدهد سلیمان تقریر و تقریر حالات بلقیس و شهر سبا را ازان هدهد تحقیق نمود و خبر به حضرت سلیمان رسانید سلیمان را ازان خبر دغدغهٔ بسیار شد که زود تر آن ولایت را به حیطهٔ تصرف خود در آورد مکتوبی مشتمل

آمدیم شبی که ایشان مغموم و محزون نشسته بودند بمنزل ایشان درآمده عرض حال خود کرد



ایشان صباح گناه اورا درخواست کردند و دران روز این غزل فرمودند غزل

خیالی بود یارب دوش یا در خواب میدیدم	که رویش در نظر بر کف شراب ناب میدیدم
به اکسیر سعادت یافتم آخر بحمد الله	وصالش را که همچون کیمیا نایاب میدیدم

واز جوانانی که درین زمان بملازمت ایشان میرسید مولانا میر علی بود و غزلهای بسیار برای او گفته اند و مطلع یک غزل این ست مطلع زهی نهال قد تو عصای پیریها برانستی که کمش سر دستگیری ما ۔ مولا فضلی سمرقندی که از اشخاص خواجهٔ عبد الله بود ملازمت ایشان بسیار میکرد می گفت مولانا میر علی را چون اثر خط پیدا شد بمن گفت که مرا توهم آن شد که حسن من کم شد این غزل را بخط خود نوشته بمن داد ❊ غزل ❊

ای سنبل مشکین زده سر از گل رویت	ندهم بهمه ساده رخان یک سر مویت
شد هر شکن زلف تو قلاب محبت	چون خاطر جامی نکند میل بسویت

واز کسانیکه غزل گفتن در صورت مجاز ایشان بر وختم شد مولانا خواجه خوانده است که بغایت خوش طلعت و زیبا منظر بود و زلفی دلاویز داشت حالا نیز خوبست غیر ازین که محاسنش از انچه در زمان غزل سرائی بود اندکی زیاده شده نقصانی دیگر ندارد و انحضرت

شیخ عمر و نام ملازم حضرت میرزا بابر جهت او گفته رباعی زهی مهر از رخت شرمنده مه نیز
زخیل عشق سلطان و سپه نیز | ز دست عشق تو داد از که خواهم | که دارد داغ عشقت پادشه نیز

و در زمان حضرت سلطان ابوسعید میرزا علیجان نام جوانی بود ملازم همان سلطان در سر
چارده سالگی این غزل دران محل گفته اند غزل ❊ گر بنالم ز دل خاره برآید ناله
ور بگریم ز گل تیره برآید لاله | چارده ساله بتی پنجهٔ جامی برنافت | کرد بیرون ز کفش حاصل پنجه ساله

سبزی خط قدی کشیده و ابروان خمیده تاجی سیاه بر سر و در گوش حلقهای زر بغایت
شیفته او بودند چنانکه می گفتند با خود نیستم چون نشسته ام و تصور میکنم که در هوا میروم
چون برمی خیزم و این غزل هم برای او گفته غزل آنکه از حلقهٔ زر گوش گرانست اورا

چه غم از نالهٔ خونین جگرانست اورا | گوکله بر شکن از ناز که در مند حسن
منصب شاهی زرین کمرانست اورا | دیده دریاست مرا زان گهر پاک که جا
صدف دیدهٔ صاحب نظرانست اورا | شد مرا حال دگر از غم آن شوخ ولی
نظر لطف بحال دگرانست اورا | دمی گذشت ازمن بدروزد گر بازنگشت
وه که خاصیت عمر گذرانست اورا | خاک شد دیدهٔ غمدیدهٔ مجنون و هنوز
چشم جان جانب لیلی نگرانست اورا | پند تلخ پدران در دل جامی نگرفت
زانکه دل در کف شیرین پسرانست اورا | آین جوان را محبتی افتاده بود بجوان

دیگر این غزل را حسب حال او گفته اند

مطلع

شنیده ام که به گل چهرهٔ نظر داری ❊ | ز شوق لاله رخی داغ بر جگر داری

مولانا حاجی که مصاحب و کاتب آنحضرت بود می گفت که برای آن جوان بی طاقت
بودند بهیچ وجه ملاقات میسر نمیشد و او نیز اشتیاق ملاقات ایشان داشت اما فرصتی
نمی یافت ناگاه دران اثنا ازان جریمه آمد و موجب غضب پادشاه شد گریخته بخانهٔ ایشان

برتافت زمن روگره افگند برابرو | اینک سر و شمشیر اگر بر سر کین ست
گر قصهٔ خود عرضهٔ رایش نتوان کرد | صد شکر خدا کو همه دان و همه بین ست
گفتم که سخن دانی جامی زلب تست | از پسته شکر ریخت که آری سخن انیست

و در زمان حضرت بابر میرزا مولانا عطاء الله پسر مولانا شهاب خواننده جوانی در غایت حسن و جمال بود و ملاحت بسیار داشت و قدری به اعتدال و بر گوشه لب و رخسار خالهای پر حال و او از ملایم با هزار غنج و دلال شعر بسیار از برای او دارند از انجمله در وقتی که پدرش را عزیمت بدخشان در خاطر گردید و او را همراه خود میبرد این غزل فرمودند غزل

بازم زدیده ای گل خندان چه میروی | چاکم چو گل فگنده بدامان چه میروی
از اشک سرخ دیدهٔ ما کان لعل شد | ای سنگدل تو سوی بدخشان چه میروی
شهری خراب میشود ای مشکبو غزال | تو رو نهاده سوی بیابان چه میروی
جامی فتاده چون تن بیجان ز هجر تو | تن را چنین گذاشته بیجان چه میروی

و این رباعی را در مکتوبی نوشته برای او فرستاده بودند رباعی

اے باد اگر سوے بدخشان گذری | زنهار بران ماه درخشان گذری
گوئی چه شود گر چه خور آسان آسان | یکبار دگر سوے خراسان گذری

و در همان زمان بازرگان پسری تبریزی که صباحتی غریب داشت و اثر زلف بر رخسار او ظاهر گشت شمس الدین نام پیش ایشان رساله در معمی میخواند این غزل را برای او گفته اند غزل

خطت فتنه است و لبها فتنه انگیز | دلم زان فتنه خون و دیده خونریز | دلی آویخته زلفت ز هر سوی
کرا باشد چنین زلف دلاویز | ز شکل قامتت شد کشته خلقی | تر اگر میل قتل ماست برخیز
تو چشمی و لبود و دو آفت چشم | ز دود آه مشتاقان بپرهیز | خوشم با محنت عشق تو آری
بود رنج محبت راحت آمیز | الا ای ماه تبریزی که چون خور | نشاید کرد در رویت نظر تیز
چو مولانا ست جامی مست عشقت | تو بار خسار رخشان شمس تبریز | در همان زمان جوانی بود

برقی از جانب کوه اصم بدرخشید و ابر عالم مجاز بشگافت و آفتاب حقیقت از زیر ابر بتافت دیدم آنچه دیدم و شنیدم آنچه شنیدم حالا نیز گاهی چشم من همان می بیند و گوش من همان می شنود رباعی

شمعیست رخ خوب تو پروانه منم	دل خویش غم توست بیگانه منم
زنجیر سر زلف که بر گردن تست	بر گردن بنده نه که دیوانه منم

مجلس پنجاه و پنجم

من لایقی بوصف کمالہ کلامی مولانا عبد الرحمن جامی در علوم ظاهر و باطن یگانهٔ عصر بود از انحضرت مصنفات بسیار بر صفحهٔ روزگار مانده و اقسام شعر از قصیده و غزل و مثنوی و قطعه و رباعی و معما همه خوب واقع شد و در تالیفات بطریق اهل تصوف تتبع حضرت شیخ محی الدین عربی و شیخ صدر الدین قونوی کرده اند و در طریق اعجاز ید بیضا نموده کم وقتی مجلس شریفش از منظوری خالی بودی در ایام سلطنت حضرت شاهرخ میرزا امیرزاده ملک محمد بسیار خوش شکل بود و بسی اشعار در دیوان اول آنحضرت برای او فرمود در کبر سن تغیر فاحش در صورت او واقع شده بود چنانکه آنحضرت و اشخاص دیگر را شرم می آمد که می گفته اند که برای این عزیز آن بزرگ غزلیات و معمیات دارد نوبتی قاضی خرجرد بملازمت آنحضرت رفته بود و امیر ملک محمد بدان هیات که گفته شد در مجلس آنحضرت نشسته بود قاضی مشار الیه پرسید که این عزیز چه کس است ایشان فرمودند که این کسی ست که وقتی از بی التفاتی ایشان به تنگ بودیم و این زمان از التفات و از جمله غزلیاتی که جهت او گفته بودند یکی اینست غزل

آن کیست سواره که بلای دل و دست	صد خانه برانداخته در خانه زنیست
ماهیست درخشنده که بر پشت سمندست	حوریست خرامنده چو در بر و رنیست
در آتش و آبم ز دل و دیده چو دیدم	کافروخته رخسار و عرق کرده جبین ست

گر باد گری مجلس می سازم در راغ	هرگز ننهم ز مهر کس بر دل داغ
لیکن چو فرورود کسی را خورشید	در پیش نهد بجای خورشید چراغ

این فقیر در خراسان بخدمت حضرت قاسم الانوار و شیخ بهاء الدین عمر و بسیار میرسیدم و ایشان را التفات بسیار بمن بود و در مجالس دیگر نیز رفتم هر کس هر چه میگفت گذاشتنی بود و آنچه قاسم می گفت نگاه داشتنی بملازمت هر دو می ایشان که میرسیدم میدیدم که ایشان هر دو در رخسار معشوق مجازی بدان چشم می نگرند که حضرت رسالت بدحیة الکلبی مینگریست هی هی ان العبد یتقرب الی النوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه و بصره و لسانه و یده و رجله فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش و بی یمشی روزی حضرت قاسم سخنان میفرمود و در اثنای سخن هر لحظه چشم ایشان بر رخسار صاحب جمالی که در مجلس ایشان بود می افتاد و چشم من چون بر ایشان بود همراه نظر ایشان منتقل میشد و در خاطر من میگذشت که نظر تو همان نظر اوست یک نوبت نظر ایشان و نظر من بر یک خط واقع شد فرمودند که سالکان طریق نفس خود را در علم ذات قدیم منازل کبریا ثابت کردند و دعویها در اینمقام نمودند مستانرا دعوی بسی بود دوران معذور باشند زیرا که هر که بقرب حق رسید پندارد که حق را شناخت آن از حلاوت وصل بود و اگر نه معرفت نفس حقیقت کجاست چون علم آن خاص است حق را نه خلق را لیکن عارف بجمله معذور نیست از بعضی علم حق بحق شناسند و بقدر تعریف حق او را از حال خود خبر دهند منکر در شواهد ملکوت بماند و عارف در عالم جبروت صاحب دائره ثانی یعنی آنکه نور علم صفات بیند و در ان بقوت حق ثابت بود گمان برد که من در عالم ربانی ام آنکه رسید بدایره ثالث یعنی آن متحیر که در مفاوز علم صفات است پندارد که من امانی ام چه آن حایر در همه صفات جز امانی نه بیند زیرا که او از حد ثانیست و حد ثان معزول از قدم رحمن در من از انجا مینگرد که خود است در اثنای این سخن که قاسم میفرمود مرا هیجانی دست داد ناگاه

می گرفتند و در پهلوی خود جمع میکردند و همراه می بردند روز دیگر مولانا حاجی محمود آنجوازا
بمنزل خود می طلبیدند بجهت فیصل دادن کتب و بدان وسیله هر روز ملاقات میفرمودند
از اشخاص ایشان کسی را در خاطر گذشت که آنحضرت در غایت بزرگی و پادشاه مرید و
معتقد و لایق نیست که با این جوان این نوع ملاقات میکنند و به طوف باغ میروند و
سیر نمیشوند از دیدن او مبادا در درجات ایشان و اعتقاد پادشاه زمان خللی پیدا شود

بر ضمیر ایشان عکس انداخت خوانده اند بحقیت	بفراغ دل زمانے نظرے بماہرو لے
به از انکه چتر شاهی همه عمرهای و هوئی	و در ثلث آخر عمر میلی تمام او را با مولانا

محمد قاضی نام عزیزی واقع بود بعضے اکابر در سمرقند از نبیرهای صاحب هدایت ابو اللیثان
حال حضرت خواجه را قیاس بحال خود میکردند ازان بیت غافل که ✤ شعر ✤

حال پاکانرا قیاس از خود مگیر	گرچه ماند در نوشتن شیر شیر	محرمی از محرمان این سخن را

بدان حضرت رسانیدند فرمودند که حسین منصور گفت که ازل سرمدست و ابد متقدس
بزیادت کون زیادت نشود و به نقصان کون نقصان نپذیرد لایدرک بالحواس
والایقاس بالناس چون قدیم ممتنع است بقدم خود از مطالعهٔ اهل عدم چون در و
رسند حدیث بعلم محدث و علم وجود او با وجود اوست قدیم در قدیم جز او در نشناسد
سبحانه همان حکایت شمس تبریز و شیخ اوحدالدین کرمانیست که گفت رباعے

یارب تو شناسی گه و بیگاه و بگاه	جز در رخ خوب تو نکردیم نگاه
خوبان جهان آینهٔ حسن تواند	در آینه دیدیم رخ حضرت شاه

در مجلس خواندند که شمس تبریز فرمود که این سخن کسی است که دنبل از گردن او برآمده باشد
که این طرف و آن طرف نتوانست نگریست چرا به طبیبی نرود تا علاجش کند یعنی در هیچ
ذره از ذرات مکونات نیست که حق ظهوری در خور آن نکرده است پس سبب حصر در صورت
خوب چیست حضرت شیخ اوحدالدین در جواب این رباعی خواند ✤ رباعے ✤

بیست دینارم میدهند که بجای دیگر روم و قبول نمیکنم امیر را خنده گرفت و چیزی بران افزود و گفت زنهار نستانی تا به پنجاه رسانند ناخوش آوازی بانگ بلند قرآن میخواند صاحب وجدی از و پرسید که ترا مشاهده چند است گفت هیچ گفت پس چرا زحمت بیفائده می کشی گفت از برای خدا میخوانم گفت از برای خدا مخوان شعر گر تو قرآن بدین نمط خوانی ببری رونق از مسلمانی + حضرت مولانا محمد مشار الیه در تاریخ هشتصد و نود و یک از عالم رفته اند و قبر آنحضرت در خیابان هراة است

مجلس پنجاه و چهارم

صدر نشین بزمگاه ارباب انتباه خواجه عبد الله متعلق شیخ ابو سعید مجلد بود و مذ شاگرد مولانا حاجی محمود مردی عزیز بود و حضرت خواجه عبد الله مشار الیه را برادر طریقت خود می گفته اند و با حضرت خواجه سالها مصاحب بوده اند از حالات که در ایام مصاحبت از آنحضرت مشاهده کرده بیان میفرمود و این رباعی را میگفت و بسیار میخواند رباعی

باهر که نشینی و نشد جمع دلت	وز تو نرسید زحمت آب و گلت	زنهار بگرد صحبتش بیش مگرد
ورنه بکند روح عزیزان خجلت		

آنحضرت اکثر اوقات بدکان صحافی می آمد و می نشست و با او به بهانه کتاب دیدن سخن می گفت و کتبی که دران دکان بود یک بیک را از دست او



این کوی قلندرست و میدان ملاک | وین راه مقامران بازنده پاک | مردی باید قلندری دامن چاک
تا برنگذرد عیار و آزردمی پاک | و فی الواقع هیچ مرتبه از مراتب بلند و درجات ارجمند دامن

همتش دران حال نمی گرفت شعر | چو بر ولایت دل دست یافت لشکر عشق
بدست باش که هر بامداد یغمائیست | و هیچ صفتی و فعلی از نیک و بد قبول ورد

باو در آنوقت نمیماند که پایهٔ افتخار آنحضرت گردد و شیخ او حدی ازان مقام خبر داده نظم

بازغوغای او علم برداشت | عشق او خنجر ستم برداشت | هرچه بر راه بود غارت کرد
و انچه بیراه بود هم برداشت

شخصی بود حسینی نام قوال در مجلس ایشان حاضر میشد و نوبت خوانندگی را به جوانان خوش شکل نمیگذاشت هرچند آواز رسا داشت و بسیار ورزش بدست آورده بود فاما در مجلسی که آن نوع جوانان باشند و خوانندگی کنند آواز او را توان شنید درویشانرا گفتند که او را جزوی خرجی دهند و گویند که چون اینجا خواننده بسیار است اگر تو به گازرگاه روی دور نیست بنابران در مزار گازرگاه چون هر هفته در روز پنجشنبه که روز بار مقرب باریست مجلس سماع قایم میبود آنجا حاضر میشد و آنجا نیز خوانندهای مقبول جمع میشدند راضی بودند که اصواف انچه آنحضرت بدو داده بود بدو دهند و از سر ایشان بازشود و قبول نمیکرد روزی حضرت مولانا بمزار مورد الانوار مقرب باری آمده بودند این قضیه را کسی بعرض ایشان رسانیده انبساط بسیار کردند و چیزی دیگر خرجی بدو شفقت نموده و فرمودند که مسجدی بود که چند مقری خوش آواز داشت موذنی بد آواز بعشق خود بدان مسجد رفت و بران موذنان خوش خوان سبقت میجست صاحب مسجد امیری نیکو سیرت عادل بود نمیخواست که دلی ازو آزرده شود گفت ایجوانمرد این مسجد را موذنانند قدیم هریک ازایشان را در ماهی پنج دینار وظیفه است ترا دهیدهم بجای دیگر رو بریین قول میگویند اتفاق کردند و برفت پس از مدتی بسر راه آن امیر آمد در رکابش بوسیده و گفت بر من حیف کردی که بده دینار ازان بقعه رفته ام و اینجا که آمدم

هیچ آفریده نمیدانست وجیه نیز بران حال اطلاع نداشت آن درویش راز خود را بعرض
حضرت رسالت رسانید و بود و استدعا کرد که هرگاه رخت بسر منزل عدم کشد وجیه در وقت
غسل آب بر وی ریزد یکی از صحابه آنحضرت را به مهمانی برده بود و هوا در آن روز سرد بود
درمیان سرا آتش افروخته بودند و اطفال صاحب خانه گرد آتش میگردیدند زوجه آنغریب
از مطبخ بیرون آمد و از آنحضرت سوال کرد که یارسول الله شفقت من برین زیاده است
یا شفقت حضرت حق بر بندگان خود فرمودند چه میگوئی شفقت تو در جنب شفقت و رحمت حق
قطره نسبت بدریا نتواند بود گفت من روا میدارم که اطفال من درین آتش بسوزند فرمودند
نی گفت حضرت حق چون ارحم الراحمین است کی روا دارد که بندگان او در آتش بسوزند
حضرت رسالت صلی الله علیه وآله وسلم رقت فرمودند دران اثنا شخصی خبر آورد که آن درویش
که مذکور شد که شیفته وجیه الکلبی بود فوت شد این حدیث را دران محل فرمودند و پسر
آن درویش رفتند و حالت او را اظهار فرمودند وجیه الکلبی را امر کردند که آب بر و ریخت
و دفن کردند و درین آخر خدمت مولانا محمد مشار الیه شیفته درویش محمد نائی بودند و در



مجلس سماع بسیار میکردند و بدین باعی حضرت شیخ واحد الدین حالات مینمودند رباعی

فرموده بود که می ساختند روزی بتفرج خانقاه آمده بود داد عمر و مریدان با والده یعقوب بیگ
در درون خانقاه آمده بود داد عمر و مریدان با والده یعقوب بیگ در درون خانقاه
سیر میکردند بیگم گفت شیخ چه طاقهای بلند بسته اید هر که تفرج میکند گردنش بدرد می آید
شیخ گفت بیگم به آستان خسپید و تفرج کنید در تاریخ هشتصد و نود فوت شد قبرش در تبریز است

مجلس پنجاه و سوم

واقف سر جمالی پیکر آسمانی مولانا محمد تباوکانی از مریدان حضرت شیخ زین الدین
خوافی اند و ایشانرا از طریق اطوار ثلثه که راه ابرار و اخیار و سطار است میل بشیوه اول
بود بحکم این رباعی حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر که رباعی

ای نالهٔ پیر میفروش از غم تو — وی نعرهٔ رندان درد نوش از غم تو
خون دل عاشقان بجوش از غم تو — افغان مغان در دنوش از غم تو

هر آفریده که در صحرای ظهور و فضای وجود در حرکت آمده یکسر متوجه حمای جلال و سرحد
کمال اویند و هر چند دایم باعمال پسندیده و افعال گزیده چون نماز نوافل و روزهٔ
تطوع و تلاوت قرآن و غیره از اعمال وجودی ظاهر خود را معمور و مزین میداشتند تا
پرتو انوار آن بر باطن منعکس گردد و حقائق ملک و ملکوت آنجا بنمایند فاما راه ظلمات صفات
عدمی را چون عجز و انکسار و ترک اختیار و عدم قدرت و اعتبار و جاه و افتخار میپسندند
و آواز دف و نی می شنیدند و رقص بسیار میکردند و بیخود می شدند و اکثر اوقات
بصاحب جمالی مبتلا میبودند و بحکم این حدیث حضرت ختم پناهی صلی الله علیه وسلم که
من عشق وعف وکتم و مات مات شهیداً یعنی هر کس عاشق شود و پاکی ورزد و پنهان
دارد و بمیرد شهید شده باشد در اخفا میکوشیدند فاما در میان سماع سمت افشا
می پذیرفت و سر دل را زبان می گفت و ایشان در بحر استغراق بودند و بیخود انه
حالات ظاهر میشد که اهل مجلس را اطلاع افتاد و سبب ورود این حدیث آنست
که یکی از صحابه که مردی پر ذوق و پر حال بود عاشق شده بود بر دحیة الکلبی فاما

علوم ظاهری و باطنی و خلی تمام داشت و اشعار پارسی و ترکی میگفت و از غایت بی تکلفی
از مریدان فرار مینمود و از مجلس رندان سر بر میزد و صحبت عارفانه با آن جماعت میداشت
و میرفت و در زمان یعقوب بیگ در تبریز میبود و معتقد بسیار داشت و در روم متوطن
دهی بود و رودی عظیم در پهلوی آن ده دران اطراف و دنیز دهی بود و مردم آن ده
اکثر صاحب جمال بودند فاما در غایت کژ خلقی جوانی ازان قبیله مرید او شده بود و چون
در حلقه ذکری نشستند آنجوان تعلق آن پیر را فهم کرد تردد او عمر و آمد و گفت شیخ من
این پیر را می کشم داد عمر و پرسید که چرا می کشی گفت از برای آنکه مرا دوست میداری
داد عمر و گفت هر که ترا دوست میدارد می کشی گفت بلی داد عمر و گفت بیا اول مرا بکش غزل

کمترین کاریست اندر عاشقی جان باختن | بر بساط پاکبازی کفر و ایمان باختن
کار مردانست در یک داد جانان هر دو کون | حاصل آوردن بدشواری و آسان باختن
عاقلانرا گوی سر می آید از خوبان دریغ | باش تا سلطان من آید بچوگان باختن



در خراب آباد درویشان توئی سلطان آنی | تا موری بنگری ملک سلیمان باختن
خسرو ابهروش جنت را و بستان کوی دوست | کار رزدا زبهر چنین گل باغ رضوان باختن

در تبریز نیز والدهٔ یعقوب بیگ مرید داد عمر و شده بود و بصحبت مشار الیه خانقاهی

بنوعی تند بود که با او یارای سخن گفتن نداشت و دران وقت گفت **غزل**

عجب عمیست مرا کان نمیتوانم گفت | چه جای فاش که پنهان نمیتوانم گفت | شدم هلاک ز درد و سخن به پیش طبیب
بهیچ گونه ز درمان نمیتوانم گفت | ز بیم تندی خویش نجویش هم سخنی | بگنج کلبهٔ احزان نمیتوانم گفت
نماند طاقتم از سوز سینه و بازو | حدیث سینهٔ سوزان نمیتوانم گفت | مرا مگو که چکیدی طمع ببر ز لبم
که ترک جان خود آسان نمیتوانم گفت | روزی بمنزل یکی از اکابر دین رفت که در علوم مهارتی تمام

داشت مدت هفتاد سال اوقات در کسب علوم صرف کرده بود مولانا صدیق نام و اکثر جوانان از شاگردان او بودند و این خواجه علی نیز از تلامذهٔ آن بزرگ بود و چون مشربی بغایت خوب داشت آنعزیز او را بمنزل خود طلبید و میان ایشان بسعی مشکور آن بزرگ دین اختلاط واقع شد در انوقت این غزل گفت که مطلع و مقطع او اینست **مطلع**



مائیم و گنج میکده و گنج دیر او | دیگر کجا رویم که داریم غیر او | صد بار پیش کشت و دگر ساخت زنده ام
گوئی علیست یار و حکیمی نصیر او | در تاریخ هشتصد و هشتاد و یک از عالم رفت و مدفن او در طبس گیلکی است

مجلس پنجاه و دوم

مرکز دائرهٔ قضا و قدر شیخ زاده عمر و مردی بزرگ بود و خوش صحبت و نیکو اخلاق و در

گاه زاری و گهی نغمه سرائی میکرد | شرف دل شده کز سلطنتش عار آید
از سر کوی مغان دوش گدائی میکرد | در زمان دولت حضرت بابا میرزا شفته



مولانا محمد عالی شده بودند و معمیات باسم مشار الیه دارند و این غزل بسجیت او گفته اند

غزل قد برافراخته و چهره برافروخته | کار خود ساخته و خرمن من سوخته
بوسه ده بفقیری چه بری چندین دل | نیکئی کن که بسی مظلمه اندوخته
تا نیاید خبر از حسن تو غیر از غیرت | همه را دیده فرو بسته و لب دوخته
سوختم در طلب و راه نبردم بوصال | که تو برتر ز خیال من دل سوخته
خواجه از بندگی حرص نگردی آزاد | تو که خود را بدرمیکده نفروخته
ای شرف خلوت تاریک تو بس نورانیست | شمع دولت ز چراغ که برافروخته

در تاریخ هشتصد و پنجاه و هشت از عالم رفت و مرقد منورش در دار العبادة یزد است

مجلس پنجاه و یکم

متعرض نفحات نسیمی امیر سید حکیمی مدتی در علوم ظاهری اوقات صرف کرده بود و از علوم باطنی حظی تمام داشت و اشعار خوب دارد و اکثر اوقات مبتلای محنت محبت میبود یکی از منظوران مشار الیه از بزرگ زادگان طبس خواجه علی نام بود شکلی بغایت نیکو داشت فاما بهیچ وجه ملاقات میان ایشان واقع نمیشد و اگر اتفاقاً ملاقات شدی

بود و بچیزی غیر آن اشتغال نمینمود و عشق او بمرتبه رسید که جناب مولوی از پرگار بدر برد و دران دریا عاقبت الامر غوطه خورد و دیگر از قعر دریا بروی نیامد و فرو رفت و در هشتصد و سی و نه از عالم رفته اند

مجلس پنجاهم

مطلع انوار جلی مولانا شرف الدین علی در علوم ظاهری و باطنی مهارتی تمام داشت و مصنفات دارد و در غایت خوبی و معانی خاص دران رسائل بسیار است که بنظر کسی نرسیده از جمله رسائل او کنه المراد است و حل و حقایق التهلیل و مواطن و شرح قصیده برده و اشعار آبدار بطریق شعر حافظ دارد و دایم عاشق پیشه بوده اند و دران عالم غزلها

دارد از انجمله است این چند غزل

غزل

کاندر پیاله پرتوی از روی دوست هست
بسیار سر فدا شد و کس را نداد دست
چون ما هزار بت قدح باده می شکست
پیوسته در خیال که این نیک و آن بدست
این را خطاب عاصی و آنرا خدا پرست
آن هم که رست زآفت باد خزان نرست
غم نیست گر شود در و دیوار کون پست
آنهم بگفتند زکف آندم که گشت مست
تا از دیار کون و مکان رخت بر نبست
نفس باد صبا غالیه سائی میکرد
شکوه از محنت ایام جدائی میکرد
باده چون لعل بتم روح فزائی میکرد

صوفی مباش منکر رندان می پرست
در آرزوی آنکه بپوسند دست دوست
انصاف محتسب بر رندان درست شد
شیخ است و صد هزار تعلق زنیک و بد
این طرفه تر که مردم کوته نظر کنند
در بوستان دهر گلی شادمان نرست
بیرون زدار ملک جهانست کنج فقر
رندست و کاسه می از اسباب دنیوی
نگشاد در بروی شرف پیر میکده
صبحدم شاهد گل چهره گشائی میکرد
بلبل شیفته در بزم چمن شب همه شب
بود ترسان ز فراق گل و نازان بوصال
شمع چون جسم من از آتش دوری میگداخت

عمر حریص در طلب کیمیا گذشت ‌ ما را قبول اهل نظر کیمیا بس است
جامی بملک و مال چو هر سفله دل مبند ‌ گنج فراغ و کنج قناعت ترا بس است

چون آنجناب با امیر مشار الیه ترک اختلاط کرد و در کنجی نشست کس بعذر خواهی نفرستاد
و او را بدرخواست طلب کردند فرمود ‌ غزل ‌ دل چو روزی چند با دیدار جانان خو گرفت

عمرها جان کند تا با درد هجران خو گرفت ‌ نیست میل بزم وصل از کلبهٔ هجرم که چند
کم رو و سوی عمارت چون بویران خو گرفت ‌ یاد مرهم بر دل من سخت می آید چو تیر
تا ازان ابرو کمان با زخم پیکان خو گرفت ‌ بی رخ لیلے مخوان مجنون حیران را بحی
زانکه ان سرگشته با کوه و بیابان خو گرفت ‌ امیر شاه ملک آنجوان را فرستاد که

بهر نوع که باشد او را بیاورد چون خبر آمدن آن جوان بدان معتکف کلبهٔ احزان رسید غزل

مژده ایدل که مسیحا نفسی می آید ‌ که ز انفاس خوشش بوی کسی می آید ‌ از غم هجر مکن ناله و فریاد که من
زده ام فالی و فریاد رسی می آید ‌ ز آتش وادی ایمن نه منم خرم و بس ‌ موسی آنجا بامید قبسی می آید
دوست را گر سر بریدن بپیمایست ‌ گو بران خوش که هنوزش نفسی می آید ‌ تا بدان وقت امیر شاه ملک را



خبر از فقر و استغنای جناب مولوی بدان مرتبه نبود بعد ازان بنوعی دیگر با آنجناب
سلوک کرد و آن جوان را فرمود که دایم ملازمت کند بنا بر آن شب و روز در ملازمت

حضرت شیخ نجم الدین کبری واز مریدان خواجه ابوالوفاست لسبی فضل وکمال وعرفان مشارالیه رابود شرحی برمثنوی مولوی نوشته ودران شرح کارها کرده بامیرشاه ملک مصاحب میبود وبعضی مردم بهمین جهت انکار میکردند که او خودرا عارفی میداند برای دینی به اتراک تردد میکند چون این سخن بمشارالیه رسید فرمود که شیخ علاء الدوله سمنانی در بدو حال خدمت پادشاه میکرد وبعد ازچند وقت ترک ملازمت کرد وبانزوا وانقطاع مشغول شد آنحضرت راهم قلمی بود رقعه به شیخ نوشته که من نیز ترک ملازمت میکنم شیخ جواب نوشت که زینهار آن خدمت رانگذاری که اگر معلوم شدی که رضای حق در خدمت پادشاهان چه زود بدست می آید هرگز ترک ملازمت نمیکردم چه درخلوت فائده همین نفس آنکس میرسد ودرخدمت پادشاه نفع بهمه کس میتوان رسانید ازحضرت امام جعفر رضی الله عنه سوال کردند که ما کفارت خدمت السلطان فرمود که کفایت الحوائج الاخوان ومقررست که پادشاه صاحب ولایت است بلکه قطبیت اثبات کرده اند پس درملازمت ایشان محظوری نباشد وارکان دولت پادشاهان نیزازفیض ایشان نیزبی نصیب نمیباشند مارا درملازمت ومصاحبت امیرشاه ملک همان ملحوظ است وامیرمشارالیه را اعتقادی نسبت بدان جناب بوده درآثنای آن مشارالیه راتعلقی بیکی ازملازمان امیر واقع شد واین صورت بدان منجرگشته وچون جناب مولوی راجانب فقروفنا غالب برطرف دنیا بود ترک باغ وسرانمود وطریق انزوا اختیارکرده ومضمون اینغزل اورد خود ساخت

غزل درویش راسراسرکوی فنابس است — ترک متاع وخانه متاع سرابس است
گوهرگزم زفرش منقش مباش رنگ — پهلو منقش ازاثر بوریابس است
گرخازن حرم نزند نعره درای — ازاشتران قافله بانگ درابس است
نتوان نشست ازتگ وپو درطریق عشق — آنرا که باد پاندهد دست وپابس است
گرروی زرد ما نشد ازجام عیش سرخ — زخم کبود سیلی غم برقفابس است

موالی چون آن ذخیره داشتند دایم درکمین بودند اشعار سید را آنجوان را یاد میگرفت
وآوازی بغایت خوب داشت میخواند انجماعت شنیدند آن جوانرا گرفته پرسیدند که
این شعر کیست گفت شعر نست حکم بقتل او کردند رسیمان بحلق او انداخته میخواستند که
بردارکشند که سید نسیمی خود را رسانید وگفت این شعر نست او بجهت خاطر فقیر بخود اسناد
کرده آن جوان راگذاشتند وسید نسیمی راپوست کندند عاقبت الامر درعشق جان ببرد و



شعر

بیم جانی که داشت بجانان سپرد — جان چه خواهی کرد بر جانان فشان
در ره جانان چو مردان جان فشان — در محلی که پوست میکندند چون خون بسیار

رفته بود رنگ اوزرد شد گفتند چونست که رنگ زرد کردی گفت من آفتاب سپهر عاشقیم
ازمطلع عشق طالع شده آفتاب زرد میشود در وقت غروب در وقت مردن مضمون این را
گفت ونزد محبوبش فرستاد بیت

بصد اندوه وحسرت ازسر کویت سفر کردم — بناکام از تو ای آرام جان قطع نظر کردم

واین واقعه در هشتصد وسی وهفت بود و درحلب مدفونست

مجلس چهل وهفتم

آئینهٔ حقیقت مصطفوی ومصقلهٔ هیئت مرتضوی مولانا حسین خوارزمی کبردی از فرزندان

رفت و چیزی چند بران افزود و دروغی چند برهم یافت سید نسیمی غافل از انکه شعبده باز چرخ بوقلمون آخر الامر ازپس پرده چه خواهد آورد و بیرون گاهی غائبانه بدین ترانه ترنم مینمود

قطعه ازرمین تا آسمان انوار عکس روی اوست — برق اگر زآئینهٔ هر طلعت زیبا زند
از گریبان سر برون آور که تا بینی عیان — کان پری پیکر چه سان سر از گریبانها زند

وگاهی در روی او می گفت نظم

الفت فگندهٔ بمیان حسن و عشق را — آئین عشق و عاشقی و حسن دلبران
درا ندرون جان زلیخا نهادهٔ — وانگه بهانه وامق و عذرا نهادهٔ
شکر نخسبر و از لب شیرین تو دادهٔ — طوق وفا بگردن مجنون دلفگار
در چین زلف دختر ترسا نهادهٔ — فرهاد را بکندن خارا نهادهٔ
این جمله را تو ناظر مخلوق کردهٔ — در پیش تو چه پیش و چه رامی کدام عشق
چون داغ عشق خود بدل ما نهادهٔ — مارا نظر بنور تجلی نهادهٔ

یارب چگونمیت که چه زیبا نهادهٔ
از آتش محبت یوسف شرارهٔ
از حلقهای گیسوی لیلی نهادهٔ
تقوی و زهد و سبحهٔ صنعان پیررا
خود عاشقی و عشق در اشیا نهادهٔ
صد شکر میکنم چو فریدون و خوشدلم

تا این غایت موالی تحمل میکردند و از غصه او خون میخوردند اما انگشت بر حرف او نمیتوانستند نهاد و لب نمیتوانستند کشاد و بیکبار عشق او طغیان کرده سیل فنا خانه عاشقی و معشوقی را ویران ساخت ناگاه در دیری پرستی در پایان مستی اشعار گفت و جواهر اسرار سفت و این غزل از انجمله است غزل

حق بین نظری بیند تا روی مرا بیند — چشمی که بود خود بین کی روی خدا بیند
دل آئینهٔ اوشد کو تشنهٔ دیداری — کو همچو کلیم الله بر طور لقا بیند
از مشرق دیدارش آنرا که بود دیده — انوار تجلی را پیوسته چو ما بیند
وصف رخ آن ماهست الله جمیل ما — هر مرده دلے اما این نکته کجا بیند
ای چشم نسیمی را از روی تو بینائی — آنرا که تو منظوری غیر از تو کرا بیند

رباعی آئینهٔ جان عبارت از روی کیست — والليل اذا کنایت از موی کیست
گر عارف سر قاب قوسین شوی — دانی که دون بهر دو ابروی کیست

کار دزدن از پیش مریدان مولانا فضل الله حروفی بود در تاریخ هشتصد وسی وهفت
از عالم رفت در ربیع الآخر و مزار فایض الانوارش در خرجرد جام ست

مجلس چهل و هشتم

مستنشق نسیمات نفحات نعیمی امیر سید عماد الدین المشهور به نسیمی عشقبازی غریب و خانه برانداز
عجیب بوده در اول حال عاشق شد بر جوانی نکته دانی آگاهی نظم پریروئی پری بگذار مائی

بخور رشید دش زیک یک ذره رائی | شب افروز چو مهتاب جوانی | سیه چشمی چو آب زندگانی
دهانی درج در فکر خرد گم | دو چشم او بلای جان مردم | دو گیسو مشک تر یا عنبر خام
ز لال آب حیوانی لبش جام | لبش آب خضر در کاسهٔ می | بآب خضر برده خط او پی
چه لب یاقوت رمان آب دادهٔ | چه گیسو رشتهٔ جان تاب داده | روزی آن جوان تیر اندازی

میگردپرده از روی کار برگرفت و بر مضمون این ابیات حضرت جامی را بدو گفت شعر

هدف تیر خودم ساز که بارے به طفیل | برمن افتد نظرت چون نگری از پی تیر
جذبهٔ عشق توام طور خرد بر هم زد | گر کنم بیخودئے بر من دیوانه مگیر

آن نفس که از باطن بظاهر آمد بمثابه طوفانی بود که دریای دلش را در جوش و خروش آورده
در شورش آن دریا از اطراف اصداف حروف و کلماتش جواهر اسرار بکنار می آمد و چون
نظر هشیاران ظاهر پرست بران جواهر که لائق گوش پادشاهان حقیقت است می افتاد
سخن او را فهم نمیکردند و او را مواخذه مینمودند منکری از علمای ظاهر در حلب از و پرسید
که در روی این جوان چه می بینی که این مقدار شور و مستی میکنی گفت در آئینه روی او

صورت حق مشاهده مینمایم شعر | گر رخسار او سبع المثانیست | که هر حرفی از و بحر معانیست

گفته ما نیز او را می بینیم چونست که آن صورت بنظر ما در نمی آید گفت عنقای این دولت
قاف قابلیت شما را آشیان خود نساخت و همای این سعادت سایه بر سر همت شما نینداخت
چون این نوع سخن میان سید نسیمی و آن منکر گذشت دشمنی او استحکامی تمام یافت بمیان آمد

در دل او اثر کرد ایشانرا طلبید و از حالات گذشته پرسید نظر بحسن مطلع در آئینه او غزلی

گفته بودند گذرانید ند نظم
درد تو که سرمایهٔ ملک دو جهانست
الحمد لله که مرا با دل و جانست

شهری همه بر آتش عشق تو کبابند
من نیز برانم که همه شهر برانست
یک لمعه ز رخسار تو در خانه کعبه است

یکتار سر زلف تو در دیر مغانست
زان روست که آنجا همه لبیک و نفیرست
زین روست که اینجا همه فریاد و فغانست

گفتم که بهر وجه و بهر حال که گفتم
چون ماه شب چارده روی تو عیانست
یک غمزه ز دل ناز و من گفت که قاسم

آنجا که عیانست چه حاجت به بیانست
آخر بنوعی آن جوان مرید و معتقد شد که تمام قوم خود را گذاشت

و همراه ایشان بخراسان آمد چون آنحضرت را بجهت کار دزدن میرزا شاهرخ متهم داشت بسمرقند فرستادند و حضرت امیر مخدوم به هرمز و سادات دیگر را بجانب دارالمرز حضرت قاسم الانوار که عزیمت نموده بودند از درب عراق تا سر خیابان دو رویه مردم ایستاده بودند آنحضرت در محفه می گذشته اند این دو بیت را فرمودند شعر جهانی غرق دُرد دردِ گردد اگر سنگی بیابد بر سبویم ✤ آن بود که وبای عام شد و چندین هزار فرو رفتند امیر غیاث الدین علی ترخان در غایت حسن و جمال در سر محفه میرفته میان خیابان این

غزل را فرموده اند ✤ غزل ✤

کزین درگاه میرانند دایم در بدر مارا
نمیدانم چه افتاده است قسمت از قدر مارا

از نیمعنی که شد همراه ما هے در سفر مارا
ازنیمعنی چه دلشادم قرین دولت افتادم

که جز پیر مغان نبود درین ره راهبر مارا
برو ناصح مده پندم که با کس نیست پیوندم

که اندر گوش جان ناید حدیث مختصر مارا
برو زاهد مگو با ما حدیث توبه و تقوے

درین حالت نمی آید دو عالم در نظر مارا
بچشم وحدت مطلق ندیدم روی جانانرا

ز فریاد جرس معلوم گشتست اینقدر مارا
ز بیم هجر میناله جرسها در بیابانها

ازین فرقت رسد هر روز داغی بر جگر مارا
ازین تاریخ که سه سال گذشت میرزا جوگی

و میرفیروزشاه را نزد حضرت میر قاسم بعذرخواهی بخجرد فرستادند چون معلوم شد که

دقیقه حیات باقی ماند از شمع تو شمعهای دیگر افروخته خواهد شد و نام آنحضرت معین الدین علی بود و سبب این واقعه شیخ آنحضرت را قاسم الانوار نام کرد و بعرض شیخ رسانیده بودند که هنوز در وطاب باقیست قرار نشستن ندارم رخصت طلبیده بودند و در تبریز در گورستان سرخاب نزدیک بمزار پر انوار بابا مزید که موضعیست در غایت نزاهت قرار گرفته چون خاطر آن جوان اندک غباری پیدا کرده بود گاهی بهمان گورستان سرخاب می آمدند و میخواندند نظم

بر خاک کویش اشک من نقشی نگار و عاقبت	وین خون که از دل میرود نقشی برآرد عاقبت
تخم وفایش کشته‌ای دل زبی آبی منال	چون هست ابر رحمتش بر ما ببارد عاقبت

و شمه ازان حکایت نیز در کتاب انیس العارفین می آورند و محصل آن این چند بیت است نظم

بود در تبریز زیبا منظرے	نازنین عالمی نیک اختری	رشک سرو بوستان بالای او
آفتاب آسمان سیمای او	چشم مستش آیتی در شان حسن	زلف شستش رایت سلطان حسن
در جوارش بود سید زاده‌ٔ	دل بدست محنت و غم داده‌ٔ	دردمند نامرادی بیدلی
مست عشق از خویشتن لاابالی	پند دادندش قبائل هر یکی	خود نه بد سودش ز بسیار اندکی
آن یکی گفتش که ای پاکیزه جان	دارد اینمعنی سیادت را زیان	گفت عشق و مهتری ناید راست
شاه اگر در کوی عشق آمد گداست	آن دگر گفتش که غافل مانده‌ٔ	وقت تحصیل ست و جاهل مانده‌ٔ
گفت یکدم نیست بی یادش دلم	این بس ست از هر دو عالم حاصلم	بنده حاضر بودم آنجا بر کران
ناگهان سر فتنه آمد در میان	گفت دارم غصه‌ٔ در دل عجب	با تو گویم قصه‌ٔ مشکل عجب
اینهمه اسباب معشوقی مراست	در همه تبریز یک عاشق کجاست	گفتمش ای یوسف عیسی نفس
زین عجب تر قصه نشنیدم ز کس	اندرین معنی ندارم صاد و قاف	زانکه می بینم جهانی عاشقت
در جوابم گفت سرو سیم تن	عاشقیدا ما و لے بر خویشتن	جمله ما را بر خود دارید دوست
در طریق عاشقی دارید اوست	آنکه خود را بر ما خواهد کجاست	وقت خوش باد شکر اندر دهان
هر گرا با خویشتن کاری بود	نیست عاشق خویشتن داری بود	آخر الامر سوز و نیاز آنحضرت

درین کوی میا و نام من در هیچ جا با هیچکس درمیان میار بلکه با من هم در خاطر مگذران گفت

شعر هرچه فرمائی بجان فرمان کنم | پیش فرمان تو از جان چاکرم | چون دل تو خواهد که دران کوی نیایم منت دارم نیایم فاما یاد تو چون در دل نیارم دمبر تو چون از دل بیرون کنم شعر

اینت نرسد که گویم دوست مدار | آری اگرم دوست نداری رسد | چون این جواب بدو رسید برآشفت و گفت که او در مقام خواهست خودست و در حاصل کردن حظ نفس ست عاشق تا درینمقام ست عشق او را حرمست ازین سخن که آن جوان گفت مغز استخوان آنحضرت بسوخت وچون او را آتش عشق از روز ازل در مجمر سینه برافروخته بودند و در سن سه سالگی بودند که بخششی از محض عنایت الهی نسبت بدانحضرت واقع شد چنانکه در دو بیت ایما فرموده نظم

مرا علم ازل در سینه کردند | عجب علمی ولی درسی ندادند | مرا سه ساله حالی گشت معلوم

که شیخ چله را درسی ندادند | در اول حال که بخدمت حضرت شیخ صدرالدین اردبیلی که از سادات حسینی اند رسیده اند و در ریاضت بسیار در خدمت او بسر برده و چهار نوبت به کعبه معظمه رفته بودند و دگرت پای برهنه و جله ماموربودند به آنکه نشینند مگر تشهد با آنکه پاها ورم کرده بود شیخ اجازت نشستن نداد نشسته زده بودند ورم پاها را و موی سر را تقصف خلوت بر میخی استوار کرده بودند شب آخرین درمیان خواب وبیداری دیده بودند که در مسجد جامع اردبیل واقعند و شمعی بر بالای منبرست و آن شمع حضرت رسالت ست و تمام صحن مسجد شمعهاست و این شمعها انبیا اند و اولیا و خود را نیز مثل شمعی دیدند اول تمامی انبیا که شمعها اند خود را بر آن شمع که حضرت مصطفی ست پروانه وار سوخته اند و اولیا نیز مثل آن تا نوبت بدان حضرت رسید به همان طریق خود را بران شمع زده بودند و سوخته فاما هنوز دقیقه حیات باقی بود بیدار شدند و چون مقرر بود که واقعات را که بیدند بر شیخ عرض میکردند بهمان دستور چون این واقعه عرض کردند شیخ را وقت شده بود فرمود که پیش ازین بمن نرسیده سجاده نشینی حق تست و آنکه خود را دیدی که بر آن شمع سوختی فاما

واورا آورده در هر گوشه که خواجه عبد القادر سازهای متنوعه کارها نموده یزدان بخش درپیش بود آخر چنگ از یزدان بخش گرفت وساز کرد و در عشاق همان کاری که حضرت خواجه ابوالوفا میخواستند که بدو یاد دهند و او نتوانست که بیاموزد نمود یزدان بخش ملزم شد گفت من لت از خواجه عبد القادر نخوردم و این لت از خواجه ابوالوفا خوردم وفات حضرت خواجه ابوالوفا در هشتصد وسی و پنج بوده است و قبرش در خوارزم است ❊

مجلس چهل و هفتم

مطرح انظار لمن الملک الیوم لله الواحد القهار قاسم الانوار از سراب تبریز اند در اواسط حال عاشق جوانی از اکابر تبریز شدند و در میان اهل عالم رسوا گشتند آن جوان تبریزی هم ازان مردم مصاحبان داشت اورا سرزنش میکردند وسخنان



موضع قاسم الانوار وجوان

تعرض آمیزی گفتند چون صلبیتی میباشد آن مردم را بسیار ازدشنیدن آن نوع حکایات انفعال می کشید محرمی نزد آنحضرت فرستاد و پیغام داد که اگر مرا دوست میداری بعد ازین

درکمال قابلیت صوری ومعنوی چنانکه رساله موسوم به نثر الجواهر برای او نوشته اند و رباعیات خوب دران رساله درج فرموده این رباعی از انجمله است رباعی

در سینه کسی که درد پنهانش نیست	چون زنده بماند او ولے جانش نیست
رو درد طلب که علت بی دردے	درویست که هیچگونه درمانش نیست

فقر وفنا واخلاق آنحضرت دران مرتبه بود که اکثر اوقات پیاده سیر میفرمود ومردم خوارزم اورا فرشته روی زمین می گفتند روزی یزدان بخش مست درکوچه بدانحضرت رسید ودر بدمستی بمرتبه از حد گذشته که چنگ راچنان بضرب برسر مبارکش زد که سر مبارکش بشکست وچنگ نیز ریزه ریزه شد واو فرورفت آنحضرت چنگ شکسته اورا جمع کرده بر وپاکی نهاده بدرخانه او آوردند وزوجه اورا گفتند که یزدان بخش درمیان راه افتاد کسی را فرستند تا اورا محافظت نماید زوجه مشارالیه چون واقف بود از اطوار او دانست که ازو فعلی ناپسندیده آمد واثر شکستن نیز ظاهر بود مشارالیه راکشان کشان بخانه آورد وبعد ازانکه بهوش آمد کیفیت معلوم کرد بدرخانه آنحضرت رفت وبر خاکستر نشست وهرچند دوستان میکردند از خاکستر برنمیخواست آخر الامر از روی خاکستر برخاست اما بخانه خود نرفت همانجا بچنگ نواختن مشغول شد هرچند دران فن بی نظیر بود فاما اوقات آنحضرت ازان پر نفرت بود که همین صرف آواز چنگ شنیدن شود وآنحضرت خود دران فن نیز ماهر بود عاقبت اورا ببالاخانه که می نشستند طلبیدند وچنگ اورا ساز کردند وباوجود تنگی پرده عشاق دران کاری بدو نمودند که هرگز نشنیده بود فاما مطلقاً نتوانست آموخت درهمانوقت خواجه عبد القادر به ملازمت حضرت صاحب قران امیر تیمور خان بسمرقند رفته بود و استدعای منشور نموده آنحضرت درسمرقند وخراسان هرجا موسیقی دانی وسازنده که وقوفی داشته طلبیده بودند خواجه برهمه ایشان فایق آمده بود کسی بعرض رسانید که درخوارزم یزدان بخش نام چنگیی هست علی القاعدة المعهودة کس به پیام رفته و

اگر شرح حال در قلم آرد نکی بر جراحت پاشد چون تن بیجان در گوشه نشسته و از همه رسیده
اگر بتیو بر افلاکم چو ابر تیره غمناکم وگر با تو به گلزارم نجارستان بجان تو و همچنانکه اولیا
در آئینه حسن مقید مشاهده جمال مطلق مینمایند آنحضرت در نشأ آن جوان عکسی از جمال
باکمال حضرت شاه اولیا دید این منقبت را فرمودند و گفتند که او را یاد گیرید و برخواندن
مواظبت نمائید که منبع فیض او آن خواهد بود و چنان شده مطلع اینست مطلع ✤

منزل آیات حکمت مظهر سر وجود	شاه مردان شیر یزدان بحر احسان کان جود

در محرم هشتصد و سی و سه از عالم رفت و قبر آنحضرت در قدسیه مهر آبادی نیشاپور است
مولانا یقینی در صفت او گفته قطعه + ای خاک آستانت محراب اهل معنی + چون قبله معظم در قبله نشاپور
نرنهنگه ملائک مانند باغ رضوان + در وادی مقدس قدسیه بیت معمور

مجلس چهل و ششم

صدر نشین صفه صفا خواجه ابو الوفا از خلق عظیم حضرت مصطفی علیه من الصلوة ازکیها
حظی وافر و نصیبی کامل داشت و در کمال عرفان منفرد جهان بود در علوم ظاهری از
شرعیات و حکمیات از معقولات و منقولات باقصی الغایة و الامکان کوشیده و یافت آن
بزرگوار از رسائل که در طور درویشان نوشته معلوم میشود شعر ورقی باز کردم از بخش ✤
زیر هر توی هر سخن تو میست + آنحضرت با پسر یزدان بخش چنگی تعلق غریب داشت و آن پسر



مجنون با هر گیاهی از لیلی خود گفتی و شنیدی و بر هر کوه که گذشتی همچون کوهکن با هر سنگی از شیرین خود گفتی سر گذشتی و دیوانه وار چون بیخود میشدی بر خاک می خفتی و چون بخود

می آمدی با خود سخن میگفتی نظم

که ای دل غرقهٔ دریای خونی | بسان لاله از پرده برونی
تو ئی در خون اگرچه غرق گشته | منم از غرب خون تا شرق گشته | مرا در کوه جان کندن بود کار
به کان کندن ز دو هر کس بکسار | چو ز دبخت این گره در کار من سخت | ستیزه چون کنم امروز با بخت

چون بهره رسیدند بیاران خود نوشتند غزل

ای همنفسان که پیش یارید | مارا مکشید چون غریبان | گیرم که شما ازان دیارید
این شکر چرا نمیگذارید | امروز مرا بمن گذارید | گرمی کشدم فدای اویم
جان خواهم داد زیر پایش | ای محنت و غم سگ شمایم | کز دوست مرا بیاد گارید
زنهار بروی او میارید | هیهات که در کدام کارید | کر درد تان غمش نگنجد
ای طائفه که در دمایست | غنیمت دانند که این کمینه آواره بدندان تحسر نگشت تحیر گزیده
بر سینهٔ خروش گمارید

بگیرد شمع خود از دور گردیدن نمی یارم | بگو شعر تو ای پروانه سوز خود غنیمت دان که من باری

موضع امیر محترم و جوان



دلربایان مهوش است هزار جان مقدس فدای راه برهنه پایان کوی ملامت باد که از چشم رونابینایان عادت پرست در نقاب عزت محتجب گشته اند و دائره وار پی گم کرده و مولانا جلال از انجا گفته بود که بدو رسانیده بودند که میگویند آنحضرت در طریق سیر و سلوک وادی محبت امیر غیاث الدین علی ترخان که سهیلی بود بیت مطلع صبح سعادت مقطع مهر و وفا مقفی درس فتوت صوفی صف صفا ✤ از مطلع حسن درخشان و افتابی از مشرق ملاحت تابان طی وادی مقدس طوی عشق کرده بمقام فنا و منزل فنا الفنا رسیدند و این رباعی انگفته اند

رباعی

از شان تو ای صنم نشان نتوان داد — شور و شر مستی همه از چشم تو زاد ✤
زلف تو که سرمایهٔ هر سودا بود — بر روی تو فتنه گشت و سر بر انهاد
و این رباعی را نیز در انمحل گفت رباعی
مائیم و شراب و شاهد و دین مسیح ✤
زنار و کلیسیا و ساقی میلیح ✤
آزاد دل و مجرد و دوست پرست
بگذشته ز نیک و از بد و خوب و قبیح

چون این کتاب بدو رسید و این سخنان از ارباب حسد شنید محضری نوشت و آنحضرت را تکفیر کرد نظم زد شیخ شهر طعنه بر اسرار اهل دل ✤ تکفیر کرد پیر مغانرا و گر نبود ✤ بوئی ز کفر او شنوا از دین خود فضل المرء لا یزال عدو الجاهل ✤ بوئی ز کفر او شنوا از دین خود

این ملامت خود آتش غیرت را تیز تر ساخت و در آتشکدهٔ سینه علما بر افراخت مجلسها آراستند با عشرت و طرب و شبها تا روز سماع زدند بصد شور و شغب و چون آن ذخیره خاطر از ایشان دزدیدند فتنها انگیختند و در قصه کار دزدن میرزا شاهرخ روغن داغ بر سر مبارک آنحضرت ریختند و بند کرده بهرمز فرستادند و حضرت قاسم الانوار را بسمرقند روان کردند و امیر سید بهار الدین را بدار المرز بردند از یک طرف دوری از کسی که بی او قرار نداشتند و از طرفی دیگر مهجوری از مخادیم و عزیزان و هم نشینان دران بیابان بر غربتی و تنهائی و بیچارگی خود میگریستند و میخواندند رباعی

بودیم همه جمع چو پروین یکچند — چون عقد جواهر همه با هم پیوند
وز ان فلک رشتهٔ آن عقد گسست — هر دانه بگوشهٔ جهانی افکند — هر بیابان که رسیدی همچون

و در تحصیل بدست آوردن علم تفسیر و حدیث بیضاوی نمود و امیر قطب الدین حیدر را یکی از بدلای روزگار که واقف اسرار بوده از اکتساب علوم ظاهر منع کرد بر طریق حبیب عجمی سلوک مینمودند و در تصفیهٔ باطن میکوشیدند و از علوم لدنی که محتاج بکتابت و عبارت نیست از دبیرستان معنوی حضرت مصطفوی چنانکه حافظ ازان نشان داده است

شعر نگار من که بمکتب نرفت و خط ننوشت	بغمزه مسئله آموز صد مدرس شد

نصیبی تمام داشته اند و چون شیوهٔ عشق از انحضرت بسیار ظاهر بود مولانا جلال قاینی کسی را پیش ایشان فرستاد و پیغام کرد که میشنویم که بعضی امیرزاده های امرد بملازمت شما می آیند و شما را با ایشان اختلاط گرمی واقع میشود بلکه میگویند که تعلق خاطر نیز واقع است ما را حد آن نیست که گوئیم که مناسب هست یا نیست فاما از کیفیت آن استفسار میکنیم که عشق همان مرض سودائیست یا ورای آن چیزی هست آن مشار الیه نوشتند شعر

عشق سیمر غیست کو را دام نیست ✣ در دو عالم ز و نشان و نام نیست ✣ عنقای عشق جز بر قاف قلب سیمان قلندر خانهٔ دیر تجرید نشیند و همای همتش سایه جز بر سر افرازان کوی نیستی و آزادگان سر جا پرسوی تفرید نپیند از دهر پست همتی را کجا آن قدر بود که نقد استعداد خویش بر محک عیار صراف خانهٔ عشق زند و هر قلاشی را کی کمنت آن که به اندک مایه او را درین بازار سودائی سود در سر افتد حریف این قمار خانهٔ پاکبازی باید که در اول خود را درباخته باشد

و هیچ چیز دامن همتش را نگرفته ربائی	زین گرم روی سوخته ساخته
در دو در نخستین دو جهان باخته	رندی باید ز شهسواران تاخته ✣
بنیاد وجود خود بر انداخته ✣	رایت سلطان عشق بر در مصطبه خرابات

روان روان بلاکش و سرمست نزنند و نوبت شهنشاهی جز بر بام ویران آزادگان قلندر روش معشوق پرست نکوبند تازه رویان نوبهار طلب را سرسبزی از سرو قامتان بلند همت نهی دستست سرخ رویان خون آشام را رونق بازار از کمند دلاویز خدنگ غمزه

سر به بیماری باریک کشید آخر کار	هر کرا آرزوی موی میان تو بود	دم آخر که بپوشم ز جهان چشم امید
همچنان گوشه چشم نگران تو بود	ملک ملهای تو آباد بود به که خراب	خاصه ملکی که سراپای ازان تو بود
گفته صورت او منظر معنیست کمال	خود عیانست چه حاجت بیان تو بود	وفات او در هشتصد و هشت بود



وقبر او در تبریز است در موضعی که ولیان کوه میگویند که سر است و بر لوح قبر او این بیت نوشته است شعر

کمال از کعبه رفتی بر در یار	هزارت آفرین مردانه رفتی	

مجلس چهل و پنجم

واقف سر مکتوم و مقرب حضرت حی قیوم امیر مختوم را بحکم الاسماء تنزل من السماء از آسمان ختمیه و خاتمه سمک این اسم نازل شده در اول نام او علی بود امیر سید بهاء الدین که جد اوست از کبار سادات مدینه است وقتی بزیارت مشهد مقدسه رضویه آمده بودند و در وقت مراجعت در نیشاپور متاهل شدند و نبیره آنحضرت سید محمد بود و او نیز در نیشاپور تاهل ساخت امیر بهاء الدین حیدر و امیر قطب الدین حیدر و امیر سید علی فرزندان اویند و هر سه برادر اهل کمال بودند امیر سید بهاء الدین بکسب علوم اشتغال نمودند

در سرخاب تبریزست در سر مزار بابا مزید

مجلس چهل و چهارم

دیباچه مجموعهٔ دردمندی شیخ کمال خجندی بزرگ بود در حالت او اهل عالم را دو مذهب است بعضے میگویند از اولیاست و بعضے میگویند از شعراست ظاهر ازنخست میان این دو طایفه و جانب ولایتش غالب و این معنی از بعض نظمهاش ظاهراست و این بیت از توحید که در دیوانش ثبت است دلالت میکند شعر

شده از ساقی لطف تو جهانی سیراب ‌ همچنان بحر کرم موج زنان مالا مال

و اینغزل نیز ازان قبیل ست غزل

دوش از در میخانه بدیدیم حرم را ‌ می نوش و ببین فسحت میدان کرم را
فرمان خرد بر دل هشیار نویسند ‌ حکمی نبود بر سر دیوانه قلم را
ای مست گرافتی بسر تربت شاهان ‌ مشتاق لب جام به بینی لب جم را
پای ستم از ساحت جان گرد برآورد ‌ بنشین و بمی باز نشان گرد ستم را
چنگست طرب اه طرب گفت زپیران ‌ بشنو سخن راست ببین قامت خم را
در شیشه گرازمی کمیئی هست غمی نیست ‌ لیکن غم بسیار بود دولت کم را
صحبت کمال و می و آواز خوش نی ‌ برخیز و غنیمت شمر این یک دو سه دم را

و تکلفاتی که در شعر کرد مردم را در غلط می اندازند و شاید که ازانرو واقع شده باشد که از رعایت صورت عبودیت باز نماند چنانکه خود میگوید شعر این تکلفهای من در شعر من + کلمینے یا حمیرای منست + و او اکثر اوقات بریاضات و مجاهدات مشغول میبود و بعد از فوت او در حجره اش غیر از بوریائی و سنگی که بزیر سر می نهاد چیزی نیافتند در تبریز بر جوانی رومی گر عاشق بود و اکثر اشعار دردمندانه برای او گفت و این غزل ازانجمله است غزل

نقطهٔ دائرهٔ لطف دهان تو بود ‌ آیت حسن خط مشک فشان تو بود ‌ پایه همت درویش و سر افرازی او
به هوای قد چون سرو روان تو بود ‌ ای گل روی تو هر لاله که روید ز گلم ‌ بر دلش داغ تو بر سینه نشان تو بود

حضرت سید در تاریخ هفتصد و نود و هفت از عالم رفت و قبرش در شیراز است ؛

مجلس چهل و سوم

شمع محفل آرای صاحب جام جهان نمای نام او مولانا محمد شیرینیست که بمولانا محمد مغربی مشهور شده از مریدان شیخ اسمٰعیل سیسی است که او از اصحاب شیخ عبد الرحمٰن اسفرائینیست باشیخ کمال معاصر بود و صحبت میداشته اند دران وقت که شیخ این مطلع گفته بود که مطلع

چشم اگر اینست و ابرو این و ناز و شیوه این | الوداع ای زهد و تقوی الفراق ای عقل و دین

چون به مولانا رسید گفت که شیخ بسیار بزرگند چرا شعری باید گفت که محملی غیر مجاز نداشته باشد شیخ آنرا شنیده و استدعای صحبت کرده و خود به طبخ مشغول شد و مولانا نیز بغایت متابعت کرد و دران اثنا این مطلع خواند که چشم عین ست پس ذات قدیم از و میتوان خاست و ابرو حاجب است اراده میتوان کرد و مولانا انصاف داد که چنین ست در تبریز بر جوان نمک فروش سلطان بایزید نام که در اصل گرد بود عاشق شده بودند که حسنی بکمال داشت و زلفی پر حال غزلیات پرشور در زمان عشق او گفته اند و این مطلع از انجمله است نظم

نوشته خط تو بر لوح حسن انت ملیح | خط تو خضر حیات و لب تو جان مسیح | آن گرد پر بچهره ندانم که چه کرد

گر جمله خوبان جهان گوی ببرد | در هشت سالگی در هشتصد و هفت از عالم رفت و قبرش در



کین جمله یکیست چون اضافت برخاست | در ابر قوه حضرت سید را تعلقی با جوانے

واقع شده بود و در حلقهٔ درس سید چند جوان دیگر که کمال بهجتی و طیبت لهجتی داشته اند می بوده اند فاما شیوهٔ عشقبازی او را با آن جوان بود نظم

دگر چگونه توان سوی این و آن کردن | بفتوی خط تو کافیست در خوبی | نظر بروی تو ایماه چون توان کردن حلال نیست تماشای بوستان کردن

یکی را از جوانان خوش شکل که در درس او بودند بهار نام بود و چون طبع بلند داشت سید بدو نیز می پرداخت آن جوان که منظور سید بود بران رشک برد و چند روز بدرس حاضر نشد و از خانه بیرون نیامد و بهیچ بهانه سید نتوانست که با او ملاقات کند چون ایام فراق متمادی شد سید را آرام و قرار نماند رقعه نوشت به آن جوان صاحب جمال و استدعا نمود

از صبا و شمال بنظم

کای باد بوی یار بدین مبتلا رسان | در چشم من ز خاک رهش توتیا رسان
ما چون می رسیم بدان آرزوی دل | یارب تو آرزوی دل ما بجا رسان
جواب نوشت که خاطر مائل بهار است | بهار که آید خواهم آمد و جواب تو شنوشت
بهار بی گل روی تو ام چه کار آید | سرا یک آمدنت به که صد بهار آید
ازین واقعه غنچهٔ او خندان گشت | و همچون گل بشگفت و بیرون خرامید و بوستان عیش یاران را منور گردانید



خبر نیست نور سیده تو مگر خبر نداری	جگری حسود خون شد تو مگر جگر نداری

در تاریخ هفتصد و نود و دو وفات یافت و قبر او در سرخس است

مجلس چهل و دوم

حضرت امیر سید شریف که سروی بود از جویبار سعادت روضهٔ قدس او هو لطیف بعد از غواصی در بحار علوم ظاهری عموماً و معقولات خصوصاً از عهدهٔ ابنای وحدت و ابلاغ حد و نقصی نموده باشد نصب بادبان رایات بدایت آیات اولیا در ذوق ذوق نمود و آنرا چنانچه مقتضی احکام وحدتست در صورت وحدانی چنانچه هیچ جز واز اجزای او نباشد که معروض وحدت نشود به هیأت تالیفی در بحث وجود باز نمود و چون در هر باب رساله و کتاب تصنیف بزبان عربی تمام کرده بود و قوت قابلیت دانی او نخواست که اذیال اقبالش بحکم تعانق اطراف السنهٔ عجمی منجمی که بزیور تناسب آراسته است و به حلی انتظام پیراسته خالی نباشد رسالهٔ بدان زبان را فارسی نوشت و روزی بخدمت حضرت سلطان حسین اخلاطی مشرف شده بود در مجلس آنحضرت ذکر لا اله الا الله میگذشت امیر سید شریف از آنحضرت سوال کرد که آنکه را نفی میکنند موجود ند یا معدوم نفی موجود لا طائل و نفی معدوم تحصیل حاصل آنحضرت در جواب فرمود که الهیون را نفی مے کنند که شعر

همه از وهم تست اینصورت غیر	که نقطه دور گشت از سرعت سیر

چه مادام که کسی در مطموره یقین و حصار جزئیت شعار خود محبوس ست و در معموره اطوار تفرقه آثار خویش گرفتار هزار هزار صور غیریت کثرت انجام توهم میکند و هر وقت آفتاب جمعیت اشراق اطلاق تاب در سرای تفرقه زدای هویت مطلقه تابیدن گیرد و بمیامن التفات اتحاد آثار راه بجمای کلیت افزای او برد بعین الیقین به بینند که مصراع

همه هیچند هر چه اوست که اوست رباعی	چشمی که بنور وحدت حق بیناست
بیند که مخالف صور از من و ماست	از دیده عکس دیده بین از چپ و راست

ظاهری اشتغال نمود و از عالم معنی نیز بی نصیب نبود و چون مفتاح ابواب حقیقت او را عشق مجازی بود هر روز آن محبت در تزاید و تضاعف بود و دری دیگر از غیب بر رویش میگشود چه عالم صورت در غایت پستی ست و جهان معنی در اعلی درجهٔ بلندی و از انجهت در صورت منار نمود که ازین تا آن بسی راهست و چون ممری که بطریق استدلال از اثر بمؤثر خواهند که روند بسته آنست بدان جهت چنان نمود که مناره را در نبود و راهی که ازین طریق بمطلوب توان رسید بسته بود زیرا که بترتیب مقدمات یقینی و استعمال قوانین منطقی به ادراک مقاصد و مطالب فائز نمیتوان شد که سری شناسد این سر که سزای دار باشد و شیخ سعد الدین که از سر منارهٔ غنا و عالم اطلاق ندا میکرد عبارت از خازن گنجینهٔ جواهر اسرار خزاین تجرید بود و آن جوان صاحب جمال که از سر منارهٔ کمند حاذبه انداخته اشارت ببرق تائید که بیت

بود فکر نکو راشرط تجرید

پس انگه لمعهٔ از برق تائید

و چون تصفیهٔ باطن او را حاصل شد در بحث و ناله هر دو کامل گشت ازان روی در بحث بر آکثری فائق آمد از انجمله در انوقت که شرح مفتاح نوشته بود کسی او را به ضیافت بخانهٔ برد که آن خانهٔ مصور بود و یکی از دانایان روزگار را نیز طلبید چون آن تبحر در آمد از حضرت مولانا سعد الدین سوال کرد که در خانه که مصور باشد شرعاً جائز نیست که بنشینند آنحضرت فرمود که اینچنین ست فاما اصل خانه دل است نعوذ بالله که آن خانه را کسی بدین صورتها بیاراید و فرشته در انخانه در نیاید نظم

حدیث مصطفی آخر همین ست	بگو بشنو که البته چنین ست	درون خانه چون هست صورت
فرشته ناید اندر دی ضرورت	برو بزدای زنگ از تختهٔ دل	که تا سازد ملک پیش تو منزل
نگردد جمع علم و خلق با آز	ملک خواهی سگ از خود دور انداز	علوم دین ز اخلاق فرشته ست
نیاید در دل کو سگ سرشته ست		

بعد از انکه آن تبحر درین سوال الزام تمام یافت از چیزی که مفتح شرح مفتاح واقع شده استخبار نمود که چه خبرست آنحضرت در جواب گفت شعر

مجلس چهل و یکم

کشاف معانی وصراف بازار بیانی مولانا سعد الدین تفتازانی از متبحران بود در علوم عربی از قاتلان مستعد وطالبان مستر شد چراغ دانش از شمع او افروخته اند وتصانیف بسیار در غایت خوبی بر صحیفهٔ روزگار ازان بزرگوار ماند شبی در واقعه دید که مناره ایست بغایت بلند وشیخ سعد الدین حموی از بالای این مناره نعره میزند ومیگوید تفتازانی بیا که دامنی پر از جواهر نفیسه دارم تو دهم مولانا سعد الدین بتعجیل تمام برگرد مناره دویدند مطلقاً راهی نیافتند نعره زدند که این مناره راهی ندارد وشیخ سعد الدین گفتند گناه من چه باشد جوانی بغایت حسن وجمال از بالای مناره طنابی انداخت که دست دران زدند بر بالای مناره برآیند هر چند سعی نمودند میسر نشد صباح در حلقه درس اینخواب را تقریر کردند ورقت فرمودند وگفتند که یاران انچه ما تا غایت عمر دران صرف کرده ایم داخل نیستند در مطلوب مقصود چیزی دیگر بود به سبب آن واقعه نایرهٔ شوقی در آتشکدهٔ دلش مشتعل گردید ودران اثنا جوانی صاحب جمال از جانب خوارزم رسید دیدند که همان جوانست که بر بالای مناره دیده بودند شیفتهٔ او شدند ودر اثنای عشق او دری از عالم معنی کشاده گشت واز انجا نظرش بر فضای انتهای حقیقت افتاد آنجوان در خدمت آنحضرت بکسب علوم



پسر مفتی عاشق جوانی آهنگر شد مضمون این مطلع مطلع | ای هر دم از جفای تو دل را غمی دگر
عالم ز تو خراب و تو در عالمی دگر | حسب حال ایشان آمد در محلی که حافظ در میان هردو ایشان
نشسته بود پسر مفتی حافظ را گفت که غزلی بجهت او بگوید که پسر آهنگر بگذارند این غزل را

بدیهه گفت غزل

دلم ربوده لولی وشیست شورانگیز | دروغ و عهد و قتال و وضع و رنگ آمیز
فدای پیرهن چاک ماهرویان باد | هزار جامه تقوی و خرقه پرهیز | فرشته عشق نداند که چیست یکسو کن
بخواه جام و گلابی بخاک آدم ریز | غلام آن گلمانم که آتش انگیزد | نه آب سرزند در سخن نه آتش تیز
مباش غره ببازوی خود که در عشقت | هزار تعبیه حکم پادشاه انگیز | میان عاشق و معشوق هیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز | اگر تی بعضی از موالی و ظریفان طعنی میکرده اند که حافظ مردی

مردی شعر انجوار پریشان روزگار است و دامنی پاک ندارد و در جوانی بغایت صاحب حسن
عاشق شده و ما را حیف می آید حافظ بجهت آن گفته این غزل از انجمله است

غزل

دل سراپرده محبت اوست | دیده آئینه دار طلعت اوست | من که سر در نیاورم به دو کون
گردنم زیر بار منت اوست | تو و طوبی و ما و قامت یار | فکر هر کس بقدر همت اوست
دور مجنون گذشت و نوبت ماست | هر کسی پنج روز نوبت اوست | فقر ظاهر مبین که حافظ را
سینه گنجینه محبت اوست | محمد مظفر که پادشاه تجرد در اعلی مرتبه دانش و خشکی بر طبع او غالب بود اهل فضل

و کمال و ارباب ذوق و حال را چون با او مناسبتی نبود در زمان دولت او بفراغت و خصوصیت نمیگذرانند این غزل در انمحل گفت

غزل اگرچه باده فرح بخش و باده گل بیز است | بانگ چنگ مخور می که محتسب تیز است
در آستین مرقع پیاله پنهان کن | که همچو چشم صراحی زمانه خون ریز است
صراحیی و حریفی گرت بچنگ افتد | بعقل نوش که ایام فتنه انگیز است
مجوی عیش خوش از دور واژگون سپهر | که صاف این سر خم جمله دردی آمیز است
سپهر بر شده پرویز نیست خون پالا | که ریزه اش سر کسری و تاج پرویز است
عراق و پارس گرفتی بشعر خوش حافظ | بیا که نوبت بغداد و وقت تبریز است

خرقه جالی گرو باده و دفتر جالی ۵ اشعار او خود ازان مشهورتر است که بایراد احتیاج داشته باشد
فاما چون شمه باز نموده شده بود که سخنان او موافق مذهب صوفیه واقع شده مطلعی چند
به جهت او ایراد کرده شد در زمان دولت شاه شجاع بر پسر مفتی شیراز می شیفته گشت و
بمرتبه آنجوان مظهر حسن و جمال بود که در انوقت زبان حافظ با آنکه لسان الوقتش میگفتند
از وصف کمال و غنج و دلال او لال بود روزی از روی اتفاقات در گنبدی صحبتی با آن
جوانش دست داد کاسه ریخت و بدست آن جوان داد و حیران روی او مانده و حالات



حسن و ملاحت بر کمالش را پنهان از و مشاهده مینمود چه آن جوان در آئینه دیده او نظاره
حسن خود مشغول بوده و فنائی ازان خبر داده بیت

بجسن خود شده مشغول و من نظاره میکنم	بود در آئینه چشم روشنم باشی

شاه شجاع خود بران سرنشان اطلاع یافت چون جماعتی
که بعرض شاه رسانیده بودند دائم کمین میکرده اند شاه بر بام برآمد و از دریچه پنهان
در ایشان نظاره میکرد چون حافظ کاسه بدست پسر مفتی داد و آن جوان کاسه را در کشید

شاه شجاع خواند مصراع	حافظ قرابه کش شد و مفتی پیاله نوش	حافظ چون آواز شاه را
شناخت فی الحال گفت ع	در دور پادشاه خطابخش و جرم پوش	در آشنای بیخود یهای حافظ

وبمطبخ در دوید و دستهٔ هاون سنگین بیرون آورد و پیش ابر داشت که اگر زوری داری این را بشکن و میگوید پریشانی دماغ او دران واقعه بجنون کشید مشار الیه روی بغایت کرد داشت مانند بارش هر که پف یوز میگفت بیطاقت میشد و دشنام میداد و اضطراب میکرد روزی همین یار خباز پرسید که هرگز بوده باشد که تو ازین لفظ بدبرده باشی بلکه ترا خوش آمده باشد گفت یک نوبت حضرت میرزا امیر انشاه چهره خوش شکل را که با او تعلق بسیار داشتم به طلب من فرستاده بودند که تعلق مرا سید انستند آن چهره مرا به پس اسپ خود سوار ساخت در راه به پس نگاه کرد و گفت ملا بچه میمانی امروز مرا ازو بسیار خوش آمد و امروز از تو در هفتصد و هشتاد و شش از عالم رفت و مدفن او در پیش کوه نیشاپور نزدیک بقدمگاه حضرت سلطان خراسان بر سر راه است ٭

مجلس چهلم

سرو چمن گلشن راز و گلستان ارم حقیقت و مجاز حافظ شیراز اسم شریفش شمس الدین محمد است او را لسان الغیب و ترجمان الاسرار گفته اند و فی الواقع هر بیتی از اشعارش آیتی ست از سورهٔ شعرا بلکه سوره ایست از کتاب اعجاز بلغا اسرار غیبیه و معانی حقیقیه در کسوت صورت و لباس مجاز باز نمود هر چند معلوم نیست که او دست ارادت پیری گرفت و در طریق تصوف به یکی ازین طایفه نسبت درست کرده اما سخنان او چنان بر مشرب این طایفه واقع شد که هیچکس را آن اتفاق نیفتاده مثل مطالع این چند

غزل که مطلع

عکس روی تو چو در آینهٔ جام افتاد
عاشق از خندهٔ می در طمع خام افتاد

نه هر که آئینه سازد سکندری داند
نه هر که چهره برافروخت دلبری داند

ز باغ عارض ساقی هزار لاله بر آید
چو آفتاب می از شرق پیاله بر آید

سالها دل طلب جام جم از ما می کرد
انچه خود داشت ز بیگانه تمنا میکرد

نظم

بیا که ترک فلک خوان روزه غارت کرد
هلال عید در قدح اشارت کرد

عشق پیدا شد و آتش همه عالم بگرفت
ور همه ریمغان نیست چو من شیدائی

فصل بهار به بسی لطائف الحیل کبوتری چند پیدا کرده با یک شیشه شراب و کبوتر ها را
متنجنه کرده و شیشه شراب را در باغچه بر روی سبزه گذاشته و بجوانی خبازکه میل بنا مت
داشت متعلق بود و جوانرا بخانه آورد که متنجنه و شراب او را پیش آن جوان آبروی
باشد از جمله بی طالعیهای او آنکه حریفان دایم در کمین بوده اند که با او نقشی برآب زنند
چون مشارالیه از عقب مطلوب رفت حریفان از دیوار در آمدند و متنجنه را خورده دیگ را
پاک شستند و آتشها را از زیر دیگ بیرون کردند و دو کبوتر زنده در دیگ گذاشتند
و سر دیگ را پوشیدند چون یار خود را در آورده بر گوشهٔ ایوانی جامهٔ خود را انداخت و
آن جوانرا بر روی جامه نشانیده و مطبخ در آمده که متنجنه بکشد که شراب بناشتا نباید خورد
سر دیگ را برداشتن همان بود و کبوتر پریدن همان از غایت بیطاقتی رو به آسمان کرد
که خدایا این خوارق عادات را بفرعون و شداد دیبایست نمود من بزیاد ازین ایمان
دارم بعد ازین نا امیدی همراه یار خود متوجه سبزه زار شد که کاسهٔ چند بکار برد اتفاقاً
پارهٔ ابر پیدا شد چند تگرگ از ابر جدا گشت بر شیشه خورد و شکست دماغش پریشان گشت

موضع مولانا لطف الله نیشاپوری و جوان یتیم



موضع پهلوان محمود پور یار و جوان



حسرو سبب سئال گفت نظم

مسلمانان گرفتارم بدست ناسلمانی — ازین دیوانه مستی و بدخوئی و نادانی
به ابرو فتنه انگیزی بنرگس عالم آشوبی — ببالا آفت دینی به کاکل کافرستانی

در تاریخ هفتصد و بیست و دو از عالم رفت و قبرش در خوارزم است

مجلس سی و نهم

شه بیت دیوان غزل سرایان معنوی و صوری مولانا لطف الله نیشاپوری شاعری بیمثل ست از اقسام شعر قصیده و غزل و رباعی بسیار گفت فاما قصیده از اصناف دیگر محکمتر افتاد چند مناقب حضرت امیر المومنین علی علیه السلام دارد که دران لبی کار کرده و این مطلع یک منقبت است مطلع

بناز دعقل و دین و دل بباد سرور غالب — امیر المومنین حیدر علی ابن ابیطالب

و این بیت نیز از منقبتی دیگر است که در وصف نیشاپور در وقت بهار گفته شعر

بر روی طل سبزه نگر بر تلگه برف بین — گوئی که بحر خضرست از موج برلب برده کف

فاما بی طالع غریب بود یک نوبت در

پهلوان را اعزاز و اکرام بسیار نمودند و بخوارزم روان کردند میگویند در انوقت جوان کشتی گیر که بر سینهٔ پهلوان نشست دید که تمام حجابات از پیش دیدهٔ بصیرتش منتشع گردید و آفتاب حقیقت از ورای غیوم بتافت و یافت انچه می طلبید و فی الواقع غایت فنا همین باشد که نفس را بدین نوع پامال سازند هر آئینه در زمرهٔ اولیای عالی مقدار انخراط یافت و بار جال الغیب انضمام پذیرفت و ازانروا و را انام بخش زمان بر یار گفت و بعضی بوکیار گفته اند و بزبان آنجا بوکیار پهلوان سرآمد را گویند در طریق تصوف اشعار مرغوب و رسائل و رباعیات خوب دارد و از انجمله کتاب کنز الحقائق است و دران کتاب این حکایت را در بیان آنکه مجرد اسلام ظاهری در معرفت حق تعالی تمام نیست می آورد که نظم

چه نیکو گفت آن مرد سخن دان	بدان صوفی سرگردان و حیران
که صوفی و امام و شیخ و زاهد	سه ماهه دار و خلوت نشین و عابد
مرقع پوش و جم جم دار و حاجی	مصلا گیر و مسجد جوی و ناجی
همه گشتی و شد کارت بسامان	کنون وقتست اگر گردی مسلمان
مسلمانی ورای این دگانست	که آن از علم خاص خاص جانست
بکس مپسند اینجا نیست درخور	مسلمانی همین ست ای برادر

در انوقت جوانی در غایت حسن و جمال از همدان بنیت آنکه از عشاق پهلوان باشد رسید و چون نشأ عشق حاصل بود و از شراب بیخودی پهلوان مست لایعقل چون نظرش بر طلعت آنجوان افتاد دل از دست بداد و خاص بجهت آنکه کشتی گیری بیاموزدش بر سر کشتی گیری رفت و او را ورزش فرمود و نخل قامت او را باغصان و افنان فنون کشتی بیاراست و بعد ازان چنان افتاد که بر نخواست بنوعی پهلوان را عشق آنجوان از پا در گاربدر برده بود که بیمار ساخت و چون کاکلی بغایت پر حال داشت این دو بیت

چون بنواحی آن شهر رسید پادشاه با ارکان دولت خود باستقبال بیرون می آمدند و پهلوانرا باعزاز
واکرام تمام بشهر درآورد و مقرر کرد که فردا کشتی گیرند پهلوان بمزارات رفت ناگاه
بسر مزاری رسید دید که ضعیفه روی نهاده بدستوریکه مذکور شد دعا وزاری میکند
چون آن پیرزن رابدان نوع درخاک افتاده دید گفت غم مخور که مقصود تو و پسر تو
حاصل ست صباح که بکشتی مشغول شدند پهلوان خود را بدست او داد چنانکه گذشت پشت
برزمین نهاد بعد ازان پادشاه راحیل شکار شد پهلوانرا همراه برد در عقب آهوئی
تاخت و پهلوان نیز همراه بود به کوی رسید اسپ پادشاه دو دست برداشت میخواست
که ازگو بجهد پهلوان هر دو دست به پیش زین زد و از پشت زین جست و هر دو پای
اسپ پادشاه را گرفت و نگاه داشت از ینمعنی پادشاه بیخود شد چون بحال خود آمد
گفت پهلوان کاری کردی که مقدور بشر نیست آن کشتی گرفتن بدان نوع چه بود و این

چه حال است پهلوان گفت غزل	ما سنگ نیستی بتر از و نهاده ایم
سود و زیان خویش بکیسو نهاده ایم	سرگشتگان بادیهٔ محنت و غمیم
نی در ره وصال همین رو نهاده ایم	بر گردن امید تن ناتوان خود
زنجیرها ازان خم گیسو نهاده ایم	چشمی رسید باز که بنیاد کار خود
دیگر بدان دو نرگس جادو نهاده ایم	رفتیم ما بحسرت و غم آه چون کنیم
با این دلی که بر سر آن کو نهاده ایم	شب گشت باز آه دگر تا چها کشیم
در دیگ سر که بر سر زانو نهاده ایم	او مائل جفا و همان مایه صد امید
چشم وفا بر ان خم ابرو نهاده ایم	دستی نمی رسد چو فنائی بزلف یار
قوت ز پا و زور ز بازو نهاده ایم	و این رباعی نیز فرمود رباعی
گر بر سر نفس خود امیری مردی	ور بر دگری نکته نگیری مردی
مردی نبود فتاده را پای زدن	گر دست فتاده را بگیری مردی

در تاریخ هفتصد و نود و یک از عالم رفته اند و قبر آنحضرت در بخارا ست

مجلس سی و هشتم

تکیه دار دار اصفا الوا الایدی و الابصار پهلوان محمود پور یار در خوارزم به کشتی اشتغال می نمود و بعضی چنین نقل کرده اند که از جانب هندوستان جوانی کشتی گیر به نیت آنکه پهلوان را بیند از دمتوجه خوارزم شد چون بمقصد رسید حاکم خوارزم حکم کرد که در روز پنجشنبه تمامی مردم خوارزم از کبار و صغار در سر میدان جمع شدند و براطراف میدان سایه بانها زدند پهلوان را بخاطر گذشت که در شب آنروز ازین جوان کشتی گیر چیزی گیرد که در چه کار است چون از شب ثلثی گذشت ببام آن جوان برآمد دید که مادر او بنماز مشغول است و روی بزمین می نهد و دعا میکند که الهی فرزند مرا سرخروی گردانی که فردا پهلوان را بیند از د صباح تمام معرکه گرد هم آمده و پادشاه بر تخت نشسته پهلوان تنبان پوشید و با چندی از دستیاران سر امد کشتی گرفت و همه را بیند اخت بعد ازان با آن جوان غریب بدستبازی مشغول شد دید که در دست او بغایت زبونست از درد دل آن پیرزال یاد کرد و خود را بدست آن جوان غریب داد و پشت بزمین نهاد و بعضی چنین گفته اند که پادشاه جونه که از شهرهای هندوستانست کشتی گیری داشت و شنیده بود که در خوارزم پهلوانی ست که نادره عصرست به پهلوان محمود پور یار اشتهار دارد او را ذوق آن شد که پهلوان را بطلبد و بپهلوان پای تخت خود کشتی فرماید جوانی زرگر را که منظور او بود بطلب پهلوان فرستاد چون آن جوان زرگر بخوارزم رسید و پهلوان را ملازمت کرد و صورتحال را عرضه داشت پهلوان کرد این رباعی را گفت که رباعی

آنجا که من و همت پیران نشست	زرگر بچه کوفت راه ملتانرا	آورد بمن قاعدهٔ سلطانرا
	یکجو نخرم جونه و هندستانرا	و مصحوب او آن رباعی را بجمت

آن پادشاه فرستاد و بعد ازان در واقعه دید که میباید رفت متوجه آن جانب شد



رباعی درکوی خرابات پرستی ترسم | در چار سوی فنا زهستی ترسم | آن لحظه که خود بخود نماید خود را
آمدم زفریب خود پرستی ترسم | هرچه هست ازین درخت از شاخ و برگ و مغز و پوست چیزے

غیر از میوه نیست سر تا پای همه اوست بنای این کاخ سست بهت این قصر مشیدست

بلکه مطلق مقید نیست رباعی | باز آتش عشق در دلم زد تابی | بگشاد بر و یم از حقیقت بابی
کین معرکه شعبده باز خیال | در چشم خدا بین نبود جز خوابی | چون آن جوان ازان آتش

دل گرم شد دل سنگینش فی الجمله نرم شد فاما چون مظهر تجلی جلال بود هر چند در غایت خوبی جمال داشت آنحضرت پرده کام از روی کار بر نمیداشت

غزل

بگویم حال خویشت لیکن از آزار میترسم | اگر پنهان کنم زاندیشه گفتار می ترسم
چه حالست اینکه از بیم رقیبان ننگرم سویت | هوس می آیدم گل چیدن و از خار میترسم
تو شب در خواب مستی و مرا تا روز بیداری | مخسب این من که من زین دیده بیدار میترسم
جوانی خنده بر خونابهٔ پیران مزن گفتم | تو میخندی و من از گریهٔ بسیار میترسم
ز دور دولت هم سوے رحمت میکشد لیکن | ز بیسامانی بخت پریشان کار می ترسم
نیم خسرو که فرهادم نمانده جانم از عشقت | اگر هم مانده زین شیرینی گفتار میترسم

رساند که آلت جارحه دارد و قوت عاقله مانعه ندارد اگر بالعرض او چیزی نگوید خلق چه گویند آنحضرت درجواب آن درویش که بسیار مقید عقل بوده و از عشق نصیبی کمتر داشت فرمود رباعی

عاشقا که ز زخم تیر و خنجر ترسم	وز بستن پا و رفتن سر ترسم	
ما گرم روان دوزخ آشامایم	از گفت و شنید خلق کمتر ترسم	آن میرزاده خود بسی با شرم

وخوش طبع بود چون واقف گشت اکثر اوقات آن بزرگ را ملازمت میکرد و از عشقبازی آنحضرت مباهات می نمود و سر افرازی میکرد فهم و ادراک تمام تر میداشت هر روز مهر و محبت آنحضرت با او زیاده میشد روزی از آنحضرت در مجلس امیر بزرگ سوالی کرد که سیاه چرا در سر می بندید درین چه حکمت ست و حقیقتش چیست آنحضرت فرمود که نفس کشته تعزیه میداریم حضرت امیر بزرگ سوال کرد که این نفس کشتنی بود یا کشتنی نبود اگر کشتنی نبود چرا کشته اید واگر کشتنی بود تعزیه چرا میدارید با وجود کمال آن بزرگوار ملزم شد ندانجوان چون از امیرزاده های برلاس بود و امرای برلاس را اعتقاد تمام بدانحضرت ثابت اعتقاد او هر روز زیاده میشد حالا نیز درمیان آن طائفه معتقدان ایشان بسیارند و در تاریخ ششم ذی الحجه هفتصد و هشتاد و شش از عالم رفته اند و قبر آنحضرت در جیلان است

مجلس سی و هفتم

منصور ایوان نه طاق بلند خواجه بهاء الدین نقشبند در بخارا بر ترک خونریز تند خوئی زیبا روئی عاشق شدند یکی از مصاحبان ایشان را ربقه همان عشق محرک سلسله شوق گردید حضرت خواجه بهاء الدین فرمود که مرغی از مرغان دیدم که باجناح تصوف می پرید و برمن انکار کرد چون از پریدن باز ماند و باچنان همت و حالت معرفت نتوانست که با من بپریدی در هوای ازل از من معنی صفا پرسید گفتم جناحت بمقراض فنا ببر والا با من میر از حدثان در جناب رحمن فانی رسد نه باقی گفت مرغ تصوف که بجناح خود نزند دوست خود می پرم گفتم ویحک لیس کمثله شیء آنکه در بحر فهم افتاد و غرق شد

ذوق و حالت آنحضرت از سخنانش ظاهرست سیر سلوک آن مقدار که او کرده کم کسی را
برابرش میسر شدی یک نوبت در طرف مغرب بموضعی رسیده اند شخصی بدشکل
بدهیأت ایشانرا بخانهٔ خود فرود آورد و شب و روز در خدمت بر میان بسته و طعامهای
لذیذ و شربتها و میوها مهیا ساخته در قیامت معلوم کرده بودند که آن صورت دلالت
بد انخالت نمیکند چون آثار نیک از و مشاهده مینمود در حیرت می افتاد تا در وقت عزیمت
از آنموضع در محلی که میخواسته اند سوار شوند طوماری بیرون آورده مشتمل بر آنکه خرج آن
بزرگ کرده فاما یکی را ده نوشته بود و خشونت بسیار نمود آنحضرت شکر میکرد که الحمدلله
علم مردان غلط نشد آنحضرت را در سفرها عشقبازیها با جمال مطلق بسیار دست میداد
و تعلق به جوانان باحسن و ملاحت در عالم مثال او را سببی واقع میشد نوبتی مقید یکی از
مقربان حضرت تیمور خان شده بودند این رباعی را بدو نوشتند رباعی



دل تنگم و دیدار تو درمان منست | بیرنگ رخت زمانه زندان منست
آنچه از غم هجران تو بر جان منست | بر هیچ دلی مباد و بر هیچ تنی

درویشی بعرض آنحضرت رسانید که این شخص ترک تند خوئیست
مباد اگه از خواندن این رباعی و واقف شدن این سر بر آشوبد و ضرری بدرویشان

نقره و طلای تمام عیار حاصل میشود پس ما را اگر ضرورت باشد ازان مقصود حاصل میشود پس ما را ازان مقصود حاصل میتوانیم کرد فاما جوهری هست که بدان احتیاج داریم و آرزوی آنست ما را اگر گرمی میکنند آنجوهر را برای خود میفرستند گفت یافت می نشود خسته ایم مصراع گفت آنچه یافت می نشود آنم آرزوست سلطان مدعای آنحضرت را دریافت فاما در فرستادن آن جوان که مراکشی نام داشت بخدمت آنحضرت مکثی واقع شد و میان عاشق و معشوق چون سه راهست یک راه از معشوق بعاشق همچنانکه از حق بخلق و یک راه از عاشق بمعشوق چنانکه از خلق بحق و راهی

که از و بدو دست بدو فرستادند که فرد	چنانم با خیالت خوی شد در کوی تنهائی
که بربندم و را از خورشید و ماه و بلکه روز هم	پادشاه او را ایراق کرده بخدمت آنحضرت

فرستاد در کنج کلبهٔ احزان بصد سوز و نیاز نشسته بودند و در ها فراز کرده ناگاه همچون آفتابی از مطلع حسن طالع گردید چشم آنحضرت چون برو افتاد و پری پیکری دید بر سمند حیرت

سوار لشکر حسنش بحساب و شمار گفت بیت	سواره آمدی و صید خود کردی دل و تن هم
کمند عقل بگسستی لجام نفس توسن هم	و از تقریر آنحضرت چون معلوم شده بود

آن جوان را که کیمیا میخواهند بدو بیاموزند چون از پادشاه رخصت طلبید بخدمت آنحضرت آمد یکی از اولیای عالیمقدار شد و کیمیاگری فی الحقیقة خود آنست که مس وجود قابل بنظر کیمیا اثر نبی یا ولی زر شود همچنانکه آن صاحب جمال را به نظر حضرت سلطان واقع شده بود و یکی از ارباب عرفان گشت که بسی چراغ بعد از نقل حضرت سلطان از شمع جمع اوا فروختند و شمع جمع گشتند رباعی

از هر دو جهان گذشته بیخویشانند		خواهی که مس وجود تو زر گردد	با ایشان باش کیمیا ایشانند

در تاریخ هفتصد و هفتاد و هفت از عالم رفته اند و قبر آن حضرت در مصر است

مجلس سی و ششم

دارالملک معانی امیر سید علی همدانی بسیار بزرگ بوده اند رسائل زیبا بسی نوشته اند

یکی از ملازمان پادشاه که منظور نظر آن حضرت بود روزی طبقی پر از زر سفید و یکی پر از
فلوری و یکی پر از جواهر نفیسه از پیش پادشاه جهت آنحضرت آورد و چون آن صناحب جمال

موضع سید حسین اخلاطی



طبق مالا مال را بنظر انحضرت در آورد و ایشانرا مقبول افتاد و اورا گفتند تا شست و
چند خواجه سرا را که ملازم بودند گفتند که اسباب جمع کرده بحضور او نقره و طلا و مثل آن
جواهر ساختند و همراه تحفهای پادشاه فرستادند و فرمودند که ما را بدینها احتیاج نیست
بسبب آنکه مادّه کائنات بخار است و دخان و از بخار در بطون جبال سیماب تولد میکند
و از دخان کبریت و بعد از امتزاج بخار با دخان خالی نیست از آنکه سیماب غلبه میکند
بر دخان یا بعکس یا اعتدالی سمت ظهور بیابد اگر غلبه سیماب راست قلعی و آهن و مثل
آن متولد میشود و اگر کبریت غلبه میکند جوهر سیماب محترق میگردد و دوس حاصل میگردد
و اگر صورت اعتدال بمیان می آید فاعلیت اگر در جانب سیماب است نقره میشود و اگر
در جانب کبریت است طلا متولد میگردد و از روی کشف نومی و الهام و انبیا و اولیا
را در وقت نضج بران طبیعت که حضرت حق تعالی در بطون جبال خلق کرده و آن نضج
باعتدال اطلاع می افتد و بهمان نوع که حضرت حق پرورش میدهد آتش میکنند بعینه

و دست از آستین بیرون آورد مصراع	گواه عاشق صادق در آستین باشد

و نمود که اثر نازیانه که بر حسن زده بودند بر بدن او ظاهر شده این رباعی حضرت شیخ عراقی خواند

رباعی عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست	تا کرد تهی از من و پر کرد ز دوست
اجزای وجودم همگی دوست گرفت	نامیست زمن بر من و باقی همه اوست

این مقدار اشعار دردمندانه که او دارد کسی دیگر را نبوده و فی الواقع در اسلوب شعری که اختیار کرده طریق اعجاز نمود میگویند در بعضی مصنفات خود نوشته که اشعار من از پانصد هزار کمتر است و از چهار صد هزار زیاده و سخنان او از مائده عشق و محبت و طریق اهل وحدت چاشنی تمام دارد و صاحب وجد و حال و ذوق بود اما تفاوت در اشعار او بسیار است و تفاوت ظاهر از ان جهت است که پادشاه زمان اشعار او را فرموده بود که جمع سازند هر کس از اشعار او نمی یافت غزلیات بنام او میکرده اند و میان غزلیات تناسب نیست از ان سبب است در شب جمعه هفتصد و بیست و پنج فوت شد ❊

مجلس سی و پنجم

بیت المعمور بادیهٔ ان هذا صراطی سلطان حسین اخلاطی محیطی بود بیکران پر از جواهر حکم و اسرار و ذواخر اصناف علوم بی شمار در مقرمی بوده حضرت ابن القاضی رومی که در دانشمندی یگانهٔ عصر بود ملازم و مرید آنحضرت بود و از غوامض علوم خاص آنحضرت بغیب تمام داشت و حضرت خواجه صائن الدین ترکه و مولانا شرف الدین علی یزدی که هر یک مجمع البحرین بودند در علوم مرید آنحضرت اند و سالها در زیر خانه که آنحضرت بودند بریاضات و مجاهدات اشتغال مینمودند فاما بحسب ظاهر چون تنزه آنحضرت بسیار بود دیدار ایشان ندیدند پادشاه برقوق که پادشاه مصر بود معتقد بود آنحضرت را بالاخانه که منزل و مسکن بود دری به بیرون داشت پادشاه برقوق ازان در می آمد و کسی در خانه می میکشود چون چشم پادشاه بر آنحضرت می افتاد زمین می بوسید و برمیگشت

صاحب غرضان بعرض پادشاه رسانیدند پادشاه از خسرو پرسید که شاعر هیچ شعر نو
گفته عرض کرده که شعری گفته ام فرمود بگوی فی الحال گفت بیت

ملکت عشق ملک شد از کرم الهیم
پشت من و پلاس غم نیست لباس شاهیم

پادشاه به بدیهه فرمود بعد ازان بمرتبه رسید که از اهل ملامت
شده و همه کس او را در زبان گفته اند بیت

زین دل خود کام کار من برسوائی کشید
خسرو افرمان دل بردن همین بار آورد

پادشاه بجهت طعن مردم از روی مصلحت
اول او را از مصاحبت امیر خسرو منع کرده اما رشته محبت میان ایشان نه چنان استحکام
یافته بود که انقطاع تواند نمود پادشاه شنید که هنوز خسرو با حسن اختلاط میکند و پنهان
بخانه او میرود حسن را طلب کرد از روی غضب تازیانه چند زد مشار الیه هم از انجا روی
توجه بخانهٔ خسرو آورد چون انمعنی بسمع پادشاه رسید عشق مجازی او را بزیور حقیقت آراست
یافت خسرو را طلبید و حسن را نیز بحضور آورده استفسار نمود و از عشق ایشان که شائبهٔ نفس



و هوا در میان هست یا نه چون در بوتهٔ امتحان زر محبت ایشان را در آورده از کاه تمام
عیار بیرون آمد شاه با وجود که معلوم کرد عشق نفسانی نیست در محکمه محبت بر صدق دعوی
ایشان نیز دو شاهد عدل طلبید خسرو گفت که دوئی از میان من و او رخت بربست

شرابی خور که جانش روی یارست | پیاله چشم مست باده خوارست | شرابی را طلب بی ساغر و جام
شراب باده خوار ساقی آشام | شرابی خور ز جام وجه باقی | سقاهم ربهم اورا ست ساقی
ظهور آن می بود کز لوث هستی | ترا پاکی دهد در وقت مستی | در تاریخ مقصد و بیست از

عالم رفت اندوقبرش در شستر است

مجلس سی و چهارم

عندلیب ورقاسرای مقامات معنوی امیر خسرو دهلوی لقب او یمین الدین ست پدرش از امرای قبیله لاچین ست که از اتراک نواحی بلخ است بعد از وفات سلطان ملکشاه بملازمت شیخ نظام الدین اولیا رسید و ریاضات و مجاهدات در خدمت او کشید می گویند که مرغ دلش در دام حسن حسن که ملازم علاء الدین فیروز شاه بود افتاد و این پادشاه از اولیا بود و در زیر خلعت شاهی پلاس میپوشید و غزلیات برای حسن بسیار دارد و این غزل از انجمله است

غزل | در ره عشق از بلا آزاد نتوان زیستن | تا غمش در سینه باشد شاد نتوان زیستن
دشمنی چون عشق در بنیاد صبر افشرد و پا | برامید صبر بی بنیاد نتوان زیستن
گرچه من سختی کشم آخر جفا را هم حدیست | هم تو دانی کاندرین بیداد نتوان زیستن
من بجان چون مرغ اسیر و خلق گویند غم مخور | ایمن اندر رشته صیاد نتوان زیستن
قوت جان من توئی چند از صبا گوئی بس | آخر این کس مرد مست از باد نتوان زیستن
جور کش خسرو مزن دم از جفای دوستان | روز و شب با ناله و فریاد نتوان زیستن

ولقب حسن نجم الدین حسن بن سنجر ست کاتب و مرید شیخ نظام الدین اولیا گشت و با وجود حسن و جمال به اوصاف و اخلاق مرضیه متصف بود و در مکارم اخلاق و در لطافت و ظرافت مجالس و استقامت عقل و روش صوفیه و لزوم قناعت و اعتقاد پاکیزه و در تجرد و تفرد از علایق دنیوی خوش بودن و خوش گذرانیدن بی اسباب صوری همچو اوئی در انوقت کم بود و تعلق امیر خسرو با او چون از زاویه گمان بباد نظر قدم نهاد

روزی که دلم شاد نباشد بغمش | در گردش ایام من آن روز مباد

بنای عمر قرار من بر باد است و ایوان صبر و سکون من بی بنیاد بیش ازین عمارت مکنید

وهمچنان خراب بگذارید فرد | که درین راه فنائی شده با خاک یکی | طاق کسری که گذشتی ز فلک دیوارش

بر باغی دیر مغان صراحی و جام نماند | زآغاز اثر و نشان ز انجام نماند | گو پیر مغان و زاهد گوشه نشین

گر مسجد و میخانه بجز نام نماند | درآنوقت شیخ طاهری با آنحضرت معاصر بود انواع عنیتهائی

و در صورت عیب تمام حالات عشقبازی ایشان را بازمی نمود وقت ایشان را ناخوش میساخت که فرد

ملامت بر دل صد پاره عاشق بدان ماند | که باشد زخم شمشیر و بدو زندش بسوزن هم

چون بدگوئی بسیار ظاهر شد از و درون ایشان ازان بحضور میشدند فرمودند که او میگوید

شکر خدا که نه اویم و نه من او | غزل | شکر خدا که شیخ نیم شیخ زاده هم | وز سنگران گول و مریدان باده هم

مستغنیم ز تربیت پیر می فروش | زین مرشدان رهزن از ره فتاده هم | زان مرشدان چه کار گشاید که توبه ام

از روی خوب و می هد و جام باده هم | جامی بعیش کوش که کس را ز جام تو | کم زانچه قسمتست نیاید زیاده هم

و عشق آنحضرت با آن جوان خود نه بآن مرتبه بود که بطعن کسی کم شود یا بنصیحت پذیر باشد که کار

بسر حد جنون کشیده بود دل از پرده برون رفت | فرد مرا گو بند کش چون مرد مان بین و مرو از جای

دلی بر جای باید کش به چشم خویشتن بینم | و از اشارات گلشن را ازان حال ظاهر است

از انجام تا آغاز نظم | ز چشم او همه دلها جگر خوار | لب لعلش شفای جان بیمار

به چشمش گرچه عالم در نیاید | لبش هر ساعتی لطفی نماید | دمی از مردمی دلها نوازد

دمی بیچارگان را چاره سازد | ز غمزه صید هد هستی بغارت | ببوسه میکند بازش عمارت

از و یک غمزه و جان دادن ازما | از و یک بوسه و استادن ازما | دربیان عشق و مستی او این چند

بیت که هم از گلشن راز واقع شده و در بیان کمال او کفایت ست و ابیات او نیست گلشن راز

شراب و شمع و شاهد جمله حاضر | مشو غافل ز شاهد بازی آخر | شراب بیخودی در کش مانی

مگر از دست خود یابی امانی | بخوردی تا ز خویشت وارهاند | وجود قطره در دریا رساند

بجهت آنکه تحفیه بر انحضرت شیخ محمود شستری فرستادند آنحضرت جواب گفته مقبره آنحضرت
در دار السلطنه هرات در موضعیست که موسوم بمصرخست در تاریخ هفتصد و هژده از عالم رفته اند

مجلس سی و سوم

تخت نشین اقلیم سروری شیخ محمود شستری در غایت کمال بودند و در علوم ظاهر و باطن
به اقصی الغایة و الامکان کوشیدی از اقربای شیخ اسماعیل سیسی شیخ ابراهیم نام منظور
آنحضرت بوده و حسنی غریب داشته رساله شاهد نام در بیان عشق و معشوق و عاشق بنام او

موضع شیخ محمود شستری و شیخ ابراهیم



نوشته اند و دران محل که گلشن راز میفرموده اند مطرح انظار آنحضرت رخسار آن بزرگوار
بوده میگویند منکران زبان طعن بکشادند و در پی او افتادند خویشان آنحضرت درخواست
کردند که خود را باز آرید و بهمان حالات که داشتید اشتغال نمائید و با فاده و استفاده
پردازید و خود را ازین دریای سودا بکنار اندازید در جواب ایشان گفت رباعی

جز آتش عشق در دلم سوز مباد | جز عارض او شمع شب افروز مباد

ودرمیان لولیان اوجوان عجمی بود کسی از انحضرت پرسید که چه حکمت است که شما اکثر
اوقات درمیان لولیان میباشید واز مشایخی بوده که انکار نسبت بدان بزرگوار



داشته ومنجم دارالسلطنه هراة بود فرموده اند بر نسبتهای ملائم واقع اند یکی درحسن ملاحت
ویکی دراصول که بچه ایشان درگهواره بی اصول نمیکند غزل

گر شور مجلس عشاق شد ز پرنمکی	صدای آنچگم گشت وشکل آن عجمی
دمید صبح یقین از فروغ جام مسیح	ز پرده بشری میزند نوا لیکن
نه بزم عشرت تا دور باد آفلکی	رسد بگوش من آواز سبحهٔ ملکی
روزی بجهت شاهده پرتوی از حسن مطلق درآئینه حسن مقید برای آن جوان که درحسن وملاحت	ز زهد خشک چرا مانده در حجاب شکی
	ز سعد ونحس فلک دم زند منجم شهر
	هزار بلبل خوش گوست گویی آن گل را
	یکی بنال نه آخر از ان هزار یکی

دراعلی مرتبه بوده این غزل فرموده مطلع

در داده ندا ای لمن الملک بدعوی	ای حسن تو در مملکت صورت ومعنی
	موالی وفقها بر ایشان طعن کرده اند و

پنهان ساخت و خود میان پسر و شیخ حائل شد از شیخ پرسید که از کجائی گفت از شیراز خواجه گفت عجب حالیست که در شهر ما شیرازی از سگ زیاده است شیخ فرمود که در شهر ما باری تبریزی از سگ کمتر است خواجه متنبه گشته از جا درآمد بعد ازان پرسید که در شیراز از اشعار همام هیچ شنیده شیخ گفت آری گفت انچه یاد داری بخوان شیخ این مقطع خواند بیت

درمیان من و معشوق حجابیست همام	وقت آنست که آنهم زمیان برخیزد

ازینجا معلوم شد خواجه را که شیخ سعدیست اعزاز و اکرام نمود و شیخ را بخانه خود برد انواع خدمتگاری نمود در شب جمعه ماه شوال ششصد و نود و یک از دنیا رفت و قبرش در شیراز است

مجلس سی و دوم

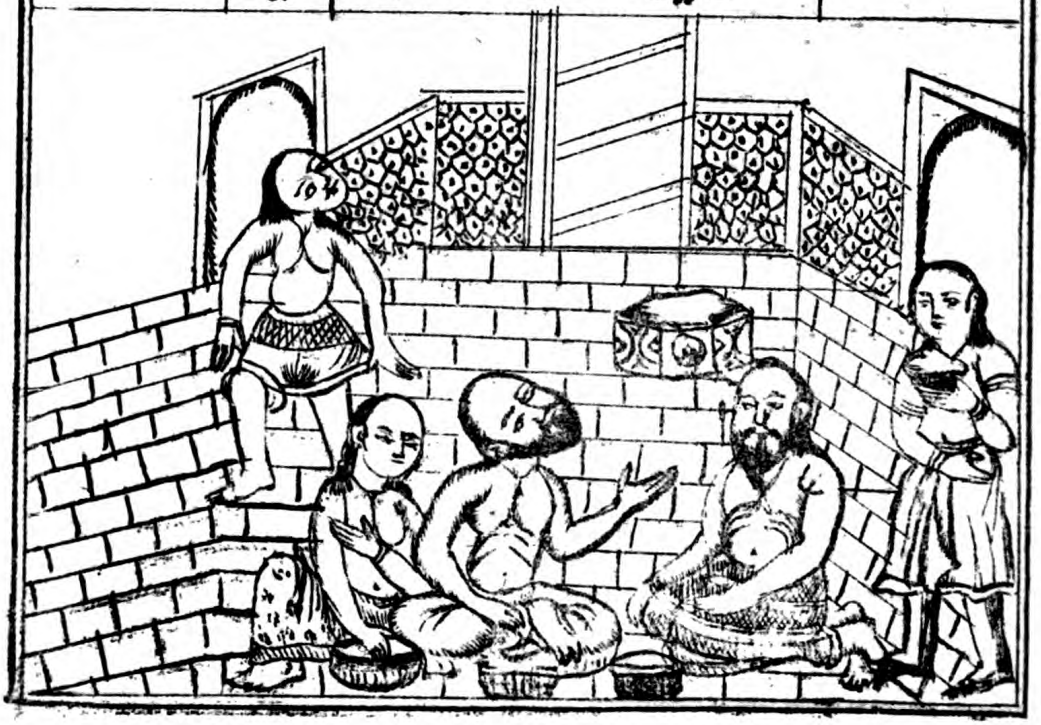
دیده بان و لتصنع علی عینی امیر سید حسینی درمیانه اولیا بغایت لطیف بوده اند و صفات در طریق درویشان دارند مثل زاد المسافرین و کنز الموفور آمده بوده ناگاه گلی در باغ او روئیده بود چه گلی سهیلی بر سپهر جمال بلکه آفتابی بر اوج کمال نظم

نخست از دیدن خود بیخود افتاد	ز ذوق بیخودی گشت از خود آزاد
وزان پس بهشی هشیاری آورد	ز خواب غفلتش بیداری آورد
زبان بکشاد و پرسش کرد آغاز	جواهر جست ازان گنجینهٔ راز
بگفت ای از تو کاری نیکوئی راست	بدین خوبی جمالت را که آراست
بسروت خوب رفتاری که آموخت	به لعلت نغز گفتاری که آموخت
مه روی تو لوح نامهٔ کیست	سر زلف تو حرف خامهٔ کیست
که کندت در زنخدان چاه عبغب	که زاب زندگی گردش لبالب
بگفتا صنعت آن صانعم من	که از بحرش برشحی قانعم من
ز ذرات جهان آئینها ساخت	ز روی خود بهر یک عکسی انداخت
بچشم تیز بینت هر چه نیکوست	چو نیکو بنگری عکس رخ اوست

نے چون تو پاکدامن و پاکیزه رو بود | ای گوی حسن برده ز خوبان روزگار
مسکین کسی که در خم چوگان چو گو بود | موی چنین دریغ نباشد گره زدن
بگذار تا کنار و برت مشکبو بود | من باز از تو بر نتوانم گرفت چشم
گم کرده دل هر آینه در جستجو بود | سعدی سپاس دار و جفا بین و دم مزن
کز دست نیکوان همه چیزی نکو بود | میگویند که خواجه همام الدین تبریزی که فرید

صاحب اختیار پادشاه عالیمقدار آن شهر بود پسری داشت بغایت صاحب جمال شیخ سعدی در شیراز شنید بعشق او متوجه تبریز گردید چون بمقصد رسید روزی بحمام درآمده بود خواجهٔ همام الدین با فرزند خود از اتفاقات حسنه بهمان حمام آمد و طریق او آن بودی که پسر خود را در حمام بکسی ننمودی و مردم را از حمام بیرون کردی شیخ چون از نیمعنی خبردار شد خود را در آخر حمام نهان ساخت چون خواجه همام الدین با پسر بجمعی خواجه سرایان بحمام درآمدند شیخ طاسی آب گرفته درآمد و پیش خواجه همام الدین نشست خواجه همام الدین بغایت متغیر شد پسر را در عقب خود

موضع شیخ سعدی و خواجه همام الدین



بخوان این مطلع را خواند مطلع | آوازه در افتاد که باز آمدم از کے | بهتان صحبت من توبه کجا کی

شیخ را محاورهٔ او در دل خوش آمد بفراست دریافت که نزاری اوست طریقه مصادقه
از جانبین بظهور پیوست شیخ حکیم را بمنزل خود برد و اعزاز و احترام نموده سه روز انواع
طعامها کشید و تکلفات نمود بعد از سه روز حکیم نزاری اجازت طلبید بوقت عزیمت
خادم را گفت که مهمانداری چنین کنید اگر شیخ شما بخراسان آید به او آموزم که
مهمان داری چون میباید چون این سخن بگوش شیخ رسید متاثر شد که مگر قصوری
در مهمانداری واقع بود و بعد از چند گاه در سرحد قهستان بمنزل حکیم نزاری افتاد
چون تفحص حال او نمود گفتند اکثر اوقات به تنهائی مرمت کشتها نمایند شیخ نشان
و بران اثر روان گشت دید که حکیم در محل زرعی بسا مشغولست القصه ملاقات شد و شمع
صحبت روشن شده بمنزل رفتند روز اول سیر داغی پخت و روز دوم طعام قتیق و
پیش آورد روز سوم قدرے گوشت بریان بر روی اش کشید روز چهارم مقداری
گوشت جوشانید پس شیخ عرض کرد که آن نوع مهمانداری که شما میفرمودید زیاده از یکروز
مشکل است بودن من خود سه روز بود م آیا این چنین مهمانداری که مشاهده فرمودید سالها
بهم میتوان بود آن سخن که درین قضیه بخادم گفته شد سبب این بود دران محل که در منزل
شیخ نزاری بود بر پسر حاکم آنجا عاشق شد و آن جوانی بغایت صاحب حسن بود و با ملاحت
و کاکل مرغوله گره میزد می انداخت فاما صاحبان تند و تیز داشت و خود نیز خالی از بدخوئی
نبود شیخ چون بنظارهٔ آن جوان میرفت تعرضی کردند این غزل را دران محل فرمود و از انجا
عزیمت نمود و غزل این است غزل

ناچار هر که صاحب روی نکو بود	هر جا که بگذرد همه چشمی بر او بود
ای گل تو نیز خاطر بلبل نگاهدار	کانجا که رنگ و بوی بود گفتگو بود
نفس آرزو کند که تو لب بر لبش نهی	بعد از هزار سال که خاکش سبو بود
پاکیزه روی در همه شهری بود ولیک	

از دنیا رفت و قبر او در قفای مرقد شیخ محی الدین اعرابیست در صالحیه دمشق

مجلس سی و یکم

نور حدقهٔ طالبان حقیقی و نور حدیقهٔ عاشقان مجازی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی از افاضل صوفیه بود و از مجاوران بقعهٔ شیخ عبد الله خفیف از علوم بهرهٔ تمام داشت و از آداب نصیبی کامل سفر بسیار کرده بود و اقالیم را گشته و بارها بسفر حجاز پیاده رفته و از مشائخ کبار بسیار را دریافت یکی از مشائخ را میگویند منکر او بوده میگویند که در واقعه چنان دید که درهای آسمان گشاده شدی و ملائکه با طبقهای نور نازل میشدند پرسید که این چیست گفتند برای سعدی شیرازیست که بیتی گفته که قبول حضرت حق سبحانه شده و آن بیت اینست

هر برگ درختان سبز در نظر هوشیار ... هر ورقی دفتریست معرفت کردگار

آن عزیز چون از واقعه در آمد هم بشب بزاویهٔ شیخ سعدی خفت که او را بشارت دهد دید که چراغی افروخته و با خود زمزمه دارد چون گوش کشید همین بیت میخواند اول حال بر جوانی قصاب عاشق شد و آن جوان خالی از طبعی نبود فاما از شنیدن غزل ملول شد و طاقت آنکه قصیده بر تو ان خواند نداشت بنیاد غزل گفتن ازان وقت شد و

مطلعها

این دو مطلع از برای وی گفته

مدام در پس بازار عشق خون نوبست ... مرو مرو که در انگور هزار جان بجوبست

زمین بوس که در دست و دولت چوبست ... از و بپرس که انگشتهاش در خوبست

و غزلیات در زمان عشق او بسیار دارد میگویند روزی در حمام شیراز شخصی نزد شیخ در آمد که در سیمای او نشان عشق بود شیخ پرسید که از کجائی گفت از خراسان گفت اشعار سعدی شیرازی آنجا میخوانند گفت بسیار گفت هیچ یاد داری گفت بسیار گفت

قطعه

بخوان این دو بیت را خواننده سعدی خط سبز دوست دارد

تو پار برفتی چو آهو نمی هراسی بجوانی ... امسال بیامدی چو یوزی شیخ را خلجانی در دل افتاد

که خواندن بی رمزی نیست گفت اشعار غزاری نیز باشد آنجا گفت آری فرمود که اگر یاد داری

بجست و جوی نگاری که نور دیدهٔ ماست		واز حلب بروم رفتند و در روم امیر

پروانه که امیر الامرا بود مرید ایشان شد و خانقاه را بجهت ایشان در توقات ساخت روزی امیر مشار الیه بملازمت آنحضرت آمد با جمعی کثیر از ملازمان و زر بسیار نذر آوردند ایشان فرمودند که باز فریفته نمی شویم اگر کاری میکنی حسن قوال را برای درویشان بیار او گفت مگر حضرت شما را با و میلی هست فرمودند که میل هست و بسیار هست همان لحظه کس تاخته تا او را با دستیار انش آوردند و او بغایت خوش شکل خوش آواز بود چون بدر زاویه رسید در بلندی این بیت را خواند بیت لمعهٔ برق جانسوز غم لیلی را آتشی در جگر سوخته مجنون زد + بنوعی خواند که حضرت شیخ عراقی و امیر پروانه با آشنا و بیگانه و تمامی قلندران بیخود انه بیرون دویدند از هم آنجا بنیاد قوالی و سماع شد مدت سه شبانه روز خوانندگی و سماع بود و چند غزل فرمودند از انجمله است این مطلع

مطلع در کوی خرابات کسی را که نیاز است		هشیاری و مستیش همه عین نماز است

و چند وقت دیگر که در مصر بودند همچنان آشفتهٔ قلندر بودند و پادشاه مصر مرید و معتقد آنحضرت بود روزی حضرت شیخ پیاده سیر میفرمودند بیدانی رسیدند دیدند که آنجوان با جماعتی از یاران بگوی بازی مشغولست چون نظرش بر حضرت شیخ افتاد او طلبید و گفت شما گوی برمی اندازید تا من گوی میزنم آنحضرت گوی برمی انداختند و او گوی میزد در اینحال پادشاه با خیل و حشم رسید مطلقاً خللی در اعتقاد او پیدا نیامد فرود آمد و دست آنحضرت را بوسید و گفت من از کدام طرف شیخ فرمود که شما از انطرف پادشاه نیازمندی کرد و روان شد و آنجوان را بسیار بسیار خون بر مزاج غالب بود از اندک چیزی رخساره اش گل گل میشد و دران رنگ غزلیات بسیار دارند

این مطلع از انجمله است مطلع		رخ نگار مرا هر زمان دگر رنگ است
بزیر هر خم زلفش هزار نیرنگ است		در ششم ذیقعده ششصد و هشتاد و هست

کشید شیخ فرمود که در صومعه که جمعی مریدان خلوتها داشته اند آنحضرت نیز خلوت
اختیار کند چون بخلوت درآمدند گاهی بذکر مشغول می شدند و گاهی بفکر چون غواصان
دریای فکر می گشته اند و دُرر و لآلی منظوم از قعر آن دریا بیرون می آوردند آوازی
بغایت خوب داشته اند و در بلندی آن شعر را میخواندند جماعت مریدان که در خلوتها
بودند چون بوئی از گلزار عشق بمشام جان ایشان نرسیده بود به انکار شیخ عراقی
میان بسته بملازمت شیخ بهاء الدین زکریا رفته اند و شکایت بسیار کرده که این
شخص را ذکر نیاید گفت او شعر میگوید و سر و عشق میسراید و بدان مرتبه رسیده که
میشنویم که در دیر مغان خرابا تیان ابیات او را در مجلس بادف و نی میخوانند
شیخ فرمود که در عالم دیگرست و شما در عالم دیگر شما را این ضرر میکند آن حال او را نیست
تا روزی این غزل را گفته بودند و با آواز بلند میخواندند مطلع نخستین باده کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند ◆ چون تخلص رسید شیخ زکریا بیخود از خلوت بیرون دوید
و بدر خلوت شیخ عراقی آمد و فرمود که بیرون آی که کار تو تمام شد و تخلص آن غزل این بود

مقطع چو خود کردند راز خویشتن فاش	عراقی را چرا بدنام کردند

شیخ عراقی چون از خلوت بدر آمد شیخ بهاء الدین زکریا جای خود را با و گذاشت و بعد
از چند وقت از دار فنا بدار بقا رفت مریدان شیخ بهاء الدین زکریا چون التفات شیخ
را نسبت بشیخ عراقی دانستند عرق حسد در ایشان بجنبید بپادشاه وقت رسانیدند
که اکثر اوقات او بشعر میگذرد و صحبت با جوانی قلندر صاحب جمال میدارد او را
استحقاق خلافت شیخ نیست و چون مناسبتی با شیخ عراقی نداشتند بعد از اندک فرصتی
شیخ عراقی ایشان را گذاشت و با قلندران عزیمت زیارت حرمین شریفین کرد و بعد
از زیارت چون بحلب رسید بران جوانی که عاشق شده بود او را گاهگاهی میتوانست دید

و این مطلع را برای او گفت مطلع	دو اسپه پیک نظر میدوانم از چپ و راست

موضع عراقی



بطواف کعبه رفتم بحرم رهم ندادند | که برون درچه کردی که درون خانه آئی
به قمارخانه رفتم همه پاکباز دیدم | چو بصومعه رسیدم همه یا قتم دغائی
در دیر می زدم من ز درون ندا برآمد | که درا در اعراقی که تو خاص ازان مائی

در انوقت بهمراهی قلندران بملتان رسیدند و بصحبت حضرت شیخ بهاء الدین زکریا مشرف گشته اند چون به تکیه که قلندران آنجا فرود آمده بودند رفته اند قلندران آگفته اند که روان میباید شد که اگر یکبار دیگر من بملازمت شیخ بهاء الدین زکریا میرسم دیگر باشما همراهی نمیتوانم کرد که مرا در یک صحبت نزدیک بود که صید کند بنابران همان لحظه با آنکه آخر روز بود مسافر شدند چون از شهر بیرون رفتند باران درگرفت راه گم کردند تمام شب راه رفته بودند چون صباح شد اتفاقاً باز بهمین شهر رسیدند بالضرورة فرود آمدند جاذبه شیخ بهاء الدین زکریا شیخ عراقی را کشان کشان بردر سلاسل و اغلال محبت

غریب عاشق و رسوا چنان شدم که شدند | یکی چو بشنود دوم دانش و سوم عذرا
چو بشنود دانش و عذرا ز من بیاموزند | یکی فغان و دوم ناله و سوم سودا

چون شیخ صلاح الدین بجوار حق پیوست عشقبازی زیادت گشت و چلپی حسام الدین با ایشان مصاحب شد و مثنوی آنوقت میفرمود و شبها ازان قبیل بودی که از اول شب تا صباح خواب نکردندی حضرت مولوی القا میکردند و شاه حسام الدین مینوشتند و مجموع آن نوشته را آواز بلند میخواندی و از غزلیات که در عشق او فرمود یکی دیگر است

غزل مرا اگر تو ندانی بپرس از شب تاری | شب ست محرم عاشق گواه ناله و زاری
چه جای شب که هزاران گواست عاشق را | کمینه اشک و رخ زرد و بیخودی و نزاری
چو ابر ساعت گریه چو کوه وقت تحمل | چو آب سجده کنان و چو خاک راه نزاری

حضرت مولوی در مرض اخیر فرموده از رفتن من غمناک مشوید که نور حسین منصور بعد از صد و پنجاه سال بروح شیخ عطار تجلی کرد و مرشد او شد در هر حالتی که باشید با من باشید و مرا یاد کنید تا من با شما باشم دیگر فرمود که ما را دو تعلق است یکی ببدن و یکی بشما چون بحکم باری تعالی فرد و مجرد شوم آن تعلق نیز از آن شما خواهد بود

و این مطلع فرمود مطلع

بیار ساقی باقی بریز بر من حادث | مئی که باز رهاند مرا ز دست حوادث

در روز یکشنبه وقت غروب آفتاب پنجم جمادی الآخر ششصد و هفتاد و دو انتقال فرمود

مجلس سی ام

ساقی بزمگاه وجه باقی شیخ فخر الدین عراقی بسیار بزرگ بود نظم بسیار دارند و در نثر تمهات لمعات مصنف آنحضرت ست عاشق قلندر پسری شدند و ترک درس و مدرسه کرده با قلندران همراه شد و این مطلع در انوقت فرمود مطلع

پیاره قلندر سزوار بمن نمائی | که دراز دور دیدم ره زهد و پارسائی

در قدم حضرت مولوی نهاد و حضرت مولوی عاشق جمال او شد در میان سماع

این غزل فرمود غزل

یکی گنجی برون آمد ازین دکان زرکوبی | زهی صورت زهی معنی زهی خوبی زهی خوبی

موضع حضرت مولوی و جوان زرکوب



شیخ صلاح الدین فرمود که دکانزا یغما کردند و مدت دو سال آن عشقبازی با او بیک حال مانده بود و غزلیات در عشق او بسیار واقع شد و این غزل از انجمله است

غزل ربود چشم و رخ و زلف آن بت رعنا | یکی قرار و دوم طاقت و سوم پروا
قرار و طاقت و پروای من سه چیز ربود | یکی جمال و دوم چهره و سوم سیما
جمال و چهره و سیماش در جهان افگند | یکی بلا و دوم فتنه و سوم غوغا
بلا و فتنه و غوغای من ز فرقت تست | یکی مدام و دوم بیحد و سوم هرجا
مدام و بیحد و هرجا ز عشق او شده ام | یکی غریب و دوم عاشق و سوم رسوا

که انچه مانده اظهار مکن

مجلس بست وهم

عاشق رومی مست حضرت قیومی اسم شریفش مولانا جلال الحق والدین محمدست در شهر بلخ در ششم ربیع الاول ششصد وچهار متولد شده واز سن پنج سالگی صور روحانی بر وظاهر گشت حضرت شیخ موید الدین جندی می گفت که حضرت شیخ صدر الدین قونوی روزی باجمعی از اولیا مثل شیخ شمس الدین ایکی وشیخ فخر الدین عراقی وشیخ شرف الدین موصلی وشیخ سعید فرغانی نشسته بود بصدق تمام از روی ذوق وحال فرمود که اگر بایزید وجنید درین عهد بودندی غاشیه این مرد مردانه را برگرفتندی وبر دوش کشیدندی وبر جان خود منت نهادندی که امروز خان سالار فقر محمدی اوست وذوق وحالت ما به طفیل اوست همه درویشان از روی انصاف بر بیان شیخ آفرین کردند حضرت مولوی روزی فرمود که آواز رباب صریر باب بهشت است منکری گفته ما نیز همان میشنویم چونست که چنان گرم نمی شویم مولوی گفت انچه من می شنوم آواز بازشدن آن درست وانچه تو می شنوی آواز فرازشدن آن در روزی شیخ سعد الدین حموی وشیخ صدر الدین قونوی وحضرت مولوی دریک محل صحبت میداشته اند شام شده هر دو شیخ مولوی را به امامت التماس کرده اند حضرت مولوی در رکعت اول قل یا ایها الکافرون خوانده اند ودر رکعت دوم نیز بعد از فراغ حضرت شیخ صدر الدین پرسیده که چون در هر دو رکعت سورة الکافرون خواندید شیخ سعد الدین فرمود که یکی را برای شما خواندند ویکی را برای من حضرت مولوی کم وقتی از عشق ومستی حقیقی خالی بودی روزی در حوالی زرکوبان میگذشت از آواز ضرب مطرقه ایشان حالی در دل آنحضرت ظاهر گشت وبرقص در آمد شیخ صلاح الدین همچون آفتابی از دکان بیرون آمد و سر

و سررشتهٔ اختیارش از دست رفت و چون افشای اسرار عادتش بود اظهار آن بسیار میکرد و آن قضیه انفعال میکشید با او شکایت کرد شیخ از انجوان شرمسار شد و گفت باعی

ای سیل فنا نام من از یاد ببر | بردار ز خاکم و ز بنیاد ببر | بر دامن او تا ننشیند گردی
از کوچهٔ او غبارم ای باد ببر

او چه دانست که این تیر دعا بر هدف خواهد آمد و بدیشان چه خواهد رسید و گردش روزگار طومار جمعیت ایشان را درخواهد نوردید در قتل و غارت چنگیزخان آن جوان کشته شد و ایشان را از بخارا با جمعی یاران بیرون کردند و فرزندان و متعلقان ایشان نیز بقتل رسیدند دران دردمندی و شکستگی بخراسان آمدند و آنجا نیز نتوانستند بود بعراق افتادند و در شهر ابرقوه در تاریخ شش صد و شصت و یک از عالم رفتند دران محل که از آب آمو بگذشتند در حال اشتعال نوائر آلام فراق و تشتد و نوائب اشتیاق گریان گریان این رباعی فرمودند رباعی

کس در کف ایام چو من خوار مباد | محنت زده و غریب و غمخوار مباد | نی روز نه روزگار نی یار نه دل
کافر به چنین روزگر فتار مباد

در اثنای نوشتن کتابی که موسوم است به کشف الحقایق در خواب دید که حضرت رسالت صلی الله علیه و آله وسلم در مسجد عتیق نشسته اند و شیخ سعدالدین حموی و شیخ عبدالله خفیف در ملازمت حضرت بودند کسی را طلب شیخ فرستادند چون مشارالیه امتثالا لامر هم بملازمت حضرت مستسعد و سرافراز گردید اول آن دو شیخ و آخر حضرت رسالت برای او برخاسته اند و او را پیش خود طلبید و در برگرفت شیخ سعدالدین بعرض حضرت رسالت رسانید که هر سری که من در چار صد و چهل کتاب پنهان کرده ام عزیز نسفی در یک کشف الحقایق اظهار کرد میترسم که ازان ممر زحمتی بدو رسد حضرت رسالت فرموده اند که درویش در عصمت خداست و بعد ازان فرموده اند که از هجرت من تا هفتصد سال نگذرد این کتاب را ظاهر نسازد مشارالیه بعرض رسانید که چند جزو اول را مردم مسوده کرده اند و باطراف برده فرمودند

از کاروان ماند میم در دو نیز رباعی
هر روز روم سوی گلستان غمناک
چون غنچه گریبان صبوری زده چاک
باشد که بگویدگل نو رسته ز گل
با من خبری ز اگل نو رفته بخاک
چنانکه روزی بر جنازه درویشی

حاضر شد گفتند شیخا تلقین فرمای پیش روی میت آمد و این رباعی فرمود رباعی

گر من گنه روی زمین کرد ستم
عفو تو امید ست که گیرد دستم
گفتی که بوقت مرگ دستت گیرم
عاجز تر ازین مخواه کاکنون هستم
همچنان بسر قبر پادشاه رفت و گفت ۲ رباعی
بگذر بدیار یارم ای پیک شمال
بر خاک رهش بجای من بوسه بمال
ور قصهٔ حال من کند از تو سوال
قل مات من الهجر علی صعب حال
در همانوقت در ششصد و پنجاه و پنج وفات یافت و قبرش در بخارا ست

مجلس بست و هشتم

یوم تبلی السرائر گنجهای خفی شیخ عزیز نسفی در کسب علوم ظاهری و باطنی بسیار کوشیده بود و بتخصیص در اصول و فروع حکمیات و در مصطلحات صوفیه چیزها نوشته اند و در ان رسائل سخن اهل شریعت و اهل حکمت و اهل وحدت را به نقیر و قطمیر بار نمود فاما در افشای اسرار بسیار کوشید در بخارا با پسر یکی از امرای سلطان جلال الدین عاشق شد

موضع شیخ عزیز نسفی و پسر یکی از امرا



موضع شیخ سیف الدین باحرزی و پادشاه



بدوند اکنون این مصدق سخن شیخ شد هر روز حسن صوری و معنوی آن پادشاه زاده در نظر کیمیا اثر آن عاشق درگاه در تضاعف بود و عشق حضرت شیخ در تزاید بود و من

کلمات القدسیه باعیات	هر شب بشال پاسبان کویت	میگردم گرد آستان کویت
باشد که برآید ای صنم روزشمار	نامم زجریدهٔ سگان کویت	هرچند گهی زعشق بیگانه شوم
با عافیت آشنا و همخانه شوم	ناگاه پری رخی بمن درگذرد	برگردم ازین حدیث دیوانه شوم

دران کشاکش عشق بودند که ناگاه از گردش این چرخ کجرفتار و مرور روزگار ناپایدار آفتاب عمر آن شهسوار در عقدهٔ ذنب مدار پریشانی که راس حوادث و سرگردانیست منکسف گردید چون خبر آن واقعهٔ هائله بحضرت شیخ رسید از اشک خونین خاک کویش را گل کرد و در خاک و خون گردید شب و روز می گفت و میگریست و همچون آتش

مجلس بست و هفتم

خورشید سپهر مهر ورزی شیخ سیف الدین باحرزی همچو آفتاب عالم گرد در طلب میلرزید و نجوم اشک از سپهر دیده میپاشید بیت سر شکم بسوی تو شد رهنمون ♦ عیان شد و بانجم هم بتیدون بظل ظلیل شیخ نجم الدین کبری رسید و بچشم از شرمی تاثر پدید اوائل که اورا بخلوت نشاند در اربعین دوم بدر خلوت آمد و دست بر در خلوت زد فرمود که ای سیف الدین

منم عاشق مرا غم ساز کار است	تو معشوقی ترا با غم چه کار است	برخیز و بیرون آی آنگاه

دست او بگرفت و بطرف بخارا روانه گردید و فی شیخ نجم الدین در خلوت خود بفراغت نشسته بودند مریدان را فرمودند که امشب شما نیز بفراغت گذرانید دران شب شیخ سیف الدین ابریق بزرگ پر آب کرد بر در خلوت شیخ بایستاد چون وقت صبح حضرت شیخ نجم الدین کبری از خلوت بیرون آمد او را دید گفت نه ما امشب گفته بودیم که بحضور خود مشغول باشید تو چرا خود را بدین ریاضت در رنج انداختی گفت شما فرمودید که هر کس بحضور خویش مشغول باشد چرا خود را بدین ریاضت در رنج انداختی گفت مرا هیچ حضور و لذت و رای این نیست که بر آستانهٔ حضرت شیخ بخدمت بایستم شیخ فرمود که بشارت باد ترا که سلاطین در رکاب تو بروند روزی یکی از پادشاهان در بخارا که بحسن و جمال بی همتا بود بزیارت حضرت شیخ سیف الدین آمد در وقت بازگشتن عرض کرد که اسپی نذر شیخ کرده ام التماس می نمایم که شیخ قدم رنجه کند تا بدست خود شیخ را سوار سازم چون آن پادشاه منظور نظر آنحضرت شده بود التماس او را قبول فرمود بدر خانقاه آمد پادشاه رکابش بگرفت تا سوار شد اسپ سرکشی کرد و عنان در ربود گویا طغیان عشق شیخ در و اثر کرده بود قریب به پنجاه گام در رکاب شیخ بدوید شیخ با پادشاه گفت حکمت در سرکشی این اسپ آن بود که شبی در خدمت شیخ نجم الدین بودیم ما را بشارت داد که پادشاهان در رکاب

بعد از مجادله و مقاتله بسیار نزدیک بدان رسید که قلعه را بگیرند سحری آنحضرت با عیال
و اطفال مادر و پدر و آن جوان زرگر اتفاق کرده اند که خود را از قلعه بیندازند اول
حضرت شیخ نجم الدین خود را بیندازد اخت بعد ازان پسر زرگر نیز موافقت کرد در بیرون
واقف شدند متوجه گشتند بگرفتن ایشان جوان زرگر بجنگ مشغول شد و شیخ را نیز
امداد نمودند آن جوان کشته شد و حضرت شیخ را گرفتند و چون وقت نرسیده بود
گذاشتند میرفت و میگریست و این مطلع را میخواند مطلع ناشده باز ز خون جگرم دیده هنوز
رفتم از کوی تو خسار تو نادیده هنوز چند منزل که بجانب اردبیل و تبریز میرفتند خبر رسید که قلعه
را گرفتند و پدر و مادر و عیال و اطفال را تمام بقتل رسانیدند هنوز زخم کوفت و کوب
زرگر تازه بود که بر سر آن ریشهای دیگر رسید گویا حضرت جامی حسب حال او فرموده است

تا کی زمانه داغ غمم بر جگر نهد | یک داغ نیک ناشده داغ دگر نهد | هر داغ کاورد قدری رو به بهتری
آن داغ را گذارد و داغ دگر نهد | زیر هزار کوه غمم پست گرد هد | دستش هزار کوه دگر بر زبر نهد
بر خان میهمانی او حاضر ار شویم | پیش من از کباب جگر ها حضر نهد | صد زهر ناب تعبیه باشد در امیان
در کام عیش من مثل کژدم نهند | دانی که چیست بالش راحت ازو مرا | خشتی که زیر واقعه ام زیر سر نهد

هر چند از روی فقر و فنا مثل این شعر فنائی میخواند بیت

که داغ بر سر هر داغ مرهمیست مرا | فاما کسی چه داند که با جان آنحضرت چه میشد و رباعیات در انحال
فرموده اند این دو رباعی از انجمله است رباعیات

آمد شب و باز رفتم اندر غم دوست | هم با سر گریه که چشمم را خوست | از خون دلم هر مژه گز پلک فرو ست | سینجیست که پاره جگر بر سر اوست
شمع ار چه چو من داغ جدائی دارد | با گریه و سوز آشنائی دارد | سر رشته شمع به که سر رشته من
کان رشته سری بر و شنائی دارد

در ششصد و پنجاه و چهار از عالم رفت در بغداد
بیرون مقبره شیخ سری سقطی و شیخ جنید قبریست
میگویند قبر اوست

تربیت او را حواله به شیخ مجد الدین کرده بود و او در کشف حقائق و شرح دقائق قدرت
و قوت تمام دارد و مصنفات بسیار دارد و از انجمله تفسیر بحر الحقائق است و نسخهٔ دیگر
موسوم بمرصاد العباد مشتمل بر بسی سخنان اعلی و مثنوی بر بسی از رباعیات زیبا در همدان
بر جوان زرگر عاشق شد و مفتون با جوان محزون و ولی از پرده بیرون بساط عشرت



انداخت و خاطر از تفرقه بپرداخت او را گمان آنکه بر یک حال خواهد ماند زمان بیت

کس چه داند که چرخ بوقلمون	از پس پرده چه آرد بیرون	خوش است این کهنه دیر پرفسانه
اگر مرون نبودی در میانه	که ما را می نه بگذارند با هم	درین محنت سرا نیست ماتم
نشاط امروز بیدوران غم نیست	وجود امروز بیخوف عدم نیست	گلاب شک و عالم اشک و خونست
خوشی جستن ز اشک و خون جنونست	فغان زین دور چرخ فتنه انگیز	که تا جاگرم کردی گوید خیز

چه در اوان آنحال که به ضراعت خاطر مهری به بود و دمی داشتند و سر رشتهای جانرا
چون شمع بروشنائی می پنداشتند لشکر چنگیز خان به آنجا آمدند و قلعه همدانرا محاصره کردند

باغ و بستان میبرد ند اما بهیچ گونه تسکین نمییافت ایشان جهت تسکین او سخنان
می گفتند و او میفرمود غزل

ابر بهار گریان این دیده خون فشان هم	بلبل ز باغ نالان عاشق بصد زبان هم
صحرا و بوستان خوش وین جان زار ماند	ناسایدم بصحرا در باغ و بوستان هم
باز آکه شهر بے تو تاریک و تیره باشد	در شهر بی تو نتوان والله که در جهان هم
نامم نشانه شد و رتهمت و ملامت	ای کاشکے نبودی نام من و نشان هم
صد منت تو بر من کز دولت وصالت	بدنام شهر گشتم رسوای مردمان هم
شد نرخ بنده خسرو از چشم تو نگاهے	گر اینقدر نیرزد بپذیر رایگان هم
شبی باهم در خلوتی نشسته بودند شخصی	

از بیرون در اشارت کرد شمس تبریز خاست و با مولانا گفت به گشتنم میخواهند بعد
از توقف بسیار مولانا فرمود مصلحت است و این آیت بخواند الا له الخلق والامر تبارک
الله رب العالمین هفت کس دست یکی کرده بودند و در کمین ایستاده بودند کاردے
راندند شمس تبریز نعره بزد چنانکه آنجماعت بیهوش شده بیفتادند و یکی از انها علاء الدین محمد
بود فرزند مولانا که بداغ انه لیس من اهلک تسام داشت و چون آنجماعت بهوش بازامدند غیر از چند قطره
خون هیچ ندیدند و این حادثه در تاریخ ششصد و چهل و پنج بود و آن ناکسان در اندک زمانے
هریک به بلائی مبتلا شدند و هلاک گشتند و علاء الدین محمد را علتی عجب پیدا شد و هم دران
ایام وفات یافت و حضرت مولوی بجنازهٔ او حاضر نشد و بعضی گفته اند آن ناکسان
بدن مبارکش را در چاهی انداخته بودند شبی سلطان ولد در خواب دید که شمس تبریز
اشاره کرد که در فلان چاه خفته ام نیمشب یاران محرم را جمع کرد و در مدرسهٔ مولانا
پهلوی نام مدرسهٔ امیر صدر الدین دفن کردند

مجلس بست و ششم

مقام رکوی پاکبازی شیخ نجم الدین رازی از اصحاب شیخ نجم الدین کبری است که

بنشین نظاره میکن تو عجائب خدارا | برشاه رونهانی برسان پیام جانی
بر عاشقان بیدل بنه آن می صفارا | سه ماست شمس دینم بحقیقت و یقینم
زلبان نبات ریزد ببرد زماعنارا | برحسب فرموده چون بحلب رسیدند

درهمان محل دیدند که شمس تبریز با آن پسر ترسا شطرنج میبازد و مقرر ست که اگر شمس تبریز بر دیک اشرفی گیرد و اگر ترسا پسر بر دیک زنبغور زند چون سلطان ولد و هم جماعت درویشان در آمدند به تعظیم در خدمت شیخ تبریز نشستند بعضی درویشان را بخاطر گذشت که شخصی بدین بزرگی را چه ضرورتست که با ترسائی که با مذهب او راست نیست شطرنج میبازد و آب روی خود را میریزد آنحضرت از روی فراست بالهام دریافت فرمود که درویشان دل را نگاه دارید که دل سلطان ست

وانجا حالتی ست که عقل در و حیرانست ار باعی | گر راست یار بسازم بخوی او چکنم
چو صبر نیست زروی نکوی او چکنم | رقیب گوید م ای خون گرفته چشم به بند
چو عاشقم من بیدل بروی او چکنم | ترسا پسر دانست که صاحب شطرنج او

مرد بزرگی است بغایت منفعل گشت و در پای شیخ افتاد و بر دست او مسلمان شد ویکی از اولیا گشت و شطرنج درمیان بهانه بیش نبود قطعه

پیداست حال مردم رند آنچنان که هست | خرم کسی که فاش کند هر نهان که هست
مومن زدین برآمد و صوفی زاعتقاد | ترسا محمدی شد و عاشق همان که هست

شمس تبریز متوجه روم گردید و سلطان ولد را گفت سوار شو در جواب گفت که سلاطین را آداب اینست که چون عزم سواری نمایند غاشیه کشی باشد و آن غاشیه کش منم دیگران سوار شوند و آن غاشیه بر دوش تا روم در جلو رفت و به صحبت مولانا رسیدند آن جوان چند روز رخصت طلبیده بتفرج قسطنطنیه رفت فراق او در شمس تبریز تاثیری عظیم کرد چون فصل بهار بوده حضرت مولوی شمس تبریز را جهت تسکین خاطر گشت

از روم هجرت کرده بحلب رفت و بر ترسا پسری عاشق شد چون میل آن جوان بشطرنج باختن بود شمس تبریز با او شطرنج بازی میکرد چون ایام مفارقت متمادی شد

موضع شمس تبریز و جوان ترسا



حضرت مولوی سلطان ولد را با چند نفر درویش مع الاغ و خرجی گفتند بروید در فلان محل شمس تبریز با ترسا پسری شطرنج میبازد به مجلس او در آئید و کفش شمس تبریز را

رو بطرف روم نهید و این غزل فرستاد	غزل بروید ای حریفان مکشید یار ما را
بمن آورید حالی صنم گریز پا را	به بهانهای شیرین و ترانهای موزون
بکشید سوی خانه مه خوب خوش لقا را	وگر او بوعده گوید که دم دگر بیایم
همه وعده مکر باشد بفریبد او شما را	دم گرم سخت دارد که بجادوئی و افسون
بزنند گره برآب او و به بندد او هوا را	بمبارکی و شادی چو نگار من درآید

نوشته اند المولی الاعز الداعی الی الخیر خلاصة الارواح سراج المشکوة والزجاجة والمصباح شمس الحق
والدین محمد بن علی بن ملک داد التبریزی نور الله فی الاولین والآخرین در اول مرید شیخ ابوبکر سلہ باف
بوده است و بعضی گفته اند مرید شیخ رکن الدین سجاسی بوده است که شیخ او حدالدین کرمانی نیز مرید او ست
و بعضے میگویند مرید بابا کمال جندی بود و میشاید که به صحبت همه رسیده باشد و از همه
تربیت یافته و در آخر کار پیوسته سفر کردی و نمد سیاه پوشیدی در انوقت که در
صحبت بابا کمال بود شیخ فخرالدین عراقی نیز بموجب فرموده شیخ بهاء الدین زکریا
آنجا بود و هر فتحی و کشفی که شیخ فخرالدین عراقی را روی نمود آنرا در لباس نظم و نثر
اظهار میکرد و بنظر بابا کمال میرسانید و شیخ شمس الدین ازان هیچکدام را اظهار نمیکرد
روزی بابا کمال او را گفت فرزند شمس الدین ازان اسرار و حقایق که فخرالدین
عراقی ظاهر میکند بر تو هیچ لایح نمیشود گفت بسیاری مشاهده می افتد اما بواسطهٔ آنکه
او بعضی مصطلحات ورزیده میتواند که آنها را در لباس نیکو جلوه دهد و مرا آن قوت
نیست بابا کمال فرمود که حق سبحانه و تعالی ترا صاحبی روزی کند که معارف اولین
و آخرین را بنام تو اظهار کند و نیابیع حکم از دل بر زبانش جاری شود و به لباس حرف
و صوت در آید طراز آن لباس نام تو باشد چون در تاریخ ششصد و چهل و دو در اثنای
مسافرت بقونیه رسیدند در خان شکر ریزان فرود آمد و حضرت مولانا دران زمان بتدریس
مشغول بود روزی با جماعت فضلا از مدرسه بیرون آمد و از پیش خان شکر ریزان
میگذشت شمس تبریز پیش آمد و عنان مرکب حضرت مولوی گرفت و چنانکه پیش ازین
مذکور شد سوال کرد که یا امام المسلمین مصطفی بزرگتر بود یا بایزید بسطامی بعد از انکه
شمس تبریز از استماع جواب مولوی بیهوش شد آنحضرت فرمود که او را بمدرسه آورند
تا بخود باز آمد مدت سه ماه در خلوتی که هیچکس را دران خلوت راه نبود لیلاً و نهاراً
صحبت داشتند که اصلا بیرون نیامدند و چون به سبب انکار مخالفان و قصد ایشان

و وسیلهٔ وصول بآن زیرا که چون مقبلی را بحسب فطرت اصلی قابلیت محبت ذاتی جمیل علی الاطلاق عرشانه بوده باشد و بواسطه پرده‌های ظلمانی مخفی مانده اگر ناگاه پرتوی از نور آن جمال از پردهٔ آب و گل در صورت دلبری موزون شمایل رباعی

شیرین کاری خوش سخنی چالاکی | مرهم نه داغ هر دل غمناکی | همچون گل نوشگفته دامن پاکی
زالایش دست برد هر بی باکی | نمودن گیرد هر آینه مرغ دل آن مقبل بران اقبال نماید و

در هوای محبت او پر و بال گشاید اسیر دانه او شود و شکار دام او گردد از همه مقصودها روی گرداند بلکه جز او مقصودی دیگر نداند رباعی

می نوشد و مست بر در یار آید | از هر چه نه عشق یار بیزار آید | از مسجد و خانقه بخمار آید
اورا به هزار جان خریدار آید

آتش عشق و شعلهٔ شوق در نهادش افروختن گیرد و حجب کثیفه سوختن پذیرد پردهٔ غفلت از بصر بصیرت او بگشایند و غبار کثرت از آئینهٔ حقیقت او بزدایند دیدهٔ او تیز بین شود و دل او حقیقت شناس گردد و بر هر چه گذرد او را یابد و در هر چه نگرد او را بیند هر لحظه روی در شهود خود کند و گوید رباعی در سینه نهان تو بودهٔ من غافل

در دیده عیان تو بودهٔ من غافل | عمرے ز جهان ترا نشان می جستم
خود جمله جهان تو بودهٔ من غافل | چون اینجا رسد بداند که عشق مجازی بمنزله

بوئی بوده است از شرابخانهٔ عشق حقیقی و محبت آثاری بمثابهٔ پرتوی از آفتاب ذاتی اما اگر آن بوی نشنیدی باین شرابخانه نرسیدی و اگر این پرتو نتافتی ازین آفتاب

بهره نیافتے رباعی | خوش وقت کسی که بوی میخانه شنید | رفت از پی آن بو و میخانه رسید
آمد بسرقی ز کوی میخانه پدید | در پرتو آن حریم میخانه بدید | در تاریخ ششصد و شصت متولد شد

و در هفتصد و سی و هشت فوت گشت و مدفن آنحضرت دمشق است و ازان شیخ صدرالدین قونوی

مجلس بیست و پنجم

سر حلقهٔ رندان شهر آشوب فتنه انگیز شمس تبریز حضرت مولوی در القاب او چنین

حسن وجمال در سر اسپ غاشیه کشی مینمود هر چند شیخ در پیش او در زمین می افتاد و میگفت سوار شو قبول نمیکرد چون بزرگ و بزرگ زاده آن مردم بود او را تعظیم میکردند و شیخ را کافر و ملحدی گفتند و لعنت میکردند شیخ صدرالدین ازان انفعال میافت آنحضرت فرمود که منفعل مشو تو نیز مسعی کن که قطع رشته پیوندکنی از خلق و بخود پیوندی بسبب آن انفعال چند روز بمنزل خود رفت حضرت شیخ بیخود و مست شد و یکبارگی از دست رفت کسی پرسید که شما را با اینهمه عرفان و ابستگی شد این بیت را که از قصیده ابن فارض مصریست خواند شعر

ولولاشذا هاما اما امتدنیا لحان	ولولاسناها ما تصورها الوهم

یعنی همچنانکه اگر نه بوی خوش ورایحه دلکش میرسیدی راه بمیخانه نتوانستی برد همچنین اگر نه لمعه نور و پرتو آن روی بودی راه آن حقیقت نتوانستی نمود از حسن او بی بحسن حق میتوان برد و در آئینه روی او جمال حق میتوان دید نظم

گر رهبر مستان نشدی نکتهٔ کے	مشکل برد کسی سوی میکده پی
ور چشم خرد نیافتی نور ازوی	کی درک حقیقتش توانستی کی

آنکس چون دید که آتش شیخ بهیچگونه فرو نمی نشیند استدعا کرد که در دمشق آبهای روان و منزلها و جایهای دلکشاست سیر میتوان کرد و به نظاره و تماشای باغ و بها غم از دل بدر میتوان برد فرمود که نظم

جدا از لاله رخ خود بهار را چکنم	هزار داغ بدل لاله زار را چکنم
کنار گشت و لب جویبار را چکنم	گفت عشق مجاز ورزیدن و

روی خوب دیدن لائق شان شما نیست همواره سالکان راه خدا از اولیا و انبیا باحق بوده اند و بدو سخن گفته اند و از و شنوده اند شما چرا در بزم دل چراغ حسن غیری افروخته اید و دیده و بر جمال دیگری دوخته این آثار است چرا ذات را باید گذاشت و به آثار او مشغوف شد و به انواع بدنامی و صفات بد موصوف گشت فرمود همچنانکه جمال آثاری که متعلق عشق مجاز یست ظل و فرع جمال ذاتیست که متعلق محبت حقیقی ست همچنین عشق مجازی ظل و فرع محبت حقیقیست و بحکم المجاز قنطرة الحقیقة طریق حصول آن

و اختلاط اول ایشان بران وجه بود که حضرت شیخ سواره در کوچه میرفتند و شیخ صدرالدین می آمد در نظر اول اضطرابی عظیم در دل شیخ پدید آمد بدان سبب که آنحضرت



آتش عشق همیشه در دل علم میزد و در اشتعال بود و او را حسنی بجمال شیخ عنان کشید سوال فرمود که من این الی این و ما الحاصل فی البین یعنی از کجا می آئی و تا کجا خواهی رفت و کدامست مبدا و سیر و منتهای آن و حاصل چیست در میان حالیا باری بنقد از دل

ربودی هوش را نظم	بیک کرشمه که بر جان مبتلا کردی	چو جان بسینه درون آمدی و جا کردی
بسوختی دل خسرو هنوز خواهی سوخت	کسی نگفت ترا اینجفا چرا کردی	

فی الحال در جواب شیخ گفت

من العلم الی العین لتحصیل الطرفین یعنی از علم می آیم تا عین از برای حاصل کردن طرفین

از عالم بیرنگی می آیم بعالم بیرنگ مصراع	برای آنکه زنم شیشهٔ دولت بر سنگ

بجهت این جواب تمام شیفته شده بودند و از کار رفت اشعار عربی دران آشفتگی دارند بعد ازان بملازمت حضرت شیخ سرفراز گردید و رسید از خدمت به اعلی درجهٔ معرفت و دید انچه دید حضرت شیخ گاهی با استر یا اسپ سوار نمیکردند و شیخ صدرالدین بدان

زان گونه که گوئی تو که گویا دگر یست | | از شرابی که چون آفتابیست در براقی

لامع از روی ساقی مست گردیده و از جام لعل فرح افزای خود بغایت رسیده رباعی

زان خانه برانداز که مے نام شده | | ویرانیست دلم که بے سرانجام شده
از دست بگوئید مرا چون نروم | | چون خود می و خود ساقی و خود جام شده

و قصیده همیه را نیز در طغیان عشق آن جوان فرموده و این بیت از ان قصیده است بیت

لها البدر کاس و هی شمس تدیرها | هلال و کم یبدو اذا مر حبت نجم | یعنی آن شراب عشق را مدام

ماه تمام است جام و آن شراب آفتابیست در براقی که میگرداندش انگشت هلال نمای ساقی و بسیار پیدا می آید وقت آمیختنش با آب ستاره رخشنده از شکلهای حباب غزل

ایجان و دل آخر بچه نامت بخوانم | هم جانی و هم دل بکدامت خوانم | چون یافت شب تمام عمرم ز تو نور
معذورم اگر ماه تمامت خوانم | دو مه رخسار تو ای ماه تمام | جائیست کز و خورم می عشق مدام

از بسکه فتاده بخیودم زین می و جام | می چیست نپنداسم و جام کدام | و این بیت نیز از همان قصیده است شعر
علیک بها صرفا و ان سئمت مزجها | فعدلک عن ظلم الحبیب هو الظلم | یعنی بر تو باد که دران کوشی

که آن می را صرف نوشی و اگر صرف نتوانی و خواهی که ممزوج گردانی باشد زلال که از لب و دندان معشوق یکی ممزوج سازو بعد دل ازان خود را در ظلمات ظلم و ستم میندازی رباعی

آن مه که وفا و مهر سرمایه اوست | اوج فلک حسن کمین پایه اوست | خورشید رخش نگر و گر نتوانی
آن زلف سیه بین که همسایه اوست | در تاریخ هشتم جمادی الاول ششصد و سی و دو از عالم رفت

در زمان سلطنت اکدای قاآن و مدفن آنحضرت دمشق است

مجلس بیست و چهارم

بزم آرای اولیای تحت قبائی شیخ محی الدین اعرابی را تفاصیل علوم بسیار است از رسائل معتبره آنحضرت فتوحات مکی و فصوص الحکم و چند نسخه دیگر که ذکر آن طولی دارد و دران مشکلات علوم از سر مکتوم بسیار می آورد عاشق حضرت شیخ صدر الدین بودند

مجلس بیست و سوم

مجمع البحرین نوافل و فرایض شیخ ابن فارض گرم روی غریب بود تلاطم و شورش قلزم عشق او از قصیده ثانیه اش معلوم میشود که در وقتی که عاشق بود ندبر جوانی روئی گر این قصیده گفته اند و مطلع آن قصیده اینست شعر ستقینی حمیا الحب راحة مقبلی

وکاسی محیا من عن الحسن جلت	رباعی	آیا چشم شور و شر عشق انگیخت
هی می که زمهر بود در جام ریخت	یا ساقیم از هلاهل قاتل حسن	از بهر من خراب بامی امتیخت



یعنی ساقی گری کرد و در گردش آورد و دست مردم چشم من جام مالامال عشق و محبت را و بر کف گرفت می پر صفا و رقت را و حال آنکه جام من روی آن کسی است که در ای حسن در دیدهٔ انسان العین من خود را دید و خود ساقی خود گردید خود بر سر غرفه نظارگی

نشست و تهمت بینندگی بر من بست	رباعی	در کوی خرابات مغان جلوه گریست
کز شیوهٔ او بر سر هر کو خبریست		خود را بستوده بزبان دگران

و در دریای بیخودی غواصی مینمود گفت سر بردار که منم لیلی از زیر زمین میگویم این آواز شنید که دع عنک فان جنک شغلنی عنک یعنی برو از سر من و بگذار مرا بر من که از عشق تو مرا پروای تو نمانده گاهی که حضرت عطار باخود آمدی و از لجهٔ دریای حیرت به کنار افتادی آنجوان را دیدی روی بر وی نشسته این غزل را خواندی **غزل**

ای عمت روز و شب به تنهائی — مونس عاشقان شیدائی — بسکه خفتند عاشقان در خاک
تا تو از رخ نقاب بگشائی — عشق را سر برهنه باید کرد — بر سر چار سوی رسوائی
عشق با نام و ننگ ناید راست — ندهد دست عشق ورعنائی — وگاهی این غزل را بنوشتی
و بدو دادی **غزل** — آفتاب عاشقان وی تو بس — قبلهٔ سرگشتگان کوی تو بس
ترک کنار هر دو عالم را به جسن — یک گره از زلف هندوی تو بس — صید جان و عقل دور اندیش را
یک خدنگ از چشم آهوی تو بس — گر کسی بر باد خواهد دو دل — یک دزیدن باشد از کوی تو بس

و باز بعالم بیخودی رفتی و ازان جوان بیخبر گشتی در وقتی که چنگیز خان را تواجی وقت قدغن میکرد که بدین دیار میباید رفت بملازمت اما بسوی میرفت و در محل برخاستن فرمود که میروی و نجم الدین کبری و عطار را بقتل می آوری مریدان آنحضرت را اضطراب بسیار شد از انحضرت بعد از فراغت پرسیدند که حکمت درین چه بود ما را چنان مناسب مینمود که این حضرت آن دو ولی را سفارش میکردند آنحضرت فرمود که حضرت حق نظر خود را به نجم الدین کبری از محض عنایت خود داده بود که در وقتی که در خودی او درمیان نبودی آن نظر بر هر کس افتادی بمرتبهٔ ولایت رسیدی آن نظر را او نوبتی بر سنگی انداخت و عطار اسرار در حالت لمن الملک الیوم لله الواحد القهار فاش کرد چون لشکر چنگیز بخوارزم و نیشاپور در آمدند هر دو بزرگ بقتل رسیدند و در ششصد و بیست و هفت بشهادت رسید

و قبرش در نیشاپور است

و در درون شهر هیچ جا نماند بگورستان رفت و در همین موضع که مدفن آنحضرت است
مسکن بوده حضرت قاسم الانوار می فرمود که شیخ عطار در تجرید قدم بر سر قدم حضرت
حیدر گرار داشت شیفته پسر کلانتر قریه مذکور بودند قاما تنزیه بر نشاء آنحضرت چون
غالب بود نشاء عشق بمرتبه استولی شده بود که نه پروای عاشق داشت و نه سودای



معشوق در اول مرتبه عشق عاشق معشوق را برای خود دوست میدارد و در مرتبه دوم
خود را برای معشوق میخواهد و در مرتبه سوم از غایت طغیان عشق نه خود را میخواهد و نه
معشوق را و آنحضرت اکثر اوقات در نیمقام بودند و از کلام الهام انجامش نیز معلوم
میشود و این ابیات در انحل وارد شد رباعی

در عشق چو من توام تو من باش	
یک پیرهنست کود و تن باش	چون جمله یکی ست در حقیقت
گو یک تن را دو پیرهن باش	

ظاهر المعه آن عشق است که پرتو بر مجنون انداخت که لیلی بسر او آمده بود او سر در گریبان

وخرقه از دست او پوشیدند



مجلس بیست و دوم

سحاب افاضت آثار گوهر بار دُر دریای متواج اسرار شیخ فریدالدین عطار دریائی بود پر از جواهر حقائق و اسرار در اول حال به طب اشتغال مینمودند و دنیائی بسیار در گرد آنحضرت بود و دکان عطاری داشتند پر از اشربه و ادویه و متاع آن کار در دکان می نشستند روزی درویشی به در دکان آن بزرگوار آمد و چند بار شی لله گفت او بدرویش نپرداخت گفت تو با این سر و کار و مال و جهات بسیار چون خواهی مرد شیخ فرمود که عجب سوای میکنی تو خواهی مرد آن درویش را وقت رسیده بود نشست و آهی کشید کاسهٔ چوبین بزیر سر نهاد و جان سپرد شیخ را حالتی غریب دست داد تمام دکانرا بغارت داد و طریق فقر و فنا پیش گرفت بعضی میگویند که پیر ارشاد و خرقهٔ آنحضرت شیخ صنعان بود و قصه او نیز اندکی مفهوم میشود از نیشاپور بودند و در شهر مذکور دوازده سرای معمور داشتند چون روی دل بعالم دیگر بود آنحضرت آرام و مت نمیکرد تا سراها تمام از هم ریخت

بانگ زد آن ماه که ای هرزه گو | به که بگردانی ازین هرزه رو
قبلهٔ مقصود یکی بیش نیست | قاصد آن قبله تو اندیش نیست
شرط ادب ترک دوئی کردنست | روی ارادت بیک آوردنست
چون ز یکی روبدو آوردهٔ | رسم نوست اینکه تو آوردهٔ

رباعی

بایار بگلزار شدم رهگذری | برگل نظری فگندم از بیخبری
معشوقه بطعنه گفت شرمت بادا | رخسار من اینجا و تو در گل نگری

آن درویش که خواجه حسن را پند میداد و نصیحت میکرد و از اظهار عشق او به تنگ بود و ناشکری مینمود ناگاه سیل عشق طغیان کرده خانهٔ نام و ناموس خواجه را ویران کرد رسم مدرسه و خانقاه را بباد داد و روی بصحرا کوه نهاد و عقل و هوش را فروخت و دیوانگی خرید و رخت از معموره امید بویرانگی کشید گاهی چون مرغ نیم بسمل می طپید و گاهی دیوانه وار در خاک و خون میغلطید و باین ابیات مترنم میگشت که بیت

درد اگه عشق یار بدیوانگی کشید | خط جنون بدفتر فرزانگی کشید
تنهند جز بخاطر ویرانه گنج عشق | معمور خاطری که بویرانگی کشید

چند وقت بدین منوال در کوه و دشت چون فرهاد جان میکند و می گشت بیت

غریب و بیکس و تنها و رنجور | بمردن بس قریب از زندگی دور

رباعی

از یار جدا از همنشینان مانده | چون آهوی تنها به بیابان مانده
دانی که میان خاک و خون چون باشد | حال بدنی که باشد از جان مانده

دران سرگشتگی دران کوه رفت و پیر حاجات با هم ملاقات کردند و عزیمت دار السلطنت هرات نمودند او نیز دانماند خود را بدیشان رساند بخدمت مقرب حضرت باری خواجه عبد الله انصاری پیوند

گر واله آن مهی بهر کس منگر | در هر خم ابروی مقوس منگر | گر صاعقهٔ عشق بگیرد پس و پیش
مردانه همی میرو و واپس منگر

روزی شیخ بدرجهان فرمود که عزیزی می گفت وقتی از اوقات در بادیه بودم و راه می پیمودم ناگاه دختری صاحب جمال از پهلوی من بگذشت دلم بیک نظر مبتلای او گشت چون ساعتی از عقب او رفتم گفتم بیت

بخونریز بزاهل وفا میروی | مرا میگذاری کجا میروی | آن دختر لطیف طبع بود
یا خود میگفت و مرا میشنوانید که حیف باشد که اینچنین مرغ زیرکی گرفتار دام من گردد مرا خواهریست در کمال حسن و جمال و از عقب می آید اگر بر و نظر اندازد مناسب بنماید آن عزیز گفت چون این سخن شنیدم در عقب نگاه کردم کسی را ندیدم آن دختر آمد و از روی غیرت طپانچه بر روی من زد و گفت ای کذاب چون ترا دیدم زاهد پنداشتم و چون نزدیک من آمدی عاشق انگاشتم اما چون ترا بر محک امتحان زدم نه از زاهدان بودی و نه از عاشقان بیت

مردان مرد اینجا در پرده چون زنانند
تو پیش صف چه آئی چون نه زنی نه مردی

نظم بوالهوسی بر سر چاهی رسید

جلوه کنان چارده ماهی بدید | ناله شده گرد قمر معجرش | خیمه زده بر مه و خورشید درش
نغمه سرا جنبش خلخال او | نافه کشا زلف زد نبال او | نعره برآورد که ای خودپرست
پای مکن تیز که رفتم ز دست | از تو بفریاد شدم هم نفس | راه کرم گیر و بفریاد رس
تازه صنم چون شغف او بدید | وان همه شور و شغب او شنید | چون گل خندان ز دم او شکفت
غنچهٔ نوشین شگفانید و گفت | خواهر من میرسد اینک ز پی | به ز چو من صد سر یکموی دگر
نیست ز خوبان سخن آنجا که اوست | حرف که گوید ز من آنجا که اوست | با شرف حسن خدا داد من
رفته بشاگرد یش استاد من | ساده دل آنموسوی چون گوش کرد | قاعدهٔ کار فراموش کرد
در غلط افتاد ز گفتار او | چشم وفا تافت ز دیدار او | کرد بسی در ره و بی ره نگاه
دیده ره دور و کسی نی براه | بار دگر لب بسخن باز کرد | لابه گری پیش وی آغاز کرد

قطرهٔ بود او درین جوی مجاز	سوی دریای حقیقت رفت باز
جمله چون با دی ز عالم میرویم	دیگران رفتند و ما هم میرویم

مجلس بیست و یکم

سجاده نشین و استعینوا بالصبر والصلوة و انها لکبیرة الا علی الخاشعین سلطان العارفین اسم او حسن ست و میان مردم بخواجه حسن عارف مشهور بود و از کمل اولیاست در علوم ظاهر و باطن ماهر بود و در بحث و نالهٔ کامل در آن وقت که بخدمت شیخ روزبهان رسید برجوانی از اقوام ابو الفوارس عاشق بود او پیش نام داریم بر زبان راندی که ما او پیش ام او چشم ماست از و می نگریم بدوست و از و می بینیم که همه اوست رباعی

سر فتنه و آشوب بلایم همه اوست	بیگانه هم او آشنایم همه اوست	گر چهره نماید ز هزار آینه بیش

هم چهره و هم چهره نمایم همه اوست یکی از مریدان او گفت که شما را پیش ازین وقتی خوش بود بذکر اوقات میگذرانید یدو از آن وقت که در فکر این جوان افتاده اید اوقات شما ضائع گشته و حال از دست رفته و خود بکرات می فرمود رباعی

وقت است که جمعیت این راه از وست	از خود همه کس درین ره آگاه از وست
ضایع مکن اوقات که وقتی که رسی	بر غرفهٔ قصری مع الله از وست

گفت تو چه خبر داری که در ینوقت مرا چه حالست چنان بی سر و پا در میان خوف و رجایم که نمیدانم که کجایم آن زمان که در فکر اویم در ذکر اویم و آن زمان در ذکر اویم در فکر اویم

لاتا ننم از عشق نگردانند اسیر	لاتا سم ایدل نکنند نیز دلیر	در خوف و رجا بماند حالی دل من
گر نیست آن آب شود ور نه شیر	ای درویش مار اعتکاف معابد و مساجد میدیدی ازین پیش	

امروز در خرابات مغان می بینی بسیار دوری و درین اعتراض معذوری رباعی

منگر تو که پیر دیر مینا که شود	یا معتکف مسجد اقصی که شود	تا آخر کار زاتش عشق
خالص که برون آید و رسوا که شود	یکدل دیگر وی باش و نقش دوئی از لوح خاطر برخاش رباعی	

هر کجا خواهید باید رفت زود | باز گردید ای رفیقان عزیز | می ندانم تا چه خواهد بود نیز
گر بپرسند از شما گویید راست | کان زپا افتاده سر گردان کجاست | این بگفت و روی از یاران بتافت
خوک بانی را سوی میدان شتافت | بسکه یاران از غمش بگریستند | هر زمان از پس همی نگریستند
عاقبت رفتند سوی کعبه باز | مانده جان در شورش تن در گداز | شیخشان در روم تنها مانده
داده دین بر باد و تر سا مانده | شیخ را در کعبه یاری چیست بود | در ارادت دست از کل شست بود
چون ز کعبه شیخ شد سوی سفر | او نبود آن جایگه حاضر مگر | باز پرسید از مریدان حال شیخ
باز گفتندش همه احوال شیخ | چون مرید آن قصه بشنید از نهفت | روی چون زر کرد و زاری در گرفت
با مریدان گفت ای ترسا مانان | در وفاداری نه مردان نه زنان | یار کار افتاده باید صد هزار
یار ناید جز چنین روزی بکار | شرمتان باد آخر این یاری بود | حق گزاری و وفاداری بود
چون نهاد آن شیخ در زنار دست | جمله راز نار بیبالیست بست | از برش عمداً نمی بالیست شد
جمله را ترسا همی بالیست شد | آن نه یاری و موافق بود نیست | کانچه گردید از منافق بود نیست
هر که یار خویش را یار و رشود | یار باید بود اگر کافر شود | وقت ناکامی توان دانست یار
خود بود در کامرانی صد هزار | عاقبت الامر به سخن آن مرد کار دیده متوجه شیخ شدند و شیخ
باز روی بطریق اسلام آورد و باتفاق روی به کعبه معظمه آوردند و آن دختر نیز واقعه
دید و از ترسائی برگردید و در دست و پای شیخ افتاد نظم

شیخ بروی عرضهٔ اسلام داد | غلغله در جمله یاران او فتاد
آخر الامر آن صنم چون راه یافت | ذوق ایمان در دل آگاه یافت
گفت شیخا طاقت من گشت طاق | می نیارم هیچ طاقت در فراق
میروم زین خاکدان پر صداع | الوداع ای شیخ عالم الوداع
این بگفت آن ماه و دست از جان فشاند | نیم جانی داشت بر جانان فشاند
گشت پنهان آفتابش زیر میغ | جان شیرین زو برآمد ای دریغ

هرچه گوید بعد ازان فرمان کنم | زین بتر چه بود که کردم آن کنم | شیخ ابو القاسم گرگانی در

دار الملک معانی آورده که در ارتکاب سایر معاصی عقل بهوش خود است الا در خمر که چون خورده شود سلیمان عقل را از تخت دماغ بزیر کشیده از حکومت معزول میگرداند و همچنانکه سلیمان معزول گشت دیوان دست به نهب و غارت او میدارند و در هرج و مرج ملکش خراب میگردد و همچنین عقل که در بدن انسانی بجای سلیمانست چون بسبب شراب زایل میشود و از تخت دماغ بزیر می آید دیوان قوای غضبی و شهوی در جوش و خروش می آیند و تمامی ولایت انسانی را خراب میسازند نظم

بس کسا کز خمر ترک دین کند

لاجرم ام الخبایث این کند | شیخ گفت ای دختر و لبر چه ماند | هر چه گفتی کرده شد دیگر چه ماند

خمر خوردم بت پرستیدم ز عشق | کس مبینا و انچه من دیدم ز عشق | عشق ازین بسیار کرده ست و کند

خرقه را زنار کرده ست و کند | تخته کعبه ست ابجد خوان عشق | سر شناس غیب سرگردان عشق

اینهمه خود رفت بر گوی اندکی | تا تو کی خواهی شدن با من یکی | باز دختر گفت ای پیر اسیر

من گران کابینم و تو بس فقیر | شیخ گفت ای سرو قد سیمبر | عهد نیکو می بری آخر بسر

در ره عشق تو هر چیم بود شد | کفر و اسلام و زیان و سود شد | جملهٔ یاران زمن برگشته اند

دشمن جان من سرگشته اند | تو چنین و یشان چنان من چون کنم | چون نه دل ماند نه جان من چون کنم

عاقبت چون شیخ آمد مر او | سوخت دل آن ماه را بر درد او | گفت کابین مرا ای ناتمام

خوک بانی کن تو سالی و السلام | رفت پیر کعبه و شیخ کبار | خوک بانی کرد سالی اختیار

در نهاد هر کسی صد خوک هست | خوک بانی کرد باید همچو مست | تو چنان ظن میبری ای هیچکس

کین خطر آن پیر را افتاد و بس | در درون هر کسی هست این خطر | سر برون آرد چو آید در مضر

تو ز خوک خویش اگر آگه نه ٔ | سخت معذوری که مرد ره نه ٔ | خوک کش بت سوز در صحرای عشق

ورنه همچون شیخ شو رسوای عشق | عاقبت چون شیخ دین رسوا نبود | در میان کار سر غوغا نبود

همنشینانش چنان درماندند | کز فرو ماندن بجان درماندند | شیخ گفتا چون من بدرد بود

گر فرو آری بدین سر گشته سر — دخترش گفت ای حریف از روزگار — کار سازی گفن کن شرم دار
شیخ گفتش گر بگوئی صد هزار — من ندارم غیر عشقت هیچ کار — گفت دختر گر درین ره راست
دست باید پاکت از اسلام شست — هر که او همرنگ یار خویش نیست — عشق او جز رنگ و بوئی نیست
شیخ گفتش هر چه گوئی آن کنم — وانچه فرمائی بجان فرمان کنم — گفت دختر گر تو هستی مرد کار
گرد باید چار کارت اختیار — سجده کن پیش بت و قرآن بسوز — خمر نوش و دیده از ایمان بدوز
شیخ را بردند تا دیر مغان — آمدند آنجا مریدان در فغان — شیخ الحق مجلسی را تازه دید
میز با بزاحسن بی اندازه دید — آتش عشق آب کار او ببرد — زلف ترسا زاده کار او ببرد
جام می بستد ز دست یار خویش — نوش کرد و دل برید از کار خویش — چون بیکجا شد شراب و عشق یار
عشق آن ماهش یکی شد صد هزار — قرب صد تصنیف دین یاد داشت — حفظ قرآن نیز از استاد داشت
شیخ گفتا خمر کردم اختیار — با سر دیگر ندارم هیچ کار — چون می از ساغر بناف او رسید
دعوی او رفت و لاف او رسید — هر چه یادش بود از یادش برفت — باده آمد عقل چون بادش ببرفت
عشق آن دختر بماندش صعبناک — هر چه دیگر بود کلی رفت پاک — آن صنم را دید می در دست مست
شیخ شد یکبارگی آنجا ز دست — دل بداد از دست و می خوردش — خواست تا دستی کند در گردنش
دخترش گفت ای تو معنی دانی — مدعی در عشق و مرد کار نی — هیچو زلفم نه قدم در کار نی
زانکه نبود عشق کار سرسری — اقتدا گر تو به کفر من کنی — با من ایمان دست در گردن کنی
ور نخواهی کرد تو این اقتدا — خیز رو اینک عصا اینک ردا — گفت بیطاقت شدم ای ماه رو
از من بیدل چه میخواهی بگو — گر بهشیاری نگشتم بت پرست — پیش بت مصحف بسوزم مست مست
دخترش گفت این زمان مردی منی — خواب خوش بادت که در خورد منی — چون خبر نزدیک ترسایان رسید
کانچنان شیخی ره ایشان گزید — شیخ را بردند سوی دیر مست — بعد ازان گفتند تا زنار بست
شیخ چون در حلقهٔ زنار شد — خرقه را آتش زد و در کار شد — دل ز دین خویشتن آزاد کرد
نی ز کعبه نی ز شیخی یاد کرد — گفت خندان قصد این درویش کرد — عشق ترسا زاده کار خویش کرد

یارب امشب را بخواهد بود روز — شمع گردون را بخواهد بود سوز — یارب اینچندین علامت بهر چیست

یا مگر روز قیامت امشبست — شب دراز است و سیه چون موی او — ورنه صد ره بود می بی روی او

عمر کوتا وصف غمخواری کنم — یا به کام خویشتن زاری کنم — صبر کوتا پای در دامن کشم

یا چو مردان پای در دامن کشم — بخت کوتا علم در پیش آورم — یا بحیلت هوش با خویش آورم

دست کوتا خاک ره بر سر کنم — یا ز زیر خاک و خون سر بر کنم — پای کوتا پای جویم کوی یار

چشم کوتا باز بینم روی یار — یار کوتا دل دهد در یک دمم — دو دست کوتا دست گیرد یکدمم

زور کوتا نالهٔ وزاری کنم — هوش کوتا سازِ هشیاری کنم — رفت عقل و رفت صبر و رفت یار

اینچه عشق است اینچه در دست اینچه کار — جملهٔ یاران به دلداری او — جمع گشتند آنشب از زاری او

همنشینی گفت ای شیخ کبار — خیز و این وسواس را غسلی برآر — شیخ گفتا امشب از خون جگر

کرده ام صد بار غسل ای بیخبر — آن دگر گفتش که ای دانای راز — خیز و خود را جمع گردان در نماز

گفت کو محراب روی آن نگار — تا نباشد جز نماز هیچ کار — چون سخن در روی نیامد کارگر

تن زدند آخر دران تیمار در — موج زن شد پردهٔ دلشان ز خون — تا چه آید از پس پرده برون

ترک روز آخر چو بازرین سپر — هندوی شب را به تیغ افگنده سر — شیخ خلوت ساز کوی یار شد

با سگان کوی او در کار شد — معتکف بنشست بر خاک درش — همچو موی گشت بر روی چون زرش

قرب ماهی روز و شب در کوی او — صبر کرد از آفتاب روی او — عاقبت بیمار شد بی دلستان

هیچ برنگرفت سر زان آستان — بود خاک پای آن بت بسترش — بود بالین آستان آن درش

چون نبود از کوی او برگشتنش — دختر آگه شد ز عشق گشتنش — خویشتن را آعجمی کرد آن نگار

گفت ای شیخ از چه گشتی بیقرار — کی کنند ای از شراب شرکت — زاهدان در کوی ترسایان مست

شیخ گفتش چون ز بونم دیده — لاجرم در دیده دل در دیده — از سر ناز و تکبر در گذر

عاشق و پیر و غریبم در نگر — دل پر آتش دیده خونبار از توام — بیدل و بی صبر و بی یار از توام

از دلم جز خون دل حاصل نشد — خون دل تا کی خورم چون دل نشد — هفت گردونرا درآرم زیر پی

عشق ترسازاده کار خویش کرد | هرچه بودش سرسبز نابود شد | زآتش سودا دلش پرد و دشد
عشق دختر کرد غارت جان او | ریخت کفر زلف بر ایمان او | شیخ ایمان داد و ترسائی گرفت
عاقبت بفروخت سودائی خرید | گفت چون جان رفت چه جای دلست | عشق ترسازاده کار مشکلست



چون مرد انش چنان دیدند زار | جمله دانستند کافتاده است کار | سر بسر در کار او حیران شدند
سرنگون گشتند و سرگردان شدند | پند دادندش بسی سودی نبود | بودنی چون بود بهبودی نبود
بود تا شب همچنان روزی دراز | چشم بر منظر دهانش کرده باز | سر چراغی کان شب اختر در گرفت
از دل آن پیر غم پرور گرفت | گفت یار امشبم رار وزنیست | یا مگر شمعی فلک را سوزنیست
در ریاضت بوده ام شبها بسی | خود نشان ندهد چنین شب را کسی | همچو شمع از سوختم تا بم نماند
بر جگر جز خون دل آبم نماند | روز و شب بسیار در تب بوده ام | من بروز خویش امشب بوده ام

بدان سر حد رسید نظم
گرچه خود را ذره دید اصحاب دید
چند شب واز قضا در خواب دید

گر محرم در رهش افتادی مقام
سجده میکردی بتی را بر دوام
چون بدیدآن خواب بیدار جهان

گفت در داود در ریغا کین زمان
یوسف توفیق در چاه اوفتاد
عقبهٔ دشوار در راه اوفتاد

می ندانم تا ازین چون جان برم
ترک جان گفتم اگر ایمان برم
و مقرر و معین ست که تمامی

سرگشتگان کوی طلب گرم روان بادیهٔ جد و تعب را این عقبه در راه است و همان

سجده گاه نظم
نیست یکتن در همه روی زمین
کو ندارد عقبهٔ در ره چنین

گر کند آن عقبه قطع آن جایگاه
راه روشن گردد ش تا پیشگاه
ور بماند در پس این عقبه باز

در عقوبت دشود بر وی دراز
آخر الامر آن عزیز اوستاد
با مریدان گفت کاری اوفتاد

می بباید رفت سوی روم زود
تا شود تعبیر این معلوم زود
چار صد مرد مرید معتبر

پیروی کردند با او در سفر
یشدند از کعبه تا اقصای روم
طوف میکردند سر تا پای روم

از قضا را بود عالی منظری
بر سر منظر نشسته دختری
دختر ترسای روحانی صفت

در ره روح اللهش صد معرفت
بر سپهر حسن در برج کمال
آفتابی بود اما بی زوال

آفتاب از رشک عکس روی او
زود تر از عاشقان در کوی او
هر که دل در زلف آن دلدار بست

از خیال زلف او زنار بست
وانکه جان بر لعل آن دلبر نهاد
پای در ره نانهاده سر نهاد

چون صبا از زلف او مشکین شدی
روم ازان هندو صفت پرچین شدی
هر دو چشمش فتنهٔ عشاق بود

هر دو ابرویش بخوبی طاق بود
ابروش بر ماه طاقی بسته بود
مردمی بر طاق او بنشسته بود

مردم چشمش چو کردی مردمی
صید کردی جان صد صد آدمی
روی او در زیر زلف تابدار

بود آتش پاره بس آبدار
لعل سیرابش جهانی تشنه داشت
نرگس مستش هزاران شیفته داشت

گفت را چون بر دهانش رهنبود
از دهانش هیچکس آگه نبود
چاه سیمین در زنخدان داشتی

همچو عیسی در سخن جان داشتی
صد هزاران دل چو یوسف غرق خون
او فتاده در چه او سرنگون

دختر ترسا چو مبرقع برگرفت
بند بند شیخ آتش در گرفت
گرچه شیخ آنجا نظر در پیش کرد

آنجیوان بگذارند پی آذر گیرند | بیکی دست می ساغر ایمان نوشند | بیکی دست دگر بر چم کافر گیرند

وشهادت آنحضرت در تاریخ ششصد و هژده بود مدفنش خوارزم است

مجلس بستم

پیر خرابات مغان شیخ صنعان بمقتضای انجام نمای موتوا قبل ان تموتوا یعنی بمیرید پیش از انکه بمقام فنا و موت اختیاری رسید و در غایت کمال بود و شیخ عطار اظهار

کمال او کرد چون نظم | شیخ صنعان پیر عهد خویش بود | در کمالش هرچه گوئی بیش بود

و از حظ نفس که در صفات وجودیست مانند قدرت و افتخار چون اجتناب ورزیده و در بیت الحرام ریاضات و مجاهدات گذرانیده نظم

شیخ بود اندر حرم پنجاه سال | با مریدی چار صد صاحب کمال | هم عمل هم علم با هم یار داشت

هم عیان هم کشف هم اسرار داشت | قرب پنجه حق بجای آورده بود | عمره عمری بود تا میکرده بود

خود صلوة و صوم بیحد داشت او | هیچ سنت را فرو نگذاشت او | موی می بشگافت مرد معنوی

در کرامات و مقامات قوی | هر که بیماری و سستی یافتی | از دم او تن درستی یافتی

خلق را فی الجمله در شادی و غم | پیشوائی بود در عالم علم | و چون حواس ظاهر کنفس

انسان را بشواغل و تفرقهٔ عالم مشغول میسازند دست از شغل خویش باز میدارند گاه میباشد که نفس متوجه خیال می شود و چون هریک از خیالات جزئیه انسانی نسبت بعالم مثال بمنزله جوئیست از دریای نفس ازان ممر اطلاع میباید دران عالم و عاشر میشود برامری که بآن موطن رسید هنوز در عالم شهادت ظاهر نشد بران منوال که در حال بیداری هرچه بدل درمی آید منجمله آنرا صورتی میپوشاند در هنگام خواب نیز هرچه محیطهٔ شعور نفس درمی آید آنرا بکسوتی می آراید و بطریق انعکاس در مرآة حس مشترک می نماید و نفس آنرا مشاهده مینماید چنانکه در بیداری بعینه و رویای مبشره که تعبیرش بعد از رویت وقوع میباید ازان قبیل میباشد و شیخ مذکور چون دران وادی افتاد

وقصهٔ آن مشهورست وچون علم ظاهر آنحضرت را بسیار بود زود زود دستر بکسی فرو نمی آورد
ودر بدو حال در تبریز که یکی بر شاگردان مجسنی السنه که سند عالی داشت کتاب شرح السنه را میخواند از باب فرح تربیتی
غریب یافت نسبی حضرت رسالت را صلی الله علیه وآله وسلم در واقعه دید استدعا کرد
از انجناب که مرا لقبی بخش ابو الجناب تشدید نون حواله شد چون بیدار شد در معنی آن
تفکر فرمود اجتناب از غیر حق استنباط کرد وبسبب آن واقعه در طلب اورا بسیار شد
وبخدمت شیخ اسمعیل مصری رسید ودست ارادت بدو داد روزی بخاطرش گذشت
که شیخ را علم باطن هست اما علم تو ظاهر از یاده است شیخ اورا طلب کرد وگفت ترا نزد
عمار یاسر میباید رفت دانست که بر ضمیر او اطلاع یافت ونزد عمار یاسر نیز همین بخاطرش
رسید شیخ فرمود که ترا مبصر میباید رفت نزد شیخ روزبهان که این هستی را سیلی از سر تو
بیرون برد چون بمصر رسید بخانقاه او در آمد درویشان او در مراقبه بودند کسی با او
نپرداخت از کسی پرسید که شیخ کدامست گفت شیخ در بیرون تجدید وضو مشغولست
چون بیرون رفت دید که بآب اندک وضو میسازد بخاطر گذرانید که شیخ اینقدر نمیداند
که بدین آب وضو نمیباید ساخت چون وضو تمام شد دست بروی او افشاند چون
آب بروی او رسید بخود دی اورا پیدا شد شیخ بخانقاه در آمد وبشکر وضو مشغول
شد وبعد از سلام اورا سیلی زد ونزد عمار یاسر فرستاد ومکتوبی نوشت که هر چند
مس داری میفرست تا زر میسازم ونزد تو می فرستم عمار یاسر اورا بعد از چند وقت
خدمت بخوارزم فرستاد در خوارزم مریدان آنحضرت بسیار شدند چون لشکر چنگیز
بخوارزم آمد آنحضرت نیز بجنگ مشغول شد ودر اثنای جنگ تیر باران کردند تیری
بر سینهٔ مبارکش خورد وپرچم کافری را گرفته بود که دوازده کس زور میکردند اورا
خلاص نمی توانستند ساخت حضرت مولوی ازان خبر میدهد آنجا که فرموده غزل

ما ازان محتشمانیم که ساغر گیرند	نه ازان مفلسگانیم که لاغر گیرند	ما ازان سوختگانیم که از غایت شوق



آنحضرت فرمود که چه خیال داری دیگ خون شیخ مجدالدین مگر بخون چون توئی از جوش
می نشیند تو دمن و تمام قلم روت در سر این خون شد بر زبان گذشتن همان بود و آمدن
چنگیز خان همان و جویهای خون روان کردن همان و آنحضرت نیز چنانکه ازان واقعه
خبر داده بود دران حادثه شهید شدند کنیت آنحضرت ابو الجنا بست و نام احمد و لقب
کبری از فیوق بود و ندگفت ازان کبری لقب کردند که در اول جوانی که تحصیل مشغول بود
باهر که مباحثه میکرد فائق می آمد طامت الکبری لقبش کردند و چون غلبه کرد بر و این لقب
طامه را گذاشتند و کبری گفت و در طریق ولایت میگویند صعوه را بازی میخواست بگیرد
در انحال بازگشت و باز را گرفت و بر خاطر شیخ سعد الدین حموی که یکی از مریدان او بود
خطور کرده بود که آیا درین امت کسی باشد که فیض او مثل اصحاب کهف در سگ اثر کند
شیخ بنور فراست دریافت بدر خانقاه رفت و منتظر بود سگی را بدان نظر مخصوص نظر کرد

عقل از ره تو حدیث افسانه برد | در کوی تو ره مردم دیوانه برد
هر لحظه چو من هزار دل سوخته را | سودای تو از کعبه به بتخانه برد
در راه طلب رسیده می باید | دامن ز جهان کشیده می باید
بینائی خویش را دوا کن ورنه | عالم همه اوست دیده می باید
عمری همگی قرب و لقا کرده طلب | پیدا و نهان از من و ما کرده طلب
کار از در دل گشاد هم آخر کار | او بین که کجا و ما کجا کرده طلب

امام فخر از انحضرت پرسید که بم عرفت ربک یعنی بچه چیز حق را شناختی فرمود بوارد ات ترد علی القلب تعجز النفس عن تکذیبها یعنی بوارداتیکه بدل فرود آید و نفس عاجز شود از انکه دروغ انکارد جمعی که ایشان را آنحضرت شیخ مجد الدین بغدادی حسد بسیار میبود دائم الاوقات در کمین می بودند که پیش سلطان محمد خوارزم شاه سخنی در گنجانند عاقبت شبی در مستی سلطان محمد را بر تبه منحرف ساختند که شیخ مجد الدین را فرمود تا به آب انداختند چنانکه قبل ازین مذکور شد چون از خواب مستی بیدار شد آن فعل شنیع بیادش آمد نائرهٔ آلام آتش پشیمانی اشتعال یافت و بدین تردد ترنم گشت

رباعی

نقدی که عیار دیده روشن بود | چشم بد روزگارش از من بر بود
فریاد که فریاد بجائی نرسید | افسوس که افسوس نمیدارد سود

از غایت انفعال تیغ و کفن در گردن باطشتی پر از زر سرخ بملازمت حضرت شیخ نجم الدین رفت و عرض کرد که بی اختیار از من این صورت صمت اصدار یافت اگر بدیت میگذرد اینک زر و اگر قصاص میفرمایند اینک سر و این رباعی خواند رباعی

سیمابی شد هوا و رنگاری دشت | ای دوست بیا و بگذر از هر چه بگذشت
گر میل وفا داری اینک دل و دین | ور رو بجفا داری اینک سر و طشت

سینهٔ او که از صناعت عشق عکس پذیر بود و چون جام جهان نمای همه چیز در وی مینمود بر غرفهٔ ایوان حسن افتاد و عکس دوم حاصل شد از انجا برق شوقش درخشان گردید برگشت و شیفته حضرت شیخ مجدالدین بغدادی گشت و چون معلوم کرد که میل خاطر او بشطرنج است ازان روی که اول تانیس و بعد ازان تشویق و آخر همه تحقیق است در عرصهٔ انس پیادهٔ راند تا اسپی زند شهمات شد و حضرت شیخ عراقی در کتاب ده فصل این حکایت آورده نظم

یکی از عاشقان جمال ترا — بود نجم اکابر کبری — آن معین شریعت احمد
آن قرین و دل گزین احد — بود بر چرخ انجم اخیار — آفتاب معانی و اسرار
بر بود از مقام آزادی — دل او حسن مجد بغدادی — بر بودش بتی چنان مقبل
ناگهان از مقام عالی دل — حسن زیباش خیل عشق آورد — صبر و آرام را بغارت برد
گفت یکره بر من آرید ش — همچو جانی سوی تن آرید ش — زو بپرسید تا چه دارد دست
وان چه باشد که دست و مائل اوست — در دلش چون ازو بپرسیدند — میل شطرنج باختن دیدند
خواست شطرنج و یار را بگزید — با حریف ظریف می بازید — چونکه مغلوب کرد خیلش را
هم‌گی جذب کرد میلش را — حب شطرنج از دلش بربود — بازی چند بس نکوش نمود
فرس و دولتش چو بازین شد — بیدق همتش بفرزین شد — دستها باز داشت زین دستان
پیل او کرد عزم هندستان

و آن طغیان عشق رسائل بسیار نوشته اند و اسرار عشق را به نثر و نظم باز نمود از انجمله بیست قسمست که متبنی ست بر بسی اسرار مبهم و عبارت پر سلاست محکم و رباعیات پر شور آبدار آتش بار از برای او بسیار گفته این چند رباعی از انجمله است باعیات

از شربت عشق تست دل مست شده — در پای فراق تست دل پست شده
از پای فتاده گیر و از دست شده — این نیست شده تن و دل هست شده
ایدل تو بدین مفلسی و رسوائی — انصاف بده که عشق را کی شائی
عشق آتش تیزست و ترا آب نه — خاکت بر سر که با دمی پیمائی



بحضرت شیخ نجم الدین رسانید از آتشکدهٔ سینه اش دود برآمد که بعرش رسید و از انجا برقی بدرخشید که عالم بسوخت روزی قوالی در مجلس شیخ مجد الدین این بیت را نخواند فرد

خوش یافته اند در ازل جامهٔ عشق	گر یک خط سبز بر کنارش بودی	شیخ محاسن خود را گرفت و تیغ
و دست بر گلو نهاد و گفت ع	گر یک خط سبز بر کنارش بودی	و همانا که بدین اشارت بشهادت

خود کرده باشد و بعد ازان این رباعی فرمود رباعی

یا غرق شدن یا گهری آوردن	کار تو مخاطرست خواهم کردن	در بحر محیط غوطه خواهیم زدن
		یا سرخ کنم روی ز تو یا گردن

در تاریخ هشتصد و هفت شهید شد و خاتون او از نیشاپور بود او را به نیشاپور نقل کرد و در سنه ثلث و ثلثین و ثمانمائه میگویند باسفراین بردند و الله اعلم

مجلس نوزدهم

حضرت شیخ نجم الدین کبری که آیهٔ بود از سورهٔ والنجم اذا هوی بلکه سورهٔ او مصحف فاذا جاءت الطامة الکبری غواص دریای محیط و محاط شاه بساط عرصهٔ انبساط گردید عکسی از آئینه

هنوز بشکل تغیر نکرده بوده درخوارزم وعظ میفرمود ومادر سلطان محمد خوارزم شاه عورتی
بود وبغایت صاحب جمال وارادتی تمام بشیخ مجدالدین داشته اکثر اوقات در
وعظ ایشان حاضر میبود وگاهی بزیارت ایشان میرفت مردم زبان طعن دراز کردند
وانواع سخنان ساخته بایکدیگر درخلوت وجلوت گفتند که ما را تفکر وتفحص حالات ایشان
معلوم ست فاما نمیتوان گفت فرد

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز	ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

اعتقاد مادر سلطان هر روز بیشتر میشد وارباب حسد را زبان دراز تر میگشت وآن کوتاه نظران
نمی دیده اند که آنحضرت دایم با نفس خود درین خطابست که قطعه

چشم آلوده نظر از رخ جانان دورست	بر رخ او نظر از آینهٔ پاک انداز
یارب آن زاهد خودبین که بجز عیب ندید	دود آهیش در آئینهٔ ادراک انداز

ودران اثنا آن حضرت را تعلق تمام بیکی از محبوبان سلطان نیز پیدا آمده بود در عشق
اورباعیات می فرموده اند ومی فرستاده اند واین چند رباعی از انجمله است

رباعیات

از شبنم عشق خاک آدم گل شد	صد فتنه وشور در جهان حاصل شد
سرنشتر عشق بر گ روح زدند	یک قطره فرو چکید ونامش دل شد
گر زنده همی بینم ای عشق پرست	تا ظن نبری که در تنم جانی هست
من زنده بعشقم نه بجان زیرا جان	اندر طلبت نهاده ام بر کف دست
از کفر سر زلف وکمی ایمان میریخت	وز نوش لبش چشمهٔ حیوان میریخت
چون کبک خرامنده بصد رعنائی	میرفت وز خاک قدمش جان میریخت

سلطان از عشقبازی ایشان چون واقف شده بود این واقعه علاوه آن شد
بسیار خاطرش برآشفت فرمود که شیخ را در دجله اندازند چون هاتف غیب خبر

روز شب کرده بود و شب بهار روز | داشت او دلبری فرشته نهاد | که رخش دیده را جلا میداد
اتفاقاً گذر سیفی دید | کان پری پای شیخ می مالید | رفت تا درگه اتابک سعد
تیز رو تر ز سیر برق از رعد | گفت ای پادشاه دین فریاد | پای خود شیخ دی به مرو داد
سعد زنگی ز اعتقاد که داشت | در حق شیخ افترا انگاشت | کرد روزی مگر عیادت شیخ
دید حالی که بود عادت شیخ | دلبری بود همچو مه بر سیر | چست در بر گرفته پای فقیر
چون اتابک بچشم خویش بدید | از حیا زیر لب همی خندید | بود نزدیک شیخ سوزنده
منقلی پر ز آتش آگنده | پایها از کنار آن مهوش | چست در زد به منقل آتش
گفت چشمم اگرچه حیرانست | پای را هر دو حال یکسانست | نظری کز سر صفا آید
به طبیعت کجا بیالاید | گرترا نیست با غمش کاری | دایما من مقیدم باری
نیست کاری به آنم و اینم | صنع پروردگار می بینم | در تاریخ نصف شهر محرم

سنه ستة وستمائة از عالم رفت و قبرش در شیراز است

مجلس شرد هم

نخست نشین اقلیم آزادی شیخ مجد الدین بغدادی از مریدان حضرت شیخ نجم الدین کبریست آنحضرت را مریدبسیار است اما چندی از ایشان یگانهٔ زمان بودند چون مشار الیه و شیخ سعد الدین حموی و شیخ سیف الدین باخرزی و با با کمال جندی و شیخ رضی الدین علی لالا و شیخ نجم الدین رازی و شیخ جمال الدین کیلی و شیخ مجد الدین در اصل از بغداد بود و در خوارزم بغداد ک موضعیست انجامی نشسته حضرت شیخ سعد الدین در رساله نوشته اند بخط خود که شیخ مجد الدین با آنکه در صغر سن بود آنچنانکه آئینه صاف داشت که آفتاب فیض حضرت شیخ نجم الدین کبری ست اول پرتو بران آئینه می انداخت و ازان آئینه عکس بدیگران می افتاد حضرت شیخ نجم الدین در سن هفده بملازمت شیخ نجم الدین رسیده اند و بغایت صاحب جمال بوده اند و چون به بیست و چهار رسیدند با آنکه محاسن داشته اند

وجد و حال عارض شد که بعضے برفتند در انحال روزی در بازار شیراز می گشتند جوانی بغایت صاحب جمال سبزی فروشی میکرد نعره میزد که عاشق تره شیخ را حالتی دست داده نعره زده اند و بیهوش شده اند و بعد ازان حلقهٔ عشق آنجوان در گوش کرده اند و بیخود شده اند آنحضرت از روے صورت و معنے واقع شده بود از روی صورت

مجلس شیخ روزبهان و جوان سبزی فروش



به سبب حسن باکمال آن جوان و از روی معنی از لفظ عاشق تره که این معنی استنباط کرده بود که عاشق شو تا به بینی میگویند روزی یکی از درویشان ایشان در مسجد جامع نزدیک سعد زنگی و شیخ صفی الدین زاهد واقع شده بود ایشان از روی انکار میگفتند آن درویش این سخن را در مجلس آنحضرت مذکور ساخت بزبان شیراز فرمود دیگیش و اروزه و نوارخش بکیش و اجرغ و بازخش مسکین دل روزبهان کش و اسوز و گدازخش کینوبت در شهر شیراز آنجوان بخدمت شیخ مشغول بود و پای آنحضرت را میمالید چنانکه شیخ عراقی میفرماید نظم

چون بایوان عاشقی پر شد	روز بود و زروز بهتر شد	سالها با جمال جان افروز

و در انحال رباعیات فرموده و این چند رباعی از انجمله است رباعیات

استیطر قلبی بک وقت السحر | ناجیت ضمیر خاطری یا قمری | یا راحة مهجتی و نور البصر
ای قد تو سندل نه بالا تو نه پست | وی چشم تو مخمور نه هشیار و نه مست | انی انا فیک و انت لی فی نظر
کس را چو تو محبوب مبادا و نه هست | بر مرکب عشق اگر سوار آید دل | فی الجمله چنانی که چنان میباید
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق | ور عشق نباشد بچه کار آید دل | بر جمله مراد کامگار آید دل
مومن شوی ار عارض یار مے بینی | در کفر میاویز و در ایمان منگر | کافر شوی از زلف نگارم بینی
بی روی تو ام خوش نبود گلزار | بی تو نظری نیست مرا در کاری | تا عزت یار و افتقارم بینی
پیدا و نهان روی تو بینم بار | بی تو نه بهشت بایدم نه رضوان | در باغ رضای چو تو زیبا یارے
با قهر تو دوزخست و ار رضوان | با لطف تو دوزخ همه روح و ریحان | فی کوثر و فی آب زلال حیوان
با نالهٔ نای و نغمهٔ چنگ خوشست | دلشاد بروی یار بی جنگ خوشست | در موسم گل باده گلرنگ خوشست
با ناله نای و نغمه چنگ خوشست | دشمن بغم و غصه دلتنگ خوشست

عمر آنحضرت شصت و سه سال بوده است و در روز عید الضحی سنه خمس و ستمائة از دنیا رفته و قبرش در بحر آباد ست و خلیفه دران تاریخ الناصر الدین الله بوده است و از خلفای عباسی

مجلس هفدهم

فارس میدان کل یوم هو فی شان شیخ روزبهان از کمل اولیاست مصنفات بسیار دارند چون تفسیر عرایس و شرح شطحیات عربی و فارسی در کتاب الانوار فی کشف الاسرار آورده که قوال باید که خوب روی بود که عارفان در مجمع سماع بسه چیز محتاج اند بروائح طیبه و روی خوب و آواز خوش و چون اویارا طهارت قلب بکمال رسیده و چشم از دیدن غیر حق پوشیده اند زبان نیداند و پنجاه سال در مسجد جامع شیراز بوعظ اشتغال داشتند دل که بشیراز در آمدند و میخواستند مجلس گویند شنیدند که زنی دختر خود را نصیحت میکرد که ای دختر حسن خود را با کسی اظهار نمیکردی شیخ گفت ای زن حسن بآن راضی نیست که تنها و منفرد باشد حسن و عشق در ازل عهدی بسته اند که از هم جدا نباشند اصحاب را از استماع آن چندان



ای حسب الصبا ان الحب بنکتم | مابین بنسجم منسه ومضطرم | یعنی آیا عاشق می پندارد که

دوستی یار خود را در میان اشک خونین از سحاب دیده باران ومیان برق از سینهٔ درخشان پنهان توان داشت آن امر لیست مشکل وخیالیست باطل از شیخ سعد الدین پرسید که لغوی صب یحتنست با عاشق چه نسبت دارد گفت این نسبت دارد که هم آب بر روی خود میریزد وهم آب روی خود را میریزد ودران گفتن ضبط خود نتوانست کرد قطرات اشک از مژه اش باران شد ودر ازش بروی افتاد میگویند که عین الزمان تا آن غایت از عشق شیخ سعد الدین وقوف نداشت چون استغنا لازم شیوهٔ معشوقست گاهی شیخ سعد الدین را در ملاقات انتظاری میفرمود وبالقصد وعدهٔ اختلاط میکرد وتخلف مینمود

جامی برای آن حال گفته شعر | وعدهٔ آمدن مده غصه بجز بس مرا | بر سر آن فزون مکن محنت انتظار هم

شعور بود بدانچه کسی بمعشوق او ماند یا در حسن با او مساوات دارد ناتمام بود در طلب سوخته نباشد خام بود شیخ الزام یافته و ازان تشبیه بیزار شد و عشق او به سبب آن سخن که از ولد از خود شنید یکی در هزار گشته این رباعی گفت و نزد یار خود فرستاد رباعی

در عشق ازان زمان که مرتد شده ام	بسیار ازان روز بخود بد شده ام
در مهر که گه گاه بخود می بودم	رحمی کنم این لحظه که بیخود شده ام

در تاریخ پانصد و هفتاد و شش از عالم رفته و قبرش در همدان است

مجلس شانزدهم

مشکوة مصباح مصطفوی و سنجل الارواح مرتضوی شیخ سعد الدین حموی نام آنحضرت محمد بن مؤید بن ابی نصر بن الحسین بن محمود الحمویست در علوم ظاهری و باطنی یگانه بود مصنفات بسیار دارد چون کتاب محبوب الاولیا و سنجل الارواح و غیر آن و در مصنفاتش سخنان رموز و کلمات مشکل و ارقام و اشکال و دوایر که نظر عقل و فکر از کشف و حل آن عاجز است بسیار است دیده بصیرت مادام که به نور کشف و الهام مفتح نشود ادراک آن متعذر است تا همای سعادت سایه بر سر قابلیت کسی نماند از دو دیدن سایه همسایه نشود و نوری بر و نخواهد تافت و خطی ازان نخواهد یافت رباعی

خورشید حقست و هر دو عالم سایه	آن سایه که نور باشد آنرا مایه
افتاد ز پای ما و او بر سر ما	ما غائب ازو و او بما همسایه

در تمام کلام او آن حقیقت خود بخود جلوه گرست و عالم ازین بی خبر رباعی

میدان یقین که هم بدو سیر ازوست	در کوی قدر شرم هم از و خیر ازوست
شور و شغب مسجد و میخانه ازو	آشوب مغان و فتنهٔ دیر ازوست

در محل تحصیل بر عین الزمان که هم از اشخاص شیخ نجم الدین کبریست عاشق بودند و عین الزمان قصیدهٔ برده را میخواند و شیخ سعد الدین می شنید چون بدین بیت رسید

ریش باباربین که نیمه نماند در تاریخ پانصد و پنجاه و چهار از عالم رفت و در اصفهان مدفون شد

مجلس پانزدهم

مرکز دایرهٔ احاطت و شمول حضرت شیخ شهاب الدین مقتول که مؤلف حکمت اشراق است
بر جوانی بغایت صاحب جمال از فرزندان حضرت شیخ شهاب الدین سهروردی عاشق
بود روزی کسی آهوئی از برای شیخ آورد او را بمرغزاری خرم برد و گذاشت و گفت که این آهو با ما رمن باشد

موضع شیخ شهاب



جفا باشد که با او جفا کنیم و این رباعی فرموده رباعی	
یا آهوی افتاده بدامت خوانم	سرو سهیا ماه تمامت خوانم
زین هر سه بگوی تا کدامت خوانم	گر رشک نخواهم که بنامت خوانم

چون این رباعی بمعشوق شیخ رسید و آن کیفیت را معلوم کرده بشیخ نوشت که از یگانگی
قدم در دوئی نهاده مرتد شدی زیرا که شبیهی از برای معشوق پیدا کرده و الله که اگر عاشق را

بزرنجرد شیخ را اشعار خوب بسیار ست روزی در طغیان دردمندی و نامرادی که در انحال دست داده بود این بیت گفته است شعر

چو دل ز دیده برنجست و من ز هر دو بدرد	نه عشق باد نه عاشق نه دیده باد نه دل

موضع اوحدی



چون زنان از ذوق و حالت مردان غافل اند و چنان واقع شده که بسیاری از ایشان منکر اولیا میباشند حرم حضرت شیخ اوحدی ازین قبیل بود در انوقت که شیخ مقیدان چندی بود و آن زن وحشت بسیار میکرد و پسر شیخ را داعیهٔ تأهل پیدا شده بود از شیخ از روی نصیحت و

مطلع	با پسر خود این حکایت همیگفت بنظم	
گفت با باز ناکن و زن نه	پسری با پدر بزاری گفت	گه مدو شو مرا بمسر و جفت
بهلد گو گرفت چو تو بسی	پند گیر از خلائق ازمن نه	در زنا گر بگیردت عسسی
از من و مادرت نگیری پند	زن بخواهی ترا رها نه کند	ور تو بگذاریش چها نکند
	چند دیدیم و نیز بینی چند	آن رها کن که نان و هیمه نماند

پسر پادشاه بیطاقت شد گریبان چاک کرد و در پای آنحضرت افتاد شیخ بمرتبه شفقت او شد
که دست دلش از کار رفت بلکه تمام از پا در کار رفت واز رباعیات که دران مجلس سماع برخواند

این چند رباعیست که نوشته میشود رباعی

هرچند نه درخورد توام میدانی		خون شده پرورد توام میدانی
ماتم زده درد توام میدانی		دل چون دل من غمزده نتواند بود
تاشربت عالم نشود خونابه		قوت من ماتم زده نتواند بود
در درد توام دسترس اندوه تو بس		در تنهائی که یار باید صد کس

دلسوخته عشق توام می بینی
صد واقعه بر هم زده نتواند بود
در عشق توام هر نفس اندوه تو بس
کس نیست مرا همچو کس اندوه تو بس

حالت شیخ بمرتبه در و تاثیر کرد که نام و ناموس را وداع نمود
و در سماع رفت جمعی از درویشان صاحب ذوق و شوق که نظاره حالت آن سرو سهی کردند
فی الحال قالب تهی کردند در تاریخ پانصد و سی و شش از عالم رفت در زمان خلافت المستنجد بالله

مجلس چهاردهم

مطلع جمال احدی شیخ اوحدی از مریدان حضرت شیخ اوحدالدین کرمانیست در آن زمان
هژده کس از اولیا در مجلس حضرت شیخ صدرالدین قنوی فصوص الحکم میخواندند مثل شیخ
عراقی و امیر حسینی و شیخ سعید فرغانی و شیخ اوحدی یکی ازان هژده است بر جوان حیدری
عاشق شده بود آنحال ترجیع فرمود رباعی در خرابات عاشقان گویست

طوق داران چشم آن ماهند		وندران خانه پری رویست
این ترجیع را میخواند چون بدینجا رسید که بند همین چیست ترجیع		روزی پسر حیدری در معرکه
فی طریق الهوی کمایاتی		من و آن دلبر خراباتی

دانشمندی در کنار معرکه بود جوان را پیش خود خواند پسر
حیدری را ملتفت آن شد که بجهت زر دانش مطلب معرکه را گذاشته و پیش دانشمند آمد حیدری را
گفت که فی طریق الهوی کمایاتی بضم قاف خواندی فی حرف جرست فی طریق الهوی
بکسر قاف خوان طالب علم دیوانه در پهلوی آن دانشمند بود روی به آسمان کرد و گفت
خدایا این را هم تو آفریده او حیدریست نحوی نیست که هر مهملی که تو از زیر و زبر گوئی او

رباعی

چشمی دارم همه پر از سورت و دوست
با دیده مرا خوشست چون دوست بدوست

از دیده و دوست فرق کردن نه نکوست
یا اوست درون دیده یا دیده از اوست

گفتم چشمم گفت شرابی کم گیر
گفتم جگرم گفت کبابی کم گیر

گفتم که دلم گفت که در کوچه عشق
صد خانه خراب است خرابی کم گیر

پسر پادشاه را هوس آن شد که بمجلس سماع آنحضرت حاضر شوند نواب عرض کردند که عادت او آنست که ذوق و حالی که او را در آنحالت پیدا می آید جامهٔ خود را و جامهٔ منظورے که در آنمجلس میباشد شق میکند و سینه بسینه او میرساند مصلحت نیست که شما به مجلس او روید فرمود که اگر مثل این صورتی از و ظاهر شود این خنجر بر سینهٔ او زنم چون در مجلس آنحضرت حاضر شد و حسنی بکمال داشت در دغدغهٔ آنحالت میبود چون اشراق ضمیری آنحضرت را بود از ضمیر او واقف شد در سماع این رباعی فرمودند و خواندند

رباعی

در پای مراد دوست بسیر بودن
سهلست مرا بر سر خنجر بودن

تو آمده که کافری را بکشی
غازی چو توئی روا ست کافر بودن



مستی با عصا کز بیخودی بر تخت نشست شرم و دهشت از میان برخاست و دل محفل تقاضای مواصلت بیار است و فرو نیامد من دران مباسطت مطالبت هیچ خوف و بد نبردیم و دست ردی از روی سلیمت او بر سینه نخوردم رباعی

گر دست تمام رفته اقبال دلم	ویدم ز کتاب عشق چون فال دلم
از بادهٔ مهر او کشیدم آخر	جام عجبی تا چه شود حال دلم

و در مدح او حضرت واقف سر مکتوم امیر مختوم فرموده باعی

در مذهب ما پیر خرابات امام	جز دیر و کلیسیا نسازیم مقام
رندی که از و مست بدی بادهٔ مدام	دانی که بود جام جم احمد جام

و زبان مرتبتش در بیان حقیقتش بدین ترانه مترنم گردیده غزل

کافری جز در میان هیچ زلف یار نیست	کبر کی جز در بر آن نرگس خونخوار نیست
تا مسلمانی بروی یار خود در باختیم	رد اسلامیم و اندر کافر ایمان یار نیست
راه وصلش چون روم چون نیست ننگ که پدید	حلقه بر در چون زنم چو در درون دیار نیست
تا درین دریای ژرف بیکران افتاده ایم	گر برون آریم جانرا جز فدای یار نیست
احمدا تا در نبازی جاه و مال و جان و تن	هرگز ز عشق بر نبندی بجز زنار نیست

در تاریخ سنه ست و ثلثین و خمسمائة از عالم رفت و روضهٔ مبارکش در جامست

مجلس سیزدهم

آئینه جمال من رآنی شیخ اوحدالدین کرمانی از کبار اولیاست از اقسام شعر و رباعیات اعلی بسیار دارند و از مثنوی رسالهٔ دارند که آنرا مصباح الارواح نام کرده اند کتابیست در غایت خوبی و نهایت مرغوبی مفتح آن کتاب بنیست نظم

چون غرهٔ صبح گشت غرا	شد طرهٔ آسمان معطرا
بگشود عروس صبح زیور	بربست فلک نقاب انور
آنحضرت تا آخر عمر هرگز بی نشاه	مرغ سحری تمام برچید	هر دانهٔ دُر که در صدف دید

عشق نبودند و اکثر اوقات سماع میزدند و چون شعلهٔ عشق سر بعیوق میکشید گریبان خود را چاک میکردند و سینه بر هنه میساخت تا فی الجمله تسکینی دست میداد و این رباعی از آنحضرت است

موضع شیخ احمد جام و پسر امیران



شعر فی جان سکری جان سکری لعینه | بهم تم لی کتمی الهوی مع شهرتی باعی

گر غم زدلم بمی نشویم چکنم | ور غصه کناره گر نجویم چه کنم | چون حال من از رقیب گردند نهان

پس شکر مصاحبان نگویم چکنم ✤ میگوید وقت آنست که شکر گویم آن عاشقان مجازی و متصارا
سر کوی پاکبازی را در حین مستی و هنگام می پرستی که به سبب ایشان ظاهر نشد تنهای من در پرده
استار ماند سرهای من با وجود آنکه چرخ کج رفتار دست بخت اختیار مرا در گمان برتافته بود
و عشق من شهرت و شیوعی تمام یافته و نه همین است که میخواهم از مردمان پنهان باشم

می خواهم که خود نیز در میان باشم نظم | خواهم که شود زبان ز ذکرش خاموش
از غیرت آنکه نشنود نامش گوش | تا نگذرد م خیال او در دل هم
ای کاش شوم مست و نیایم با هوش | هشیاری من را هزن جانم شد
چون مست شدم کفر من ایمانم شد | دشواری من ز با خود بیهایم بود
آیندم که ز خود برفتم آسانم شد | میگوید چو از جامات شرابات عشق مست

شدم و از توالی نشآت او از دست رفتم هشیاری از ولایت من رخت بربست و سلطان

ناگه بیک خروش بمنزل رسیدند | در بدو حال ساقی بزمگاه رندان در آشام

بود و بمنطوق یسقون فیها کاسا کان مزاجها زنجبیلا شراب زنجبیلی که موجب بقرار سیف میبود
و دران اثنا وارد پیش رسید و بر دا یقینی حاصل شد از جام عن الابرار یشربون من کاس
مزاجها کافور است گردید و از غایت مستی بسر غلطید و صراحی و جام بشکست و دریای
خم نشست در اول جامی بود و در آخر دریا آشامی اختیار نمود و بزبان حضرت مولوی گفت

بیت بحر بود پیاله ام کوه بود نواله ام | هر دو جهان چو لقمه ایست درین دهان من

رهانوقت تعلق آنحضرت بپسر امیر که حاکم نیشاپور بود واقع شد و او صاحب جمالی بود
بدگونه که شیخ نظامی تعریف نموده بیت

جهان افروز دلبندی چه دلبند

بخرمنها گل و خرمن ربا قند | خجل روی نرویش مشتری را | چنان کز رفتنش کبک دری را
لب و دندانش از عشق آفریده | لبش دندان و دندان لب بدیده | رخ از باغ سبک روحی نسیمی
دهان از غنچهٔ موهوم میمی | رخی چون تازه گلهای لاویز | گلاب او چو گلهای عرق ریز
کشاده طاق ابرو تا سر دوش | کشیده طوق غبغب تا بناگوش | و به سبب عشق آن جوان

بسی اسرار نهان او را در پردهٔ کتمان مانده بود و پرده نشین غیب بحکم این مطلع
شیخ عطار که بیت

ای روی در کشیده ببازار آمده | خلقی بدین طلسم گرفتار آمده

چهره بکسی نمی نمود که در غلط انداخته بود یاران خود را که بر سر کوی مستی بودند و بر سر
چار سوی خود پرستی با آنکه با شامیدن شراب سرور ایشان حاصل شد و سر او را سر دری
و دلشای دل او واقع شد در نظرش منظوری ندانستند که دل او والهٔ وحیران دیگر
وچشم او سرگردان زیبا منظر نظم

چشم طرفی و دل و جان مائل اوست | تا من بالم خانهٔ جان محفل اوست
در دیده چگونه جا دهم مردم را | چون نظر سر دو دیده سر منزل اوست

پرکن قدح باده و جانم بستان | مستم کن و از هر دو جهانم بستان
با کفر بر اسلام بدین ناچار است | خود را بنما ازین و آنم بستان

در کتاب لوایح آورده که من قتله فعلی دیته و من علی دیته فاما دیته غوری عظیم دارد در بیان نتوان آورد مصراع کسی سرش نمیداند زبان درکش زبان درکش ۞ بیشتر سبب هلاک عاشقان از کشف اسرار ربوبیت است زیرا که در عالم طریقت افشای سر الربوبیة کفر و کفر بعد از ایمان بغرت معشوق ارتداد بود و ارتداد موجب قتل من بدل دیته فاقتلوه شبلی گفت دوش در خلوت سرای عالم هویت آن جلوه بود در مقابلهٔ او بماندم تا شب دیگر بعضی اسرار در نظر آوردم چون شب درآمد توجه بجانب ذات کردم تا بر اسرار واقف شوم بجمال ذوالجلال مکاشف شدم نیاز عرضه داشتم گفتم بار خدایا بندهٔ بود از اهل توحید مکاشف به اسرار عشق و مقبول درگاه حکمت درین واقعه چه بود خطاب آمد یا دلف کوشف بسر من اسرارنا فاشها قل له ماتری یعنی ای مقرب درگاه مطلع شد حسین منصور بر سری از اسرار ما و افشا کرد و افتاد در افواه و فرود آمد بد و آنچه می بینی گفتم چون کشتی خونش هدر است فرمود یا دلف من قتله فانا دیته رباعی

گفتم که ز اسرار من آگاه مکن ۞ ۞
چون من کشتمت دم مزن و آه مکن
گفت افگنی ام چو کشته بر روی زمین
این حال دلم بکام بدخواه مکن

در تاریخ پانصد و سی و سه فوت شد و قبرش در نیست هدان

مجلس دوازدهم

مستجاب الدعوة حینا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام زندهٔ نیل احمد جام گرم روی غریب بود اگرچه خرقه از حضرت سلطان ابو سعید ابو الخیر گرفت و سلوک با مراد کرد و آنحضرت فرمود که علم دولت ما را بر بام خانه خماری زدیم فاما جذبه اش بر سلوک مقدم بود و این دو بیت از اشعار او نیز مشعر بدانست قطعه

غافل مشو که مرکب مردان مرد را | در سنگلاخ بادیه پیها بریده اند
نومید هم مباش که رندان باده نوش

از خنجر آبدار آتش بارت	تا چشم زدم خون دلم رنجه شد	گفتم جانم گفت برو دانش طلب
گفتم که تنم گفت که فرد انش طلب	گفتم که دلم گفت که در آتش عشق	پروانه چو اوبس ست آنجا ش طلب

در کتاب تمهیدات آورده اند که بعضی از سالکان این راه در مقام بیهوشی گمان برده اند که مساوی الطرفین شدند چون صفرا غالب بود زنار بستند و انا الحق گویان بر دار فنا برآمدند بعضی بشمشیر گذرانیدند و بعضی را سوختند و با این فقیر نیز همان آش در کاسه است

نظم

آیا تا کی باشد	چرخ بسی کرد ازینگونه کار	باز دگر تا چه کند روزگار
با تو همانرا سر پرخاش ست	بهر تو در کاسه همین آش ست	چرخ فلک را تو نگوئی کسی ست
کاسهٔ آلوده بخون بسی ست	هر که یک انگشت زخانش مکید	بس سر انگشت ز حسرت گزید
چشم طمع هر که درین جامه دوخت	شعلهٔ غم دامن عمرش بسوخت	کیست که خوردازمی گلگون درد
کان نشد از گریه همه خون برو	حلقه زنجیر مرصع نطاق	جمله نهادند چو کسری بطاق
بست درین جلوه گه بی سکون	در جگر لاله دل غنچه خون	بزمگه یار رخ آراستند
لحظهٔ از خواب گران خاستند	وه چو چراغ رخشان در گرفت	باد فناشان زمیان برگرفت
جام شراب طرب آن نوش کرد	کز همه یکباره فراموش کرد	زین طبق اوراغم نانیش نه
چون دگران سفرهٔ خوانیش نه	در ره دل باغم خود ساخته	وادی تحسین همه را باخته
مست می عشق زجامات عشق	پیر خرابات مقامات عشق	و کتاب تمهیدات ظاهر تمهید

مقدمه همان عشق بود دچه رساله ایست پر کار و دران حقائق و دقائق عشق بسیار مشتمل بر بسی رباعیات پرشور و شغب هریک ازان محرک سلسلهٔ درد و طلب و این چند رباعی از انجمله است

رباعی آتش زنم و بسوزم این مذهب و کیش	عشقت بنهم بجای مذهب در پیش
مقصود تو ئی مرا نه جانست و نه دل	تا کی دارم عشق نهان در دل خویش
ای برده دلم بغمزه جان نیز ببر	بردی دل و دین نام و نشان نیز ببر
گر هیچ اثر نماند از من بجهان	تا خیر روا مدار و آن نیز ببر

مروزی و رازی و رومی و گرد	خانهٔ خود باز زد بند هر یکے	اطلس کی باشد همتای برد

تاریخ تمامی حدیقه چنانچه خود به نظم آورده سنه خمس وعشرین وخمسمائة بود و فوت شدن آنحضرت درهمان وقت شد

مجلس یازدهم

مصباح الارواح مثل نورهٔ کمشکوة شیخ عین القضاة کرم روی غریب بوده در رسائل او شوری بسیارست وحقائق بحساب وشمار کمالات صوری ومعنوی آنحضرت از مصنفاتش ظاهرست چه عربی وچه فارسی آنقدر کشف حقائق ودقائق که او کرده از کم کسی واقع شده عاشق جوانی زرگر بود ولوائح را درمیان عشق آنجوان نوشته ودران کتاب نیز بجا عیات



غریب است واین چند رباعی از انجمله است رباعے

در کوی امید منزلی باید زیست	در کشتهٔ عشق حاصلی باید زیست	گفتی که بصبر کار تو نیک شود
با صبر تو باید که دلی باید زیست	تا با دل من عشق تو آمیخته شد	صد فتنه و آشوب برانگیخته شد

وغزمیت خوارزم فرمود این غزل را پیش از عزمیت خوارزم گفته بود ❊ غزل

تا خیال آن بت قصاب در چشم منست | زان سبب چشمم همیشه همچو رویش روشنست
تا بدیدم دامن پر خونش اکنون من زاشک | بر گریبان دارم انچه ماه را بر دامنست
جای دارد در دل پر خونم آن دلبر مقیم | جامه پر خون باشد آنکس را که در خون مسکنست
جان و آرامش جهانی را همی بخشد به لطف | گرچه کارش همچو گردون کشتن است و بستنست
گرچه باشد بانبائی چون گل رعنا دورو | در ثنای او سنائی ده زبان چون سوسنست

حکیم چون بخوارزم رسید حاکم آنجا اعزاز و اکرام نمود و پانصد گوسفند اعلی گذرانید و آنجوان نیز همین عدد گوسفند طلبیده بود چون گوسفند را مطلوب رسانید کفش خود را طلبید آنجوان همان روز اول کفش را گم کرده بود به قصد که به بیند که پروای آن دارد که امانت با او طلبید یا نه او خود پروای سر نداشت جمعی حاسدان با حکیم گفتند کسی کفش را که بغایت مختصر است نگاه ندارد دلی که صد برابر بحر و بر است چون نگاه خواهد داشت در جواب ایشان گفت رباعی

اندر عقب دکان قصاب کویست | وانجای بهر غرقه بخونش گریویست | از خون شدن دلی که می اندیشید
انجا که هزار خون ناحق بجویست | و در همان بیت الاخران که بود منزوی شد بعد از چند وقت

آئینه جمال پسری که پدرش کشتی بان بود و از جمله ملازمان سلطان بود عکس پذیر عشق حکیم میشد و کسی بران اطلاع نداشت روزی این رباعی را گفت و نزد او فرستاد رباعی

دل جای غم تو نیستی خون کنمی | در دیده توئی و گر نه جیحون کنمی | امید وصال تست ورنه جانرا
از تن بهزار حیله بیرون کنمی | حضرت مولانا چند جا مدح حکیم دارند و این غزل از انجمله است

گر آنجوان مرد و جان بجانان بسپرد نظم | گفت کسی خواجه سنائی ببرد | مرگ چنین خواجه نه کاریست خرد
خاک نبود او که بباد ی برفت | آب نبود او که به سرما فسرد | گنج زری بود درین خاکدان
کود و جهان را بجوی میشمرد | قالب خاکی سوی خاک افگند | جان خرد سوی سموات برد
جان دوم را که ندانند خلق | مغلطه گوئیم بجانان سپرد | در سفر افتند بهم یک دگر

آواز سنائی شنید گوش کشید معلوم کرد که دیوانه لای خورست بسر دریچهٔ گلخن آمد دید که
گلخن تاب قدری لای شراب از سبوی شکسته در سفالی میریزد لای خوار گفت بیا و بکوری
محمود ک غزنوی که او کار اسلام را بنظام رسانیده که این زمان میرود که کار کفر را سرانجام
کند بعد ازان گفت کاسهٔ دیگر بدار بکوری سنائیک شاعر که او را خدای بچه کار آفرید و او
چه کار میکند حکیم چون این سخن شنید او را حالت غریب دست داد آن عزیمت را فسخ کرد
و در کنج انزوا در بروی خلق در بسته و شیوهٔ اهل فقر پیش گرفته و بمرتبهٔ بلند و بمقامات ارجمند
رسید و در میان های آنحال شیفته پسر قصابی شد همواره منزوی و منقطع می بود و از اختلاط
و آمیزش با اهل دنیا اعراض مینمود و در تمام عمر کفشی داشته که در وزن به پنج من رسید و بوو
بسکه پاره دوزی کرده اند ته برته بروی هم دوخته چون در عشق آن جوان بیطاقتی بسیار
مینمود از روی امتحان که به بیند که در عشق صادقست یا کاذب آنجوان قصاب از حکیم گوسفند
طلبید حاکم خوارزم را اعتقاد تمام نسبت بحکیم ثابت بود مشارالیه کفش پنجمنی پیش آنجوان سپرد



گوسفند ساخته و شمار اشبان گردانیده که از گرسنگی و تشنگی و از ظلم و زیادتی بر ایشان و از
بار کردن ایشان از شما سوال خواهند کرد ما رسانیدیم خدا توفیق دهد ما را و شما را که از کار
و سم خویش غافل نشوید سلطان آنها را دور کرده و به اعزاز تمام حجة الاسلام را بجای خود
فرستاد حجة الاسلام خود امامت میفرمود امام محمد بجماعت حاضر نمی شد مردم زبان طعن
گشادند یک نوبت در صبح بجماعت حاضر شد و در میان فاتحه خواندن نماز را برید و در
بیرون مسجد نشسته انکار آن مردم زیاده شد بعد از فراغت از نماز از و کیفیت پرسیدند
فرمود که دران محل که امام فاتحه میخواند در ضمیرش گذشت که سر چاه نپوشیدی و گوساله را
نه بستی در چاه خواهد افتاد کسی که در نماز در فکر گوساله باشد اقتدا بد و چون توان کرد
نماز آنست که امیر المومنین علی کرم الله وجهه گذارده که پیکان از پای مبارکش بیرون
آورده اند در میان نماز او همچنان بیخبر بود شعر

بخدا خبر ندارم چه نماز می گذارم

که تمام شد رکوعی و امام شد فلانی

چون از امام محمد غزالی علیه الرحمة پرسیدند اعتراف نمودند
در تاریخ سنه اربع و عشر و خمسمائة از عالم رفت و در قزوین مدفون است

مجلس دهم

پرده دار کاخ الکبریا ردائی حکیم سنائی کنیت او ابو محمد مجد الدین بن آدم ست و او
با پدر شیخ رضی الدین علی لالا ابنای عم بوده اند از کبار شعراء طائفه صوفیه است سخنان
او را باستشهاد در مصنفات خود آورده اند و کتاب حدیقة الحقائق بر کمال او در شعر و
بیان اذواق و مواجید و شوق ارباب معرفت و توحید دلیل قاطع و برهانی ساطع است
و از مریدان خواجه یوسف همدانی بوده از حکمای آلهی ست در بدو حال طریق حکمت
بر نشار او غالب بود و بشاعری مشهور وقتی از اوقات سلطان محمود غزنوی را داعیه
غزائی شده بود بدان نیت از شهر بیرون رفت حکیم قصیدهٔ آنچنانکه قاعده بود بنام سلطان
گفت و سحر خواست که بحمام در آید و بعد ازان عزیمت اردو نماید چون به گلخن حمام رسید

شیخ در روی آن پری حیران | صوفیان جمله منفعل گشتند | همه بگذاشتند و بگذشتند
لیک مردی که بود غاشیه دار | شیخ را گفت بگذر و بگذار | دیدن صورت از تو لائق نیست
شرمت از اینهمه خلایق نیست | شیخ گفتش مگوی هیچ سخن | روی چون الحسن رحمت الاعین
گر نیفتادی بصورت کار | بودی جبرئیل غاشیه دار | عاشقانی که مست و مدهوشند
باده از جام عشق می نوشند | زاندرون غافلند بیرون بین | روی لیلی بچشم مجنون بین
اگرت هست قوت مردان | اینک اسپ و صلاح و این میدان | امام محمد غزالی که برادر مهتر اوست

با آنکه تبحری غریب بوده و نهصد و نود و نه رساله تصنیف فرموده در ایام سلطنت سلطان محمد ملک شاه فقها جمع شدند و بدو رسانیدند که غزالی امام اعظم را طعن کرده و او را حجة الاسلام میگویند و در اسلام هیچ عقیده نیست او را بلکه اعتقاد فلاسفه و ملاحده دارد و کفر و باطل و اسرار شرع را بهم آمیخته و خدا یرا نور حقیقی میگوید و این مذهب مجوس ست مزاج سلطان را برین سخنان بر و متغیر گرداند چنانکه قصد رنجانیدن او کرد و حجة الاسلام را طلب فرمود و او عذری آورد سلطان فرمود که چون بمشهد رضویه رویم او را آنجا دریابیم چون بمشهد رسیدند بعد از گفتگوی بسیار معارضان سلطان معین الملک را فرمود تا کس به طلب حجة الاسلام فرستند چون نزدیک تخت سلطان رسید سلطان برخاست و او را بر کنار تخت بنشاند بعد از خواندن قرآن فصلی مشتمل بر حقائق و موعظه بر سلطان خواند و در آخر فصل گفت که در زاویهٔ خمول نشسته بودم فخر الملک مرا گفت ترا به نیشاپور میباید رفت گفتم این روزگار سخن مرا احتمال نکند گفت پادشاهیست عادل و من در پیش او به نصرت تو بر خیزم امروز کار بجائی رسید که سخنان میشنوم که اگر در خواب دیدمی گفتمی اضغاث احلام ست اما آنچه بعلوم تعلق دارد اگر کسی را بدان اعتراض ست عجب نباشد که در رسائل من مشکلات بسیارست که فهم علما ظاهر بدان نرسد غالبا هر چه گفته ام از عمدهٔ آن بیرون می آیم این سهل ست شمارا باید که از عهدهٔ آنچه خدا بکرون شما کرده بیرون آئید که خلق مملکت بدین سعادت بدانند

مصنفات و تالیفات معتبر دارد و از کمل اولیاست منظور کیمیا اثرش آئینهٔ جمال سبع المثانی
عین القضاة همدانی و کتاب سوانح العشاق را در علیان عشق آنحضرت نوشته ؎

جمع کرده در و دقائق حسن | زرع کرده در و شقائق حسن | همه رمز و اشارت و تلویح
تا نموده در و مراد صریح | کرده بس معنی عزیز و غریب | جلوه در کسوت بدیع عجیب
عشق مطلق در و بیان کرده | وان بیان از سر عیان کرده | زاختلاف تعاقب بسیار
عشق را وصف کرده در اطوار

و رباعیات غریب مشتمل بر نهایت عشق دران کتاب درج فرموده

واین چند رباعی از انجمله است رباعیات

با عشق روان شد از عدم مرکب ما | روشن ز شراب وصل دائم شب ما
زان می که حرام نیست در مذهب ما | تا روز ابد خشک نیابد لب ما
دل کرد بسی نگاه در دفتر عشق | جز روی خوشت ندید در خور عشق
چند انکه رخت حسن نهد بر سر حسن | بیچاره دلم عشق نهد بر سر عشق
هر روز بماند دلم شادتری | در جور و جفا نمودن استادتری
چند انکه بعاشقی ترا بنده ترم | از کار من ای نگار آزادتری
شمعی ست رخ خوب تو پروانه منم | با عشق تو خویش و ز تو بیگانه منم
هر زلف تو سلسله است و دیوانه منم | هر لعل شراب ناب پیمانه منم
و نوبتی دیگر بر جوانی مهر منظر ماه پیکر

مفتون گشته بود در عشق آن لیلی وشش مجنون شده چنانکه شیخ عراقی بنظم آورده مثنوی

شیخ اسلام امام غزالی | آن صفا بخش حالی و قالی | واله حسن خوبرویان بود
در ره عشق دوست جویان بود | بود چشم صفای آن عاشق | بر نگارین رخان چنان عاشق
که همی شد سواره اندر ری | وز مریدان زحد فزون پری | دلبری دید همچو بدر تمام
که برون آمد از درحمام | کرده از لطف حسن ربانی | آب حسنش جهان نورانی
شیخ را چشم چون بر او افتاد | صورت دوست دید باز استاد | شده مردم به شیخ در نگران

بر قلب حضرت مصطفیٰ انده حضرت خواجه عبد الله انصاری صاحب جمعیت ست چنانکه از کلام با اکرامش معلوم میشود آنجا که فرمود که آنچه منصور گفت من گفتم او آشکار و من نهفتم

حافظ نظر بهمین معنی گفته بیت	ایدل طریق رندی از محتسب بیاموز	مست ست و در حق او کس این گمان ندارد

ولادت آنحضرت در تاریخ سنه خمس و تسعین و ثلثمائة بود و در انسال یمین الدوله سلطان محمود سبکتگین بهندوستان رفت و در سال دیگرش ملتان را فتح کرد و لشکر خان بخراسان درآمد و مدت حیات حضرت خواجه هشتاد و سه سال بود و در سنه احدی و ثمانین و اربعمائة که حروف آن فات باشد از عالم رفته

مجلس نهم

عارف سرحالی امام احمد غزالی	نظم شیخ کامل امام ربانی	کرده در عهد خویش سلطانی
جان او معدن محبت و شوق	دل او منبع معارف و ذوق	از اصحاب شیخ ابو نصر نساج ست



زیر قلم من بگذشتی مرا حفظ شدی چنانکه سی صد هزار حدیث با هزار هزار اسناد مرا بزد که بود و انچه من کشیدم در طلب احادیث حضرت رسالت پناهی صلی الله علیه و آله وسلم هرگز کسی نکشید بود م ازماه تا بماهی سیل عشق طغیان کرد و خانهٔ علم مرا ویران ساخت آتش اول که از سنگ و آهن عشق و درد به سبب دیدن جمالش برافروخته در دل سوخته آویخت و آتش دوم که کوه کوه از آسمان استغنا و اقتدار بحکم لمن الملک الیوم لله الواحد القهار بر سر ریخت در نیستان وجود افتاد و خاکستر بود و نبود مرا بباد داد دل ازان صدمات سطوات صاعقه بیهوش شد و آنچه بید است بیکبار فراموش گشت مصاحبان بنیاد ملامت گردند نصیحت را به نصیحت رسانیدند هریک از ایشان آستین اعراض برمی افشاند و این

غزل میخواند غزل

ای ملامت کنان بی حاصل		سعی کمتر کنید در باطل
شد پری واله و ملک واصل		دل دیوانه در سر زلفش
از خیالش چو شاکرم کونیز		نیست از حال عاشقان غافل
گر گزاری کنی بدان منزل		حال بیچارگان بادیه را
گوی در آرزویت انصاری		جان همی داد و حسرت اندر دل

در اول حال بحکم ارنی انظر الیک معشوق را برای خود می طلبید و از فضای خلای حقیقی لن ترانی می شنید و در او اسط کار خود را برای او میخواست چیزی در معشوقی می افزود و از عاشقی میکاست در آخر کار که محو بعد از صحو بود و آخر هستی بر لوح وجود نماند از معشوق و عاشق اثری نه در کشور نیستی و نه در خطهٔ هستی و در مدح اوست رباعی

تا پیر هرات از اولیا پس رانست

در قرب نوافل که انا الحق شد گفت		در قرب فرائض انا عبد الله است

و بحکم حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بعضی در مقام تنزیه و بعضی در مقام تشبیه و بعضی جامع در میان تشبیه و تنزیه اند آنها که در مرتبه تنزیه صرف اند بر قلب عیسی اند و آنها که در وادی تشبیه محض اند بر قلب موسی و جمعی که متفق الاطراف و جامع الاضداد اند

آستان تو سجده گاه منست | زین سخنها خلاصه دانی چیست | آنکه دور از تو می نیارم زیست
اگر ای آرزوی جان که توئی | بنمائی مرا چنان که تو ئی | شوم از قید جسم و جان فارغ
بتو مشغول و ز جهان فارغ | هر نفس چشم شوخت از پی ناز | شیوهٔ حسن میکند آغاز
لبت آب حیات جان منست | قوت دل قوت روان منست | مشکن دل چنانکه عادت تست
که دلم مخزن محبت تست

در آخر حال که برق عشق بدرخشید و بحکم نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئدة بدل رسید چراغ دلش ازان صاعقه برافروخت و سرتاپای ظاهر و باطنش بسوخت چنانکه در مثنوی آمده مولوی

هرچه جز معشوق باقی جمله سوخت | عشق آن شعله است کز جان برفروخت
تو ببین زان پس که بعد از لا چه ماند | تیغ لا در قتل غیر حق براند
شاد باش ای عشق عالم شعله رفت | ماند الا الله باقی جمله رفت
چون در ورطهٔ هلاک افتاد مضمون این

چند بیت عراقی را بدو فرستاد نظم

تا غمت با من آشنائی کرد | دلم از جان و تن جدائی کرد
تا غم تو قبول کرد مرا | هستی من ملول کرد مرا | در سماع تو ام چو حال گرفت
از وجود خودم ملال گرفت | آیت عشق تو چو بر خواندم | مایهٔ جان و دل برافشاندم
اگر ای آفتاب جان افروز | شب ما از رخ تو گرد دروز | اندران بس بود ز روی تو تاب
گود گر آفتاب و ماه متاب

گفت مرا هفتاد هزار بیت از اشعار عرب یاد بود و صد هزار نیز میتوان گفت از اشعار متقدمان و متاخران که هر یک دری بود ناسفته بامداد بیگاه بقرآن خواندن مشغول مینمودیم و چاشت به درس گفتن و شش ورق کتابت می کردم و یاد میگرفتم و بعد ازان مشق میکردم اوقات خود را توضیع کرده بودم چنانکه یک لحظه بیکار نبودم و از روزگار من هیچ بسر نیامدی بلکه هنوز در بالیستی و بیشتر روز بودی که تا نماز خفتن بر نهار بودمی و شب در چراغ حدیث نوشتمی فراغت ندانستمی مادر من درمیان کتابت کردن نان می شکستی و در دهان من مینهادی و مرا حضرت حق حفظی داده بود که هر چیز که

وله الخط غزال رشق القلب سهامه | فاما از همه کس مخفی میداشته اند وعشق را
پنهان می توان داشت می پنداشتند در اول حال که هنوز با خیالش بسر میتوانست برد



و دندان خاموشی برلب میتوانست فشرد و در باغ وصال گاهیش با صبا و شمال این
ماجرا میبود و بزبان عراقی از روی اخلاص این استدعا می نمود مثنوی

مرحبا مرحبا نسیم صبا | خبر از دوست چیست باز نما | حال ما بین درین پریشانی
باز گو تا از و چه میدانی | دوری از ما هنوز می جوید | یا خود از ما سخن نمیگوید
دل بدردش چنان بود خوشحال | که نداند فراق راز وصال | گرچه او خود نمی برد نامم
تا برفت او برفت آرامم | بزمین نه روان دران کورو | ماه بی مهر و بی وفا را گو
دیده کو طالب جمال تو شد | باعثش قوت خیال تو شد | تا که خاک درت پناه منست

می آورد و ازان خبر میدهد که در قضای معلق از روی احتیاط در وقتی خود دعا کرده

هر آینه مستجاب شده نظم

شیخ مهنه آنکه ز ارباب شهود
در طریق حق کس از وی مه نبود
خشک سالی در نشاپور او فتاد
خشک سالی کز چنان هرگز مباد
سینها دید از عطش سوزان شده
آتش از ابر قضا باران شده
قطع کرده جمله طفلان نبات
رشتهٔ امید واری از حیات
مردم شهر از صغار و از کبار
مضطرب گردیده و در اضطرار
نزد آنحضرت شدند افغان کنان
شیخ از روی تضرع در زمان
گوشهٔ تاج غنا را بر شکست
سر بر هنه بر سر منبر نشست
در تلاطم تا فتد بحر غنا
پس بر آورد از کرم دست دعا
گفت یارب مایهٔ احسان فرست
از کرم این درد را درمان فرست
بهر این لب تشنه طفلان از کرم
شیر باران را روان کن دمبدم
در سماع دل چو فتح الباب شد
از دعای شیخ آتش آب شد
گشت از دود درون شیخ و شاب
همچو باران ابر در چشم سحاب
گریه میکرد ابر و میخندید دشت
دوزخی شد از قضا همچون بهشت
و بعضی دیگر عاشقان درگاه

وسوختهٔ راه اند که بمحیط کشیده اند از محاط و ایشان را نه پروای استعجال ست و نه پروای احتیاط و صاحب مثنوی از انمقام خبر داده است بیت + قوم دیگر می شناسم ز اولیا
که زبان شان بسته باشد از دعا + و حضرت ایوب پیغامبر علیه السلام در نیمقام بوده و صاحب این دعا که الهی منت رهی اگر دهی و اگر نه دهی هم از انجا خبر داده در محلی که به تحصیل علوم مشغول بودند تعلق غریب داشتند بجوان ابو احمد نام وجهت او اشعار بسیار

دارند و این مطلع از انجمله است شعر

لابی احمد وجه قمر اللیل غلامه

هرکه در آخر نه جبر گبر یعنی هرکه در اول حال در طاعات و عبادات اشتغال نمود خود را
مجبور و بی اختیار گرداند در شمار گبر است و هرکه در آخر بعد از انکه از همه کار فارغ گشته باشد
خود را بی اختیار نسازد و فانی نشود هم در مقام گبر بیست روزی دو کس از اولیا که
با آنحضرت مصاحب بودند گفتند که بیخواهیم که چند روز در مقام توکل بسر بریم باتفاق
گفتند وطشت و آفتابه رفتند چهار روز نشستند و درخواست را بستند مطلقاً از هیچ جا
طعامی نرسید گفتند وقت طلب هست اول آنکس را که مرتبهٔ اولست بود فرمودند دعا
کن گفت خدایا منت رهی چرا ندهی آن دیگری گفت آلهی منت رهی وقت نشد که دهی
چون نوبت دعای مقرب باری شد گفت آلهی منت رهی اگر دهی و گر ندهی ناگاه انجوان
که محبوب آنحضرت بود رسید آنچه مطلوب بود رسانید و چون کیفیت شنید معانی سوالات
را پرسید فرمود که این سه دعا مبتنی بران مسئله است که فرموده اند اهل عالم سه طائفه اند
بعضی استعجالی اند و بعضی احتیاطی و بعضی منزه از هر دو که جمعی استعجالی اند دایم از حضرت
حق چیزی می طلبند و به افلاک و انجم در جنگند که چرا من بزحمت میگذرانم و دیگران بعیش
و راحت و من محتاج و بی زور و زر و دیگران قادر باستحصال مراد و تو انگر و غافل از انکه
آنچه می طلبند از ممتنعات و از محالات ست و این فیض در خور استعداد ایشان نبوده و
اهل عالم اکثر درین مقام اند و آنکه دعای او چنین بود که آلهی منت رهی چرا ندهی ازین
زمره است و چون این فرقه چندان منزلتی ندارد در قرآن مجید آنجا که فرموده فاستعینوا
بالصبر و الصلوٰة و انها لکبیرة الا علی الخاشعین نام ایشان برده و التفات بدیشان نموده
و بعضی دیگر احتیاطی اند ملاحظه میکنند که این چیزکه خواهند طلبید ممکن ست یا ممتنع اگر
دانستند که ممکن ست احتیاط می کنند که وقت طلب هست یا نیست اگر وقت طلب است
می طلبند و اگر نیست نمی طلبند و اینها اولیا اند انکه دعای او اینچنین بود که منت رهی
وقت نشد که دهی ازین طایفه است و این حکایت که فنائی در شرح ابیات مثنوی مولوی معنوی

مجلس هشتم

مقرب بارگاه حضرت الکبریا ردائی العظمة ازاری خواجه عبد الله انصاری لقب و کنیت و اسم و نسب آنحضرت شیخ الاسلام ابو اسمعیل عبد الله بن ابی منصور الانصاری بود پسر ایوب الانصاری بود که صاحب رحل رسولست در انوقت که بمدینه هجرت فرمودند ازانکه جامع علوم ظاهری و باطنی بوده در اثنای تحصیل علم ظاهر بخدمت بی بی نازنین که خواهر کلان تر برادر او بود میرفت و دستار بزرگ می بست بی بی نازنین گفت که از الوان عبد الله بتنگم چون این خبر را شنید تخفیفه بسته بمنزل مشار الیها فرستاد و همراه جوانی را که منظور او بوده برده بی بی نازنین پرسید که این چه کس ست گفت شاگرد منست گفت شاگرد عبارت از چیست فرمود شاگرد کسی ست که پیش کسی هنری یاد میگیرد و این شخص از علوم ظاهری پیش من میخواند بی بی نازنین گفت وقتی که علم ظاهر را آموختن استادی ضرور بست علم باطن خود بطریق اولی خواجه پرسید که پس چه توان کرد گفت امروز از شرق و مغرب عالم مثل ابو الحسن خرقانی نیست ترا بخدمت او میباید رسید بنابران فی الحال متوجه خرقان شد بکدام زبان شرح توان کرد که دران بیابان در فرقت آن جوان چه کشید چون بصحبت شیخ ابو الحسن خرقانی رسید و رسید به انچه رسیده و دیده انچه دیده فرموده که عبد الله مردی بود بیابانی در طلب آب زندگانی ناگاه رسید به ابو الحسن خرقانی چندان کشید آب زندگانی که نه عبد الله ماند نه خرقانی فرمود که چون بخدمت او رسیدم از صباح تا پیشین اقتباس نور از مشکوة جمعیت او نمودم اگر تا شب از صحبت برداشتی امر منعکس گشتی و او از من فیض گرفتی مصنفات بسیار دارند از انجمله تفسیر قرانست بزبان درویشان و تمنی در غایت اشکال بمنازل السایرین که در جزالت الفاظ و رعایت معانی خزانه ایست پر از جواهر اسرار و اکثر عبارات ایشان ازین قبیل است که مسائل کلیه را بطریق رمز و اشارت و راندک عبارتی درج فرمود مثل این که هر که در اول جبر گیرد

که کلانتر شهر بود و مولانا عبد السلام مفتی بغایت منکر بوده اند آنحضرت را نوبتی آنحضرت
بنیشاپور رسید در بیرون دروازه احمد آباد فرموده اند که محفه را نگاه دارند و حسن مؤذن
را نزد قاضی صاعد فرستاده اند که از قاضی پرسید که آنحضرت کجا فرود آیند چون
برحسب فرموده از قاضی پرسید قاضی گفت کافران و ملحدان کجا فرود خواهند آمد
غیر محلهٔ ترسایان چون آنحضرت را اشراق ضمیری بود از ایشان مخفی نماند بهمان عبارت
بعرض رسانیده فرموده اند که امتثال امر بزرگان چیست در محلهٔ ترسایان فرود آمده اند
و آن شب مجلسی پرحال داشته اند و چندکرت تا سماع زده اند ذوق و حالت ایشان
در ترسایان تاثیری غریب کرد بمرتبه که در آنشب هفتاد و دو کس مسلمان شدند این سبب کس
راتق و فاتق مهمات نیشاپور ایشان بوده اند تذکره نوشته اند و نزد حضرت سلطان محمود
غزنوی فرستاد مشتمل بر کفر و الحاد و حضرت شیخ صریح ساخته که اگر سلطان اورا بقتل آورد
گناهش در گردن ما و ثوابش از ان سلطان نشان موافق مدعای ایشان نوشته اند
که اگر در قیامت از عهدهٔ خون او بیرون می آیند رخصت دادیم که اورا بقتل آورید
اینصورت را فوزی عظیم دانسته اند و اتفاق کرده اند که صباح شنبه آنحضرت را بامریدان
و آن جوان بردار کشند و آن معنی از روی کشف و الهام شد مافی الضمیر ایشان را حضرت
شیخ بدیشان نمود و همی بران مردم طاری شد و ازان فعل عهد کرده گذشتند در انوقت
که این حکم از سلطان واقع شد دیوانهٔ لای خوار بدر خانه سلطان رفت و گفت
که محمود را هیچ ننگ و عار نمی آید که ریسمان در گردن خود کرده و بدست قاضیک نیشاپور
داده که در گردن سلطان ابوسعید ابوالخیر کن و اورا بردار کش ببینم که چونش
خواهد کشت چون این سخن بسلطان رسید نشان تبغیض نوشت بصحوب نواحی فرستاد
و عهد کرد که دیگر مثل آن حکم نکند که در عالم اهل حسد و غرض بسیارانند و در تاریخ سنه
اربعین و اربعمائة فوت شد و مدفن آنحضرت مهنه است و مدت عمر شریفش هشتاد و سه سال بود

موضع شیخ ابوسعید



نمی فرموده اند الحاح او از حد متجاوز شده فرمود که مادام که شانه در روی تو بند نشود
تو در منزل درویشان راه نداری و از شرط محبت نیست که روا داریم که ترا که بسبب درویشان
سخنی باید شنید و طعنی باید کشید آن جوان از بازار شانه نوی خرید و چنان در روی خود خلانید
که در پوست و گوشت روی او بند شد حضرت شیخ را بسبب مشاهدهٔ این صورت از انجوان
رقت بسیار طاری شد و او را قبول نموده اند آن جوان را مال و جهات بسیار بود تمام را
بحضرت شیخ گذرانید و چند بنده داشت آزاد کرد و بر خط آزادی آنجماعت استدعا نمود
که حضرت شیخ اسم مبارک خود نویسند آنحضرت این رباعی فرموده اند ❊ رباعی ❊

گر زانکه هزار کعبه آباد کنی	بهتر که هزار بنده آزاد کنی
بزان نبود که خاطری شاد کنی	گر بنده کنی ز لطف آزادی را

قاضی نیشاپور که او را صاعد نام بود و خواجه ابو اسحق محدث

وخدمت آنحضرت میکرد و آنحضرت بسیار شفیقانه او بوده اند آن جوان در بیرون خلوت ایشان می بود و ابریق آبی که وضو سازند مهیا میداشت شبی در خواب خوش بود جمعی از حاسدان تبه روزگار آمدند و سر آنجوان را بریدند و بر سینهٔ او نهادند چون صبح کاذب شد آنجوان ابریق آب حاضر کرد آنحضرت از بارگاه متوجه درگاه بودند میخواستند که بگزارند نوافل اشتغال نمایند تا دمیدن صبح صادق نعره زدند جواب نیامد در خلوت باز کردند دیدند که چنان حالی طاری شده مطلقاً اظهار نفرموده اند و کسی از ایشان فهم نکرده و در همان روز حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رسیدند و جمع درویشان ایشان بقوالی اشتغال نمودند و سماع زدند در میان سماع آن حال بر حضرت سلطان ابوسعید منکشف شد اظهار فرمودند و رسم تعزیه از روی فقر بجای آوردند حضرت شیخ ابوالحسن فرمود که اینچنین ریشی را آنچنان مرهمی میبایست و اینچنین عیدی را آنچنان قربانی می شایست در تاریخ سنه خمس و عشرین و اربعمائة از عالم رفته اند و قبر ایشان در خرقانست

مجلس هفتم

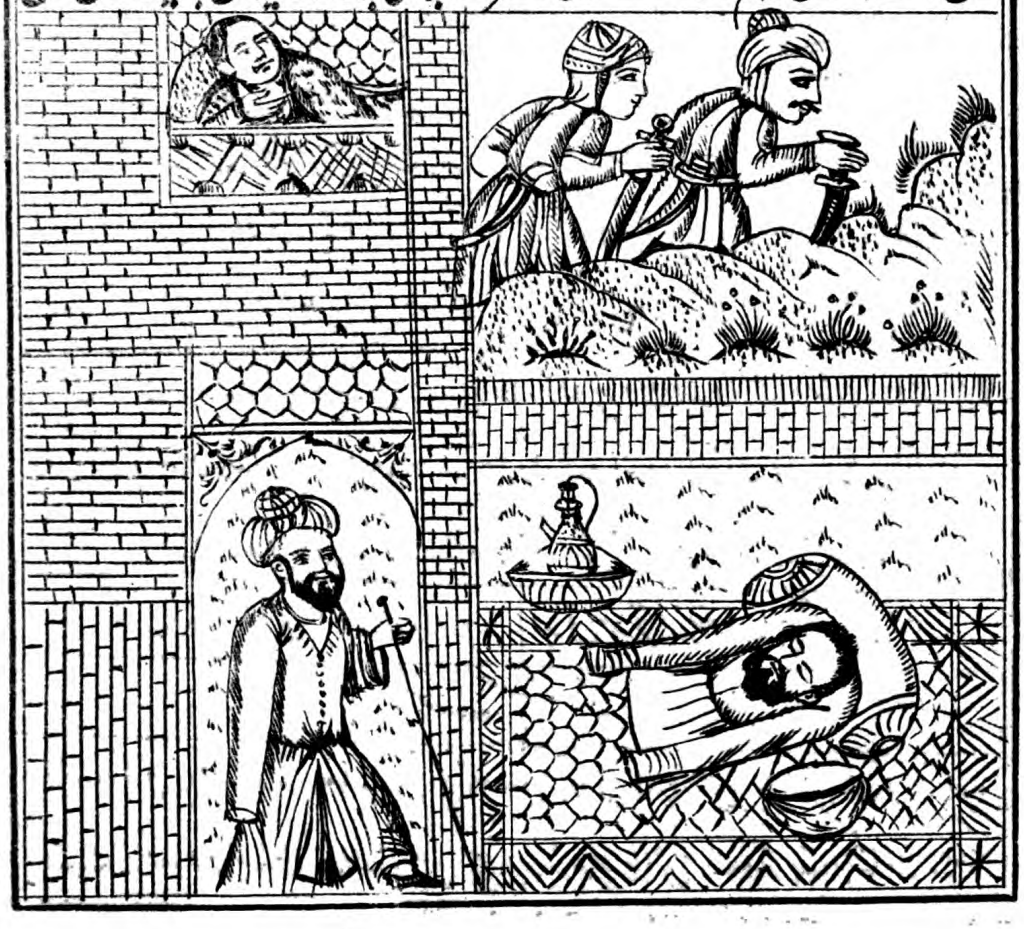
راکب براق برق سیر سلطان ابوسعید ابوالخیر بسیار بزرگ بوده اند و ریاضات و مجاهدات در دشت خاوران کشیده اند و در ان پایان رباعیات بسیار فرموده این

رباعی از انجمله است رباعی

اندر همه دشت خاوران سنگی نیست
کز خون دل و دیده بر و رنگی نیست
در هیچ زمین و هیچ فرسنگی نیست
کز دست غمت نشسته دلتنگی نیست

در شهر نیشاپور از مردم اصیل آنجا جوانی بغایت مشکل و بسیار خوش فهم منظور نظر آنحضرت گشته کمند عشق آنحضرت در گردن افتاده و انجذابی تمام او را حاصل شده آمده و سر را بر آستان نهاده و استدعا نموده که در سلک سایر بندگان انخراط یابد قبول

از روحانیت شیخ بویزیدست و ولادت مشارالیه بعد از وفات شیخ ابویزید بمدتیست بغایت بزرگ
بوده اند و شیونات حالات و تنوعات اطوار ایشان بسیارست روزی حضرت سلطان محمود
از غزنی بملازمت آنحضرت رفت مطلقاً به سلطان التفات ننمود و ابهت و حشمت او را در نظر
نیاورد از انروز که تسلط لازم نشار پادشاهی ست و کبریا سرمایهٔ دکان صاحب جاهی غضب بر سلطان
مستولی شد از روی قهر گفت چونست که شما بقرآن عمل نمیکنید فرمود که چون سلطان گفت
که حضرت حق فرمود اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولوالامر منکم و من از او اولوالامرم شما از واجبست
اطاعت من شیخ در جواب فرمود که من در اطیعوا الله چنان غرقم که به اطیعوا الرسول نمیرسم تا باولوالامر
چه رسد بعد از صحبت سلطان را تعظیم کردند و برخاستند سلطان از انحال نیز استفسار کرد چون در وقت
درآمدن برنخاسته بودند فرمود که درین صحبت کلمه چند از عالم فقر فرو آمد و در خاطر سلطان نشست
من حرمت آنسخنان داشتم نه حرمت سلطان آنحضرت اجوانی بود از نزدیکان بغایت خوش شکل



اراک بهالی نظرة الملقب | میگوید چنانکه در وقت وداع یاران مردمان بغایت نگران
بیباشند و میروند و بصد حسرت بپس مینگرند من سوخته دیده از غیرت دوخته را آنحالست

موضع منصور حلاج



و در سر همان خیال و اگر مرا چندان بگذاری که برداشتند بپس نگرم و ترا یکبار دیگر نه بینم
توانی و بعد ازان اگر خود بقتل آئی و اگر دیگری تو دانی که دیدن و ز آخر یاران اوراه مسافرانست

بیت بصد حسرت چو من از کوی آن پیمان شکن رفتم | بمان ای دل تو باری بر سر کویش که من رفتم

چون جوان دید که حال او به آن رسید به نظارهٔ او بیرون آمد و از غم او هزار بار در خاک و
خون گردید بیست و چهارم شهر ذیقعده سنه تسع و ثلث و مائه او را کشتند و سوختند و خاکسترش
بباد دادند و همان حالش میدیدند و از خاکسترش همان میشنیدند بیت

تن بسوز دا گرای شمع ور و د گر سرما | برق مهر تو زند شعله بخاکستر ما

مجلس ششم

عارف ربانی واقف اسرار نهانی شیخ ابو الحسن خرقانی نام او علی بن جعفر است و انتساب
آنحضرت در تصوف بسلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی ست و تربیت ایشان در سلوک

برجوشید انا الحق زنان درجوشید چون خلق در کار او متحیر شدند منکر بسیار و مقر بیشمار پدید آمدند زبان دراز کردند و سخن او را بخلیفه رسانیدند و جمله بر قتل او اتفاق کردند گفتند بگوی انا الحق بگوی هو الحق گفت بلی همه اوست فاما شما میگوئید او گم شده است قطره گشته تا پیدا و بحال خود است ریا لصاحب گلشن

انائیت بود حق را سزاوار	که هو غیب ست و غائب وهم و پندار

تا آنکه خلیفه را با او متغیر گردانیدند و بعلی عیسی که وزیر بود سخنان رسانیدند در سلاسل و اغلالش مقید ساختند و در زندان انداختند مدت یکسال مردم با او در زندان می بودند و از وی معانی اخذ می نمودند و بعد ازان خلق را از تردد بدو منع کردند و مدت پنج ماه کسی را پیش او نگذاشتند در ان مدت یکبار ابن عطا و یکبار شیخ عبد الله خفیف بپرسش او رفتند و او را نصیحت کردند که ازین سخن عذر خواه و برگرد تا ازین بلا خلاص شوی و ما نیز ازین غم بیرون آئیم حلاج گفت آنکس که گفت گو عذر خواه و ازان بلا برگرد عبد الله از استماع آن بسیار رقت کرد و از انجا رحلت نمود در انحال درویشی از وی پرسید که عشق چیست گفت امروز ببینی و فردا ببینی و پس فردا ببینی آن روزش بکشتند و دیگر روز بسوختند و سوم روز بباد دادند میگویند در انوقت که میبردند که بردارش کنند این چند بیت گفت و بمجوبش فرستاد اشعار

والله ما طلعت شمس ولا غربت	الا وذکرک مقرون بانفاسی	ولا ذکرتک محزونا ولا فرحا
الا انت منی قلبا ووسواسی	ولا جلست الی قوم احدثهم	الا وانت حدیثی بین جلاسی
ولو قدرت علی الابیان زرتکم	سجدا علی الوجه او مشیا علی الراس	میگوید سوگند بذات پاک

خداوندا که هیچ وقت آفتاب برنیامد و فرو نشد که نفس نزده باشم بتیوا گر در غم بوده ام و اگر در شادی تو آرزوی دل من بودی و در سویدای دلم سودای تو بوده و در میان قومیکه بوده ام و گفته ام و شنوده غیر سخن تو در میان نبوده و اگر توانستمی که پیش تو آیم از خانه نیستی

بدر می آمدم و رو بر و بر زمین بسر می آمدم شعر	ههنا قبل نفسی الحب منی بقیة

در پی سیمرغ وصلش عالمی دل خسته اند | بودی او را در همه عالم وجودی کاشکے
چون دلم را درد او درمان و جانرا مرهمست | بر سر دردم دگر دردی فزودی کاشکے
از پی بود عراقی زان جدا افتاده ام | در همه عالم مرا بودی نبودی کاشکے

دران کشاکش عشق بیبود راه بیابان حیرت می پیود یکبار بر سر کوئی پایش در گل بماند و نمایش خواب و خیالش باطل شد چشم او بر رخسار پسر معتصد که خلیفه عصر بود افتاد و افتاد او را آنجا آنچه افتاد و حسب حال او خواجه حافظ گفته بیت برقی از منزل لیلی بدرخشید سحر وه که با خرمن مجنون دل افگار چه کرد | شمعی از مهر برافروخت و رگاهی جانش بسوخت آفتاب حقیقتش از مطلع مجاز طالع شد و اشعهٔ لمعات کلیتش از مشرق جزئیت لامع گشت غزل

عکس روی تو چو در آینهٔ جام افتاد | عارف از خندهٔ مے در طمع خام افتاد
حسن روی تو بیک جلوه که در آینه کرد | اینهمه نقش در آئینهٔ او هام افتاد
غیرت عشق زبان همه خاصان ببرید | از کجا سر غمش در دهن عام افتاد
من ز مسجد به خرابات نه خود افتادم | اینم از عهد ازل حاصل فرجام افتاد
چکند کز پی دوران نرود چون پرگار | هر که در دایرهٔ گردش ایام افتاد
زیر شمشیر غمش رقص کنان باید رفت | کانکه شد کشتهٔ او نیک سرانجام افتاد
در خم زلف تو آویخت دل از چاه ذقن | آه کز چاه برون آمد و در دام افتاد
هر دمش با من دلسوخته لطفی دگرست | این گدا بین که چه شایستهٔ انعام افتاد
صوفیان جمله حریفند و نظر باز و لے | زان میان عاشق دل سوخته بدنام افتاد

برق عشق از سحاب افاضت آب غیب بدرخشید و از مرات حقیقت نمای حسن بتافت و مجازش بحقیقت تبدیل یافت در آئینهٔ مقید جمال مطلق را بدید رخت از زاویهٔ مجاز به فضای حقیقت کشید با خود گفت بیت | بار دیگر بایدم جستن ز جو | کل شی ہالک الا وجهه

دید که عاشق خود است و معشوق هم خود و او درمیان بیخود آب وحدت از چشمهٔ دلش

بعینه مثل آن غلام که بهوش داروئی در جام کردند و چون بخود شد بقصر خویش بردند آنچنانکه عطار فرموده نظم

نی در ینعالم بمعنی نی دران	ماند بود او خیره نه عقل و جان
چون نمی آمد زبانش کارگر	حال او را ذوق در حال آمد

سینه پر عشق و زبان لال آمد
اشک می بارید و میخاریدسر

وکیفیت آن قصه چنان بود که دختر پادشاهی شیفته غلامی شده بود و چون عشق دران مظهر هنوز بمرتبهٔ خانه برانداز نرسیده بود بر اخفا قادر بود مطربه را فرمود تا با او مجلسی آراسته و درمیان شراب بهوش داروئی بکار برده و غلام را در مفرشی به نزهتگاه دختر پادشاه رسانید چون بهوش آمد جائی دید که هرگز بخیالش نرسیده تا صبح بعیش و سرور گذرانید میگویند که بعد ازانکه از جام پیاپی در پایان مستی بیتاب گشت و در خواب شد او را برگرفتند و بجای خود بردند چون از خواب بیدار شد دیوانه وار از و حرکات صادر میشد چون ازان استفسار کردند چنانکه همو گفته نظم

قصه پرسیدند ازان شمع طراز	موی از هم کند و بر سر خاک کرد	دست در زد جامه بر تن چاک کرد
هیچکس هرگز نه بیند آن بخواب	انچه من دیدم عیان مست و خراب	گفت نتوانم نمود این قصه باز
هر کسی میگفت آخر اندکے	هر کسی هرگز ندانم آن گذشت	انچه تنها بر من حیران گذشت
کان همه من بوده ام یا دیگری	گفت من درمانده ام چون مضطرے	باخود آمی و باز گو از صد یکی
نی تواتم گفت نی خاموش بود	حالتی نه آشکارا نه نهان	زین عجبتر حال نبود در جهان
نه ازو یکذره می یابم نشان	نی زمانی محو میگردد ز جان	نی میان این و آن مدهوش بود
کاشکی این واقعه در خارج وجودے	نی خبر دش هیچکس در هیچ حال	دیده ام صاحب جمالی کز کمال

داشتی و محبوبی معین رایت حسن برافراشتی تا کسی راه بدو بردی و خود را بدو سپردی غزل

آشنائی قصهٔ دردم شنودی کاشکے	دلربائی دل زمن ناگه ربودی کاشکے
جذبهٔ حسنش مرا از من ربودی کاشکے	خوبرخساری نقاب از پیش رخ برداشتی
تا شبی در خواب نازم رخ نمودی کاشکے	ای دریغا دیده نبختم نخفتے یک سحر

فرمود انچه منصور گفت میگفتم او آشکار من نهفتم نقل ست که جماعتی از زنادقه در بغداد که مذهب حلول و الحاد داشته اند خود را حلاجی می گفته اند و سخن او فهم ناکرده به کشتن و سوختن به تقلید مفتخر و مباهی میبود چنانکه در بلخ همین واقعه افتاده بود و کس را فاما از کجا تا کجا کلا و حاشا که ایشانرا حال منصوری بوده باشد فرقست میان انگشتی که آتش در و تصرف کرده باشد و او مغلوب آتش گشته که مطلقاً انگشت در میان نمانده باشد و میان انگشتی سیاه که مطلقاً آتش در و تصرف نکرده باشد آن انگشت که تمام آتش شده و رنگ آتش گرفته و خاصیت آتش در و ظاهر شده اگر گوید انا النار بغور آن سخن بتوان رسید و پروانه شمع او بتوان گردید فاما اگر انگشت سیاه دعوی آتش کند نمیتوان شنید نظم

گفت منصوری انا الحق و برست	گفت فرعونی انا الحق گشت پست
آن انا الحق زد ز خود آزاد شد	وین انا الحق زد ز خود برباد شد
این انا را لعنة الله در عقب	وان انا را رحمة الله ای محب

شیخ نجم الدین الرازی

ای شمع بمن بچیره چندین خندی	تو سوز دل مرا کجا مانندی
فرقست میان سوز کز جان خیزد	تا آنکه بریسمانش بر خود بندی

شیخ فریدالدین عطار میفرماید در تذکرة الاولیا که مرا عجب آید از کسی که روا دارد از درختی که از و آواز انی انا الله بر آید و درخت در میانه چرا روا ندارد و که از حسین انا الحق بر آید

وحسین در میان نه بلیت	توان بشنید این را از درختی	چرا نتوان شنید از نیک بختی

روزی در عالم بیقراری در میان خواب و بیداری دید که صاحب جمالی نقاب از رخسار بگشود و همچون شاهین تذرو دل او در ربود و در خروش آمد مثل دریای پر جوش گویای خموش چون او را بدان حال دید ندا از نیخود بهای او پریشید بزبان نظم گفت اصلامی ندانم چیزمن

وان ندانم هم ندانم نیز من	عاشقم اما ندانم بر که ام ✤	نه مسلمانم نه کافر پس چه ام

تخت نشین اقلیم الکبر یارد ائی بایزید و رجوابش گفت که سی سال ست که من طالب بایزیدم و درین مدت هر چند طلبیدم از و اثری ندیدم و حضرت عطار ازان خبر داده و در الهی نامه و نظم

برای بایزید آمد ز جائے	غریبی در بزد چون آشنائی	میان خانه در شیخ نکو رای
بفکرت ایستاده بود بر پای	بدو گفتا نگوئی کز کجایم	غریبی گفت مرد آشنایم
غریبم آمدم بهر لقائے	بهوی بایزید از دور جائی	جوابش داد شیخ عالم افروز
که ای درویش سی سالست مرو	که من در آرزوے بایزیدم	بسی جستم ولی گردش ندیدم
نمیدانم چه افتاد و کجا شد	نمی بینم مگر از چشم ما شد	اگر عمری درین وادی شتابی
نه خود را و نه او را باز یابے		

وفات آنحضرت در سنه احدی وستین ومائتین بوده و قبرش در بسطام ست و درین سال المعتمد علی الله و هو الخامس عشر من خلفاء العباسین پسر خویش جعفر را ولیعهد کرد و المفوض الی الله لقب داد و اعمال مغرب بتمام مصر و شام و جزایر و موصل را بدو داد و درین سال نصر بن احمد را ما وراء النهر والی کردند و ابو احمد را ناصر الدین الله الموفق لقب دادند و عراق و خراسان را بدو تفویض فرمودند

مجلس پنجم

غرقه دریای مواج حسین بن منصور حلاج از بیضا بوده که شهریست از شهرهای فارس سلطان ابو سعید ابو الخیر فرمود که سنجل الارواح نور علی نور حسین منصور در علو حال بود در عهد او از مشرق تا مغرب کسی مثل او این وادی را نه پیمود و شیخ فرید الدین عطار فرموده که واقعات غریب و حالات عجیب داشت همه در غایت سوز و اشتیاق و همه در تشدد درد و فراق مست و بیقرار و شوریدهٔ روزگار بود او را تصانیف بسیار است بر الفاظ مشکله در حقائق و اسرار شیخ عبد الله خفیف که از کمل اولیا بوده که حسین منصور عالم ربانیست و شیخ شبلی که از کبار این طائفه است گفت که من و حلاج هم شر بیم مرا دیوانگی خلاص ساخت و او را عقل در بلا انداخت و مقرب حضرت باری یعنی خواجه عبد الله انصاری

خرامان هر طرف سروی و جان من بنا ساید | که من این خار خار از سرو بالای دگر دارم
مرا این تشنگی از بهر آب دیگر ست ورنه | نمی بینی که در هر دیده دریائی دگر دارم
طبیبا خویش را زحمت مده چون آن نخواهم شد | که من اندر سر شوریده سودای دگر دارم
ترا گر رای خونریز من مسکینست بسم الله | چه می پرسی زمن جانا نه من رائی دگر دارم
به بازار تو دل را من خریدم یک نظر کردم | کرم کن یک نظر دیگر که کالای دگر دارم
نمی اندیشی از دعهای سرد من که میگوئی | که در هر کو چو خسرو باد پیمای دگر دارم

روایت کنند که بایزید گفت که حضرت حق را بخواب دیدم نه بدین خوابی که مردم می بینند و نه بدان چشمی که مردم مینگرند بلکه بدان خواب و بدان چشمی که لائق ذات خود خلق کرد گفتم راه بتو چونست گفت از غیب بریدن و صحرای شهادت نور دیدن و در نیستی

گفته صاحب گلشن

یکی از های هویت در گذشتن | دو خطوه بیش نبود راه سالک | اگرچه دارد آن چندین مهالک
دوم صحرای هستی در نوشتن | حضرت سلطان را بعد از فوت

کسی در خواب دید پرسید که حال تو چیست گفت مرا گفتند ای پیر چه آوردی گفتم درویشی که بدرگاه ملکی رود او را نگویند چه آوردی گویند چه خواهی و گویند در نیشاپور عجوزه بود عراقی مرام از در ها سوال کردی از دنیی برفت بخوابش دیدند گفتند حال تو چیست گفت از من پرسیدند چه آوردی گفتم آه مرا همه عمر بدین در حوالت میکردند که خدا بدهد اکنون میگویند چه آوردی گفتند راست میگوید ازان باز شوید از دیگری بعد از فوت او در خواب پرسیدند که آنجا همراه چه بیاید آورد گفت شیخ عطار آورده نظم

طاعت وحانیان بسیار نیست | سوز جان و درد دل میسر بسی | علم هست آنجا که گرد آرد کسی
زانکه این آنجا نشان ندهد کسی

درویشی از راه دور قصد زیارت طیفور کرد چون بمقصود رسید مردی دید بحکم حدیث خیر الزیارة فقد المزور در عالم دیگر از نیجهان دور زبان در دهانش همین قدر بگشت که پرسید از کجائی آن درویش در جواب گفت که از راه دور می آیم بملازمت

خیز و بکشای در که یار آمد — میوه از شاخ دل بهار آمد — بیخبر گشت عقل سرمستم
بیخود از جای خویش برجستم — بکشودم درش چو رخ بنمود — در جنت بروی من بکشود
اندر آمد ز ماه تابان تر — وز سهی سرو بس خرامان تر — سایهٔ غم برفت از سر من
کافتابی درآمد از در من — برخش همچو مویش آشفتم — مست و حیران شدم بدو گفتم
وه که بس خوب و دلکش آمدهٔ — مرحبا مرحبا خوش آمدهٔ — آدمی را چنین نباشد نور
ملکی یا پری بتی یا حور — تا جهانست مثل تو قمری — در نیامد بدلبری ز دری
لب لعلش گزوزنم لبیک — کرد اشارت که السلام علیک — آن ز خواب غرور خوبی مست
موزه برکند و ساعتی بنشست — گفتم ای آرزوی جان رویت — قبلهٔ مقبلان سر کویت
خیل حسن تو ملک جان بگرفت — صیت عشقت همه جهان بگرفت — تا بسودای تو گرفتارم
کافرم گر ز خود خبر دارم — تا بگوشم حکایت تو رسید — دگر از دیگران سخن نشنید
سر بر آستانهٔ درِ تو — منتظر تا رویم در سر تو — تا بکوی تو راهبر گشتیم
جز تو از هر چه بود بگذشتیم — تا بسودای تو گرفتاریم — سر و سودای خود کجا داریم
تا ز عشق تو مست و حیرانیم — ره به هستی خود نمیدانیم — تاب عشق تو آتشی افروخت

غزل

که دلم را بدان نخواهد سوخت — ای شده چشم جان بروی تو باز
از تو در جان نیاز و در دل آز — تا نه بینم جمال روی تو باز
تو ز ما فارغی و ما دایم — در دلم آرزوی عشق ترا
نیست انجام اگرچه بود آغاز — جز بکویت نمی کند پرواز
آخر ای آفتاب مهر افروز — از تو مارا بسر نخواهد بود
گر اهانت کنی و گر اعزاز — تا نگردد دریده پردهٔ راز

سالها شد که با او در سخنم و خلق پندارند که با ایشان سخن میگویم غزل

مده پندم که من در سینه سودای دگر دارم — زبان با خلق در گفتست و دل جای دگر دارم

هر مرنام که پسر تاجری بود که ارادت تمام با آنحضرت داشت عاشق بود و در عشق خضر و یه بتربه
هیجان و حیرت آنحضرت را دست میداد که اکثر اوقات بیخود میشد نذر روزی از قعر آن دریا

بکنار آمده بودند منظم | که آمد ناگهان از دور جائی | زخود بیگانه با عشق آشنائی
بزد در گفت سلطان کیست بر در | بگفتا خسته بی پا و بی سر | نه در بسطام نه ری نه دمشق ست
عجب فی غرقهٔ دریای عشق ست | برو غواص شو ای مرد کر پز | مگر یابیش در دریای هرمز
من و مارا به آب انداز اکنون | که مجنون لیلی و لیلیست مجنون | دوئی بر خاست امروز از میانه
همه عذر است و اسق بر کرانه | چنان گم شو که دیگر تا توانی | نه بینی خویش و گر بینی ندانی
مرا گنجی روان از عشق از انست | که در چشم من آن گنج روانست | وزان در خاک میگردم چنین خوار
که چشم من چو دریا یست خونخوار | ز عشقش چون دلم در سینه خون شد | چنان رفت او که از چشمم برون شد
ازان صد شاخ خون از در در آمد | که آن شاخ از زمین دل بر آمد | زبیخوابی همی میرم چه سازم
که داند قدر شبهای درازم | غم هجر از دل مهجور پرسید | درازی شب از رنجور پرسید
چو شمعم جملهٔ شب سوز در پیش | بسر باریم مرگ روز در پیش | دلم چون آتش ست و دیده چون ابر
میان ابر و آتش چون کنم صبر | عجب آید مرا این مشکل من | دل او سنگ و آتش در دل من
مرا جان سوزد و دل باز ندهد | وگر گشته شوم آواز ندهد | ز بس خون گرد غمش در دل بمانده است
ز پایم تا بسر در گل بمانده است | منم دل بر وفایش چشم بر در | وفایش در دلم چون چشم بر سر
سرم گر چون قلم بر دزتن او | نیاید جز وفاداری ز من او | وگر از خنجرم بر دسر از تن
جفا زو و وفا از دل سر از من | اگر یکدم بخاک من شتابد | بجز بوی وفا چیزی نیابد
وگر عمرے بر آید از هلاکم | همه بوی وفا آید ز خاکم | الا ای دیده پر خون باش و پرنم
که خود بودی و آوردی مرا هم | گر تی شیخ فرمود که در گنج زاویهٔ انزوا پای صبر در دامن قناعت
کشیده نشسته بودم و خاطر بنویشتن مشغول در سرای فرو بسته از خروج و دخول ناگاه

یکی دست آهسته بر در زد منظم | صوت در بر زبان قرع هوا | از ره گوش هوش گفت مرا

زندگانی من بجانانست | آتش عشق در دل ما جوی | عاشقان ضعیف را واجوی
عجز من بین دعای من پذیر | بیتوانی به لطف دستم گیر | عاشقانرا ز جان گرفته ملال
خون شان بر تو همچو شیر حلال | فارغی از درون صاحب درد | لمکن ای دوست هر چه بتوان کرد
گر تو خوبی و ما ضعیف و فقیر | تابت ای خورزره باز گیر | رخ بما مینما و جان می بخش

غزل

بر دل و جان عاشقان می بخش | ای ربوده دلم بر عنائی
این چه لطفست و اینچه زیبائی | بیم آنست کز غم عشقت | سر بر آرد دلم بشیدائی
از جمالت خجل شود خورشید | گر تو بر قع ز روی بگشائی | در جمالت لطافتی ست کران
در نیابد کمال بینائی | منقطع میشود زبان مرا | پیش وصف رخ تو گویائی
نیست بی روی تو عراقی را | بیش ازین طاقت شکیبائی | جذبهٔ اخلاص حضرت سلطان

مقناطیس و ارا ز آهن دل سنگین آنجوان را بربود و ازان آهن آئینه ساخت در روبروی او بداشت تا بنمود در و انچه نمود چون این دو بیت حضرت عطار قدس سره بیت

در عشق چو من تمام تو من باش | یک پیرهنست گود و تن باش | چون جمله یکیست در حقیقت
گو یک تن را دو پیرهن باش | گه بر لوح خیال از دیوان او در عالم مثال نوشته بود خواند بیت

چند روزی بخلوتش بنشاند | کاندران لوح سر عشق بخواند | چون ز ذوق وصفاش بیش کرد
همه در عشق او فراموش کرد | هست عشق آتشی که شعلهٔ آن | سوزد از دل حجاب هر حدثان
چون بسوزد هوای هیچ هیچ | او بماند جز او نماند هیچ | عشق زاو صاف کرد گار یکیست
عاشق و عشق و حسن و یار یکیست

در آئینهٔ جمال آن جوان صورتی میدید که چون شرح آن بگرد مردم میتوانستند شنید هفت بار از بسطامش بیرون کردند گفت مرا چرا بیرون می کنید گفتند بدانجهت که با مردی بدی گفت خوشا شهری که بدا و بایزید باشد رباعی دل گفت غمی که محرمش جان نبود | در هر دو جهان کسی و آنگه کافر | پس در همه شهر یک مسلمان نبود

فرمود که سی سال خدا را میطلبیدم چون نیک نگاه کردم او مرا میطلبید نوبتی مضطر وی بر جوانی

چون صورت زیبای تو در حد کمالست | جان و دل ما عاشق آن صورت و معنیست



هر روز عشق آن حضرت در تزاید میشد و حضرت شیخ فخر الدین ورد رساله دوفصل در اظهار آن حال مشکل با هزار عجز در وصل خبر داده است شعر

میبرد عقل و می فریبد دل | عشقت ای شوخ میکند پیوست | از جمالت نمی شکیبد دل
عکس مهرویت ای بت رعنا | در دما غم رگیست از سودا | حلقه در گوش عاشقان الست
نیست جز گیسوی تو برخوردار | فرق کردن بچشم و سر نتوان | از وصال قد تو ای دلدار
موی زلفت فراز عارض خوش | سوخت ما را چو موی بر آتش | موی فرق ترا ز موی میان
مست بیمار مست مردافگن | لب لعلت که روح بخش دلست | مانده زان غمزه در شکفتم من
عاشقان تو پاکباز انند | صید عشق تو شاهباز انند | برگ گل از لطافتش خجلست
وز دو عالم غم تو حاصل من | تا دلم هست مبتلای تو باد | ای غم تو مجاور دل من
دیده را دیدن تو میباید | وگرم قصد جان کنی شاید | وایما بسته بلای تو باد
| | دل ما را فراغت از جاست

خورد و بخاطرش گذشت که بی رخصت صاحب باغ مناسب نبود که چیزی ازین سیب تناول نمودے
بدر باغ رود بعد از رخصت خاطر را ازان فراغ حاصل کن چون بدان قیام نمود
کسی که در باغ بود گفت که من باغبانی بیش نیستم خداوند باغ در بغداد است بدین
نیت عزیمت بغداد نمود و خانهٔ آن عزیز را پیدا ساخت کیفیت حال را بدو گفت
آن شخص چون آثار بزرگی و تقوی بر ناصیهٔ او مشاهده کرد گفت مرا دختریست
کور و کر و شل و برگشته بخت ابد و ازل چنانکه هیچکس او را خواستگاری نمیکند
اگر تو اش بزنی قبول میکنی ترا بجل میکنم متفکر گردید و یک روز مهلت طلبید و با خود
گفت و شنید کرد که اگر چنین صورتی اختیار کنی در عذاب افتی و اگر اختیار نکنی
استرضای خاطر او چون شود آخر الامر خاطرش بران قرار گرفت که قبول کند
و عذاب آخرت نکشد در نفس الامر خود این دختر حمیله بود چون عقد نکاح درمیان
ایشان واقع شد آن عزیز را گفت که در وقتی که مرا بدین امر ترغیب میکردی عیبی چند
شمردی و گفتی که این دختر بدان متصف ست هیچ یک واقع نیست حکمت در گفتن سخنی که
مطلقاً وجود نداشته باشد چیست گفت غیر واقع نیست گنگی و کری و کوری و شلی او
بدان معنی ست که آنچه نباید گفت نمیگوید و آنچه نباید دید نمی بیند و هرچه ناشنیدنیست
نمیشنود و بجائی که نباید رفت نمیرود پدر بایزید سلطان ازان بغایت مسرور گشت
و بعد از چند وقت حضرت سلطان بایزید متکون شد و از عدم بوجود آمد تفکر نمای
که والدهٔ او چه پرهیزگاری بوده و او از چه نطفه حاصل شده پس بدانکه حضرت حق را
با او نظرهاست و او را بدین عالم برای کار کلی آورده و دانهٔ معرفت خود را در زمین دل
او پرورده در اول جوانی و طغیان حقیقی خضرویه بن شیخ احمد بن خضرویه که از
کبار مشایخ بلخ است و در خراسان مثل او در آن زمان کم بوده عاشق شد و چون آن
جوان از روی صورت و معنی در حد کمال بوده و بمنطوق این بیت که شعر

بعضی گویند در شام فوت شد در ایام سنه ست وستین ومائة وبعضی گویند در شهرستان لوط غاری بود در انجا ساکن شد گفت ازین غار بوی غاری می آید که در نیشاپور در آن غار میبودم آنجا در تاریخ سنه اثنین وستین ومائة وفات کرد

مجلس چهارم

قاری سورهٔ سبحانی وتخت نشین اقلیم ما اعظم شانی در دو آشام بزم هل من مزید سلطان بایزید نام اوطیفور بن عیسی بن آدم البسطامی ست میگویند که از اول حال که دری بروی او از غیب بگشاد وجهت طی وادی مقدس طوی عشق قدم در راه نهاد منزل اولش تکیهٔ اخیار بود ومقام دوم خطیرهٔ ابرار ودر هر کدام یک روز قرار نگرفت بعد ازان در مدت عمر از نرمنگاه شطار قدم بیرون ننهاد شعر

قاسم ازین می بخود میا که دریغ است | جانب محنت شدن رهعدن شادی

وهم قاسم الانوار در شان حضرت سلطان فرموده بیت

مست حق بود آن گزیده نژاد | مست رفت از جهان کون وفساد

ایضاً فی شانه

سید رهروان دین طیفور | آنکه در عهد خویشتن بد فرد
در شریعت رسید راهی یافت | در حقیقت رسید ره گم کرد
راه گم گشت وراهرو هم گم | گم کند راه خویش اینجا مرد

کسی سوال کرد از ابو موسی که این حضرت بچه عمل بدین مرتبه رسید گفت او را این دولت عملی نبود بلکه حضرت حق از محض عنایت خود بدو ارزانی فرمود بیت

این عنایت ازلی بود که ره بر سیدیم | وین هدایت ابدی گشت که رویت دیدیم

از اول حال ملاحظه نمای که پدر او در سایهٔ دیواری بر کنار جوئی که آب بیرون می آمده خواب کرده بود وچون بیدار شد سیبی بر روی آب از باغ بیرون می آمد چون هوا گرم بود ودهان او از حرارت خشک شده سیب را برگرفت وقدری ازان

طپانچه بر رخ گلرنگ میزد | زسیم آنجا عقیق تر همیرست | وزین بر لاله نیلوفر همی رست
بسوی فرق نازک برد پنجه | زور پنجه اورا ساخت رنجه | زریحان سرو بستانرا سبک کرد
بچیدن سنبلستانرا تنک کرد | پسر بدان شکل در پیش مانده و پدر از پیش رفته در عالم مثال

این چند بیت آن صاحب کمال انجامد غزل

این منم یارب بدرد عاشقی زار این چنین | کس مباد در جهان چون من گرفتار اینچنین
نی زبختم روی یاری نی زیارا امید لطف | آه من چون میزنم بخت آنچنان یار اینچنین
دل نداد م تا ندیدم از تو صد لطف و کرم | من چه دانستم که خواهی شد ستمگار اینچنین
به یکبار خبر فوت آن پسر بآن چهار هزار مرد

که در قافله بودند رسید همه سرهای برهنه و سینهای چاک خاک بر سر و ریختند و از پرویزن مژه پاره پاره جگر چون ریزهٔ اخگر بر و بختند و بنوحه هیهات زنان می گفتند غزل

یاد باد ایدل که وقتی نوبهاری داشتیم | دیده بر راه سمند شهسواری داشتیم
حسرتا کز عرصه شطرنج این کهنه بساط | ما همین یک شاهزاده یادگاری داشتیم
روزگار بی وفا از ما ربودش ورنه ما | با وصال روی او خوش روزگاری داشتیم

و در میان این غوغا مادر نیز جان بسپرد و خت پهلوی پسر بر د نظم خوشا عاشق که چون جانش برآید

هوای وصل جانانش برآید | حریفان حال اورا چون بدیدند | فغان و ناله بر گردون کشیدند
همیکردند نوحه نوحه گر را | بسان نوحه گر آن سیمبر را | چو ساز نوحه را آهنگ شد پست
نوردیدند بهر شستنش دست | بشستندش ز دیده اشک باران | چو برگ گل ز باران بهاران
بسان غنچه کز شاخ سمن رست | بر و کردند زنگاری کفن چست | ز گرد فرقتش رخ پاک کردند
به پهلوی پسر در خاک کردند | ندیده هرگز این دولت دو کس از مرگ | مگر یابد صحبت جانان پس از مرگ

ابراهیم گفت تا عیال خود را چون بیوگان نکنی و فرزند خود را بخاک نسپاری و شب بر خاکدان چون سگان نخسپی طمع مدار که در صف مردان نشینی این بگفت و ناپیدا شد شعر

ما گم شدیم در طلب حی لایموت | از سالکان ره نه دهد کس نشان ما

موضع ابراهیم ادهم و پسر او



زبس بالا گرفت آواز فریاد | صدا در گنبد فیروزه افتاد | چنین گردند مردان زندگانی
ز کار افتاده بشنو تا بدانی | بیت سالکان دانند در میدان درد | تا فنای عشق با مردان چه کرد

یاران گفتند یا ابراهیم اینچه حالست گفت او را چون در کنار گرفتم مهر او در دلم سرایتی عظیم کرد ندا آمد که یا ابراهیم

تو غنی مجتبا و تحب معنا غیر بیت | ما را خواهی خطی بعالم درکش | کاندر یک دل دو دوستی نا ید خوش

یعنی از دل بیرون کن غم دنیا و آخرت در خانه جای نخست بود یا مجال دوست و حضرت قاسم الانوار همین معنی را تفسیر فرماید بیت

خانه وا پرداز از غیر حبیب | دور انصافست یار ده دله مصرع دلدار یکی و دل یکی یار یکی

گفتم یارب العزة مرا فریادرس اگر محبت او مرا از محبت تو مشغول خواهد کرد یا جان او بردار یا جان من چه دانستم که این دعا در حق او مستجاب خواهد شد نظم

بخاک افتاده سرو سیمبر را | نخست از دور چرخ ناموافق | چو مادر آنچنان دید آن پسر را
بران آتش که در دل داشت پنهان | رهی بگشاد از چاک گریبان | گریبان چاک زد چون صبح صادق
فزون شد آتش سوزنده نه کم | بناخن زخمها در روی میکند | ولی زان راه در جانش بهردم
به هر جوئی کزان چشمه روان کرد | سمن را جلوه گاه ارغوان کرد | برای چشمه خورجوی میکند
به سینه از تغابن سنگ میزد | به سینه از تغابن سنگ میزد

نمیدانستم مگر دی روز نمیدانم که اوست یا نه ومی ترسم که اگر بپرسم بگریزد که او از ما گریخته است
پدر من ابراهیم ادهم است و ما در هم آمده است درویش گفت بیائید تا شما را پیش او برم ایشان
با درویش روان شدند ابراهیم در رکن یمانی نشسته یار خود را دید که با آیشان می آید چون
نزدیک ابراهیم رسیدند زن فریاد برآورد و پسر را گفت پدر تو اینست مادر و پسر و یاران
همه در فغان شدند پسر را دید ابراهیم جوانی آنچنانکه جامی از و داده نشانی مثنوی

درآمد از درش ناگه جوانی	چه میگویم جوانی نه که جانی
همایون پیکری از عالم نور	بباغ خلد کرده غارت حور
ربوده سر بسر حسن و جمالش	گرفته یک بیک غنج و دلالش
به آزادی غلامش تازه شمشاد	کشیده قامتش چون سرو آزاد
فروزان لمعهٔ نور از جبینش	مه و خورشید را رو بر زمینش
مکحل نرگسش از سرمهٔ ناز	ز مژگان بر جگرها ناوک انداز
ذقن چون سیبی از غبغب مطوق	ز سیب آویخته آبی معلق
به گل خال رخش از مشک داغی	گرفته آشیان زاغی بباغی

ابراهیم او را در بر گرفت و با آنکه دل از دین بر گرفت گفتا ای فرزند بر کدام دینی گفت بر دین مصطفی صلی الله
علیه وسلم گفت الحمد لله تعالی پس گفت قرآن دانی وچه خواندهٔ بعرض پدر رسانید پدر ازان خوشحال شد نظم

بروی او پدر چون دیده بگشاد	ز یک دیدارش افتاد آنچه افتاد
جمالی دید از حد بشر دور	ندیده از پری نشنیده از حور

با خود ابراهیم گفت پیش از آنکه گرفتار شوی از ایشان جدائی اختیار کن برخاست که
روان شود ایشان فریاد برآوردند و نمی گذاشتند ابراهیم دست دعا برآورد و گفت
الهی اغثنی در حال پسر جان بداد نظم

چو آن زیبا جوان را جان برآمد	ز جان حاضران افغان برآمد

زهجر دوستان خون شد درون سینه جان من	فراق همنشینان سوخت مغز استخوان من

چون یکزمان از اشتعال نائره حزن واندوه بسوختی و دمبدم از آه دردناکش مجمر سینه برافروختی باز دریای فقرش در جوش آمدی و آبی بر آتش زدی و میگویند چون از بلخ عزیمت نمود او را پسری شیرخواره بود چون بحد بلوغ رسید از والده اش پرسید که پدر من کجاست مادرش کیفیت باز نمود و گفت میگویند که این زمان در مکهٔ معظمه است پسر را چون آرزوی دیدار پدر بسیار بود با تفاق مادر عزیمت نمود منادی کردند که هر کس را داعیهٔ حج است زاد و راحله میدهم کو قدم در راه نه چهار هزار کس بزاد و راحلهٔ او عزیمت کردند چون بمقصود رسید در حرم جمعی درویشان را دید پرسید که ابراهیم ادهم را شناسید گفتند شیخ ماست و به طلب هیزم رفته چون آرزوی دیدار پدر بسیار داشت تحمل آتش نبود که صبر کند که پدرش از صحرا باز آید بر اثر او به صحرا رفت پیری دید پشتهٔ هیزم گران بر پشت بسته می آید گریه بر او مستولی شد اما خود را بر و ظاهر نکرد و آهسته از عقب او میرفت تا آنکه هیزم را ببازار برد و بفروخت و نصفی بهای آنرا تصدق کرد و نصفی را نان ستاند و جهت درویشان آورد پسر بمنزل آمد و شرح حال بمادر گفت روز دیگر بطواف آمد و در اثنای طواف بر پدر سلام کرد و ابراهیم نیز در او نظر کرد یاران ابراهیم را عجب آمد چون از و بکرات شنیده بودند که در صاحب جمال نظر مکنید که مبادا تفرقه وقت باز آرد چنانکه حکیم سنائی گفته

منگر در بتان که آخر کار	نگرستن گرستن آرد بار

چون از طواف فارغ شدند گفتند رحمک الله یا شیخ ما را فرمودی که در هیچ امرد نظر مکنید و تو امروز در غلام صاحب جمال نگریستی چه حکمت ست ابراهیم گفت چون از بلخ می آمدم پسری شیرخواره داشتم چنین دانم که این آن پسرست روز دیگر یکی از یاران ابراهیم بمیان قافلهٔ بلخ رفت خیمهٔ دید از دیبا زده و کرسی زرین نهاده و آن پسر نشسته و قرآن میخواند و میگریست آن درویش رخصت طلبیده در رفت و پرسید که پسر گریستی گفت من پدر را

گه چه میخواهی گفت لحظه میخواهم که درین رباط فرود آیم که همراهان من در عقب اند چون برسند سلطان گفت این خانه من ست رباط اینچنین نمیباشد گفت پیشتر ازان که بود فرمود ازان پدرم گفت پیش ازان فرمود ازان پدر او گفت آن پیشینیان کجا رفتند فرمود ایشان چندروزی درینجا به نشستند و بعد ازان رخت بربستند و حضرت قاسم الانوار حسب حال ایشان فرمودند بیت

هر یک دو سه گامی بدویدند و برفتند	گر مرد خدا بود دگر مست هوا بود

گفت رباط اینچنین باشد که یکی مے آید و یکی میرود این سخن گفته و برگردیده و برقی از عالم غیب در وادی دل سلطان ازان درخشیده و بهیچگونه تسکین حرارت آن نمی شد جهت دفع آن غم و الم عزم شکار کرد و آهوئی را جدا ساخته به تیر گرفت آهو پس نگاه کرد و بزبان حال گفت که ترا برای همین کار آفریده اند که مرا نیست گردانی ابن ادهم را از شکار و ازین اضطراب و تهتک بسیار دریغال دری بروی او گشاده شد و فی الحال از عقب آهو برگشت مصراع

این سر نازک ببین شیر شکار آهوئے	خانهٔ دل را از تاج و تخت خالی ساخت و

خود را از اسپ بینداخت بشبان خود رسید که گوسفندان میچرانید تاج مرصع و جامه زربفت را بدو داد و گوسفند از ابد و نجشید و جامه پشمین و طاقیه نمدین او را پوشیده و از همت بلند گفته

رباعی یارب تو خود را بمن ارزانی دار	و اخلاص و نمد را بمن ارزانی دار	تاج و کمر و تخت سلطانان ده
خاک در خود را بمن ارزانی دار	و چون شب در آمده و در میان کوهی افتاده نظم	
ز یاران منقطع ز دوستان دور	غریب و عاجز و بیمار و مجبور	نه یک محرم که با او راز گوید
زمانی از غم دل باز گوید	فقیر و بیکس و مجروح و رنجور	ز بیداری شده مانند زنار
نه یاری نی دیاری نی مکانی	نه جسمی و نه روحی و نه جانی	همه درد و همه سوز و همه غم
ببین چون او فتاده ابن ادهم	یا دیاران قدیم بخصیص آنکه آرام دل و مونس و ندیم او	

بوده و مدتها بوده که تعلقی غریب داشته ناله میکرد و به های های میگریست و میگفت بیت

یارب که میرود ز دل ناتوان ما	پیش حبیب قصهٔ درد نهان ما	گو یا عصمت برای او گفته بیت

اورا زحمی زند و رقیقهٔ حیات را از و قطع کند یعنی حرارت عشق را از نشاهٔ او سلب نماید و بمقام
بی آتشی که فی الحقیقه عبارت از انست رساند ملکی دیگر که مریخ ممر نزول فیض اوست در صورت
عقربی ظاهر شد و همچون آتشی بمعاونت ملکی دیگر که زهره ممر نزول فیض اوست بدو رسید
و منع عمل اولین که طبیعت مرگ داشت کرد و پس آنچنان که در بدن انسانی بجای روح حیوانی که دل
محل او واقع شده افتاده آئینهٔ شیخ واقع شده که در پیکر انسانی بجای روح نفسانی که منعش
دماغ است افتاده پس همچنانکه اشعهٔ روح نفسانی مادام که از آئینهٔ روح حیوانی برنگردد عکس
دوم صورت نخواهد بست و ادراک حاصل نخواهد شد و صفات سبعه ثبوتیه سمت ظهور نخواهد یافت
همچنین بحکم المومن مرات المومن تا آن جوان آئینهٔ عشق شیخ نخواهد گشت حقیقت عشق بظهور
نخواهد رسید این ست حقیقت عشق شیخ بران جوان و عهد کردن و انیست حقیقت یکی از
هفت تنان شدن و الله اعلم بحقائق الامور در تاریخ سنه احدی وستین و مائه وفات کرده

مجلس سوم در امیر اعظم سپهر سلاطین عالم ابراهیم ادهم کنیتش ابو اسحاق و نسب ابراهیم
بن ادهم بن سلیمان بن منصور بلخی ست در ریاضات و مجاهدات و کشف و کرامات مشهور جهان
و مذکور بهر زبانست در محلی که قبة الاسلام مقام و مستقر سریر سلطنت او بوده شبی بر بام قصر

خوابگاهش آواز پائی شنیده رباعی	آن شاه سریر فقر و سلطان انام
چون کشف شدش حقیقت حق بتمام	از بام سرای دل که قصر شاهی ست
بشنید صدای فاد خلوها بسلام	فرستاده که معلوم کند که چه کس ست دیدند

شخصی اجنبی بر بالای قصر ایستاده چون از و احوال پرسیدند گفت شتری گم کرده ایم مطلبم
سلطان فرمود که شتر را بر بام می طلبی مردی سرگشته عجبی گفت که کار تو ازین غریب تر و
عجیب تر ست که خدا را میطلبی بر بالای تخت با اینهمه اسباب سلطنت از اسب و شتر زحمت
و بحث ازین سخن دغدغه در خاطر سلطان پدید آمد و متامل و متفکر گردید صباح آنروز که
بار عام شد شخصی با شکوه در میان آن قوم انبوه از گرد راه به پیش تخت شاه آمد سلطان فرمود

متصل فی این برش با آن دگر	لیک باهم هر دو چون شیر و شکر	گاه ذاکر گاه گشته محو آن
دائمش اوقات صرف نحو آن	جلوه گر بر کرسئ نور آن دگر	زیر ایوان سوم طاقش مقر
چونکه فارغ میشوند از ذکر او	بار دیگر می فتد در فکر او	چارمین و پنجمین و هفت و شش
خواه هند و طور و خواهی ترک و حش	حمد او گویند و مدح او همه	نیست خالی هیچ جا زین زمرمه

بدین نوع از نور افق که ممر نزول فیض فرشته هندی طور که از عناصر بجای خاک و از طبائع بجای سودا و از عناصر بجای خار سیاه افتاده زحل را گردانیده و ممر نزول فیض فرشته ترک وش که از عناصر بجای آتش و از طبائع بجای صفرا و از موالید بجای عقرب زرد افتاده مریخ را ساخته و ممر نزول فیض فرشته بافروبها که از عناصر بجای آب و از طبائع بجای بلغم و از موالید بجای ضفدع افتاده مشتری را گردانیده و ممر نزول فیض آن فرشته یک بال از آتش و یکی از برف که از عناصر بجای هوا و از طبائع بجای خون و از موالید بجای انسان واقع شده یعنی آن جوان عطار را ساخته و ذوالنون را کیفیتی متشابه الاجزا گردانیده که از امتزاج عناصر حاصل شده و بمزاج موسوم گشته که نفس ناطقه اینجا عبارت از دست و بجای آفتاب افتاده و لهذا مقارنهٔ عطار را با آفتاب واقع شده و بر دست آنحضرت توبه کرده و یکی از هفت تنان گردیده چه این قاعده مقرر است که هر مظهری که هست تربیت از اسمی میباید و عمل بر طریقهٔ او میکند فاما موانع وصول بدرجهٔ کمال بسیار است مثلاً در فصل بهار اسمی ممد و معاون حرارت هوا بود در رسانیدن اشجار بکمال از هار و اثمار اسمی دیگر که در آنوقت تقویت برودت میکند سر راه بران گیرد و معاونت سرما نماید و آن از هار و اثمار را در رباید و بعکس همچنین حضرت حق ملائکه را بر عالم موکل گردانیده پس ملکی که تربیت مظهری میکند ناگاه ملکی دیگر که در آنوقت در فعل اقوی ست منع عمل اول کند و بتربیت او مشغول گردد و او را طوری دیگر سازد و از آن جمله ملکی که زحل ممر نزول فیض اوست میخواست که آن جوان را تربیت کند در صورت مار سیاه درآمده خواست که



نظم

که آن آفتابی که در هوای عشق ذره ذره گشته سرگردان او — درمیان خاک و خون گردان او
کوه را در لاله پنهان پرچمش تا کمر در خون نشسته از غمش — سنگ کی آن لعل آتش گون شده
در غم او کوه را دل خون شده خاک در سودای او بیخورد و خواب — ریگ گشته دانه تسبیح آب
باد همچون آب غلطان سو بسو روز و شب در جستجو و های و هو — آنکه تاجش آتش ست و تخت آب
بهر او بر آب و آتش زار و اضطراب در هوایش گشته آتش برق سیر — گاه در مسجد فتاده گاه دیر
بهر خدمت چرخ را خم پشت خویش بحر بر کف نقد دل آورده پیش — گوی چرخی فلک گردان ازو
تا به غرب از شرق سرگردان ازو آن فرشته کش بسی فرو بهاست — بر فراز طارم دنیاش جاست
خیر و شر هر یک پری از بال او خاکدان دهر در چنگال او — هر شبی تا صبحدم در جستجوی
از برای او بود تسبیح گوی وان دگر آتش پی یک پر ز برف — کرسئی قدرش دوم سقف شگرف

زیبائی در سایهٔ آن درخت غلطیده و استفراغ کرده از یک طرف عقربی زرد و از انطرف
ماری سیاه متوجه او یند شیخ با خود گفت که اگر معلوم شود که بقصد او میروند و ضرری خواهند
که بدو رسانند بدفع ایشان مشغول شوم مار از انطرف و عقرب از یک طرف اتفاقاً بهم
رسیده اند گردم بر سر مار دویده و نشتری فرو برده فی الحال مار بر خود پیچیده و مرده
و گردم از همان طرف که آمده بود باز گردید و بهمان کیفیت بمعاونت ضفدع از آب گذشته
حضرت شیخ عاشق شده و بیکبارگی از دست رفته گفت الهی در اول که این حالت مشاهده
کردم گفتم مگر این شخص یکی از اولیاست که بدین نوع حضرت حق نگهدار اوست در ثانی الحال
مشاهده کردم چون خمر خورده بود حیران مانده ام از یک حالت جواب آمد که مگر لطف ما همین
نگهدار تو انگران اعمال ست سوگند بعزت و جلال احدیت که درویشی و تو انگری اگر قصد
عالم عشق کنند در دست درویش هیزمی باشد نیم سوخته و در دست تو انگر چراغی باشد
برافروخته نسیم عنایتی که از مشرق عشق و شمال حسن لاتقنطوا من رحمة الله بوزد نیم سوخته
درویش را برافروزاند و چراغ تو انگر را بنشاند ع بر دند شکستگان ازین میدان گوی بیت
نی همه زهد مسلّم میخرند هیچ در درگاه او هم میخرند حضرت رسالت فرموده که
بسیار کسان عمل اهل بهشت کنند ایشانرا به بهشت برند چون بجنت رسند باز گردانند و بدوزخ
برند و بسیار کسان عمل اهل دوزخ کنند از دوزخ باز گردانند و به بهشت رسانند ۵ بیت ۵

کسی کو افتد از درگاه حق دور	حجاب ظلمت او را بتر از نور
که آدم را ز ظلمت صد مدد شد	ز نور ابلیس ملعون ابد شد
اگر آئینهٔ دل را ز دو دست	چو خود را بیند اندر وی چه سود است

شیخ از انحالت برگردد آن جوان میگردید و اشعار میخواند و مضمون آنحال را باز میراند
ناگاه آن جوان از خواب مستی در آمد و نظرش بر حضرت شیخ افتاد و بغایت شرمسار شد
زبان بمعذرت بگشود شیخ فرمود که تو چه خبر داری چون آنجوان کیفیت استفسار نمود شیخ فرمود



بیضه می نهد ذلک تقدیر العزیز العلیم مار با آنکه خزنده است
چون گوش او منخفض است و بسر او چسپیده بیضه می نهد و گوش خفاش با آنکه پرنده است چون
مرتفع است و بسر او چسپیده نیست بچه می آورد و تفاصیل علوم امام جعفر صادق ع از شرعیات
و حکمیات و جفر زیاده از انست که در حیز بیان آید در تاریخ سنه احدی و خمسین و مائة از
هجرت رحلت نموده در گورستان بقیع مدفونست

مجلس دوم

مرکز دائرهٔ نون و القلم و مایسطرون شیخ ذوالنون از کمل اولیا بوده روزی در اثنای سیر بکنار جوئی رسید و
تجدید وضو مشغول گردید مشاهده فرموده که عقربی در غایت اضطراب ازین طرف آن طرف
میدود ناگاه ضفدعی از آب بیرون آمده آن عقرب بر پشت او دوید و ضفدع با آب در آمده
و او را از آب گذرانیده عقرب از پشت او خود را بیندخت و دوان شد شیخ با خود گفت که دزن
شتری هست از عقب گردم روان شده به درختی رسید دید که جوانی مست لایعقل در غایت

پر گوهر برجوشید و بجائی رسید که بزبان حال از زبان قاسم الانوار میفرمود

باز دست عشق عقلم را گریبان میکشد | باز جان را بر سر یغز سلطان میکشد

لابن الفارض

هوی عبرت نمت به وجوی نمت | بحرق او دواهالی او دت

ادائی که چه میگوید بزبان فنائی میفرماید رباعی

گه اشک شود شعله فروز دل من | گه آه کند زیاده سوز دل من
القصه بگشت در دبی درمانم | امروز مباد کس بروز دل من

لابن الفارض

طوفان نوح عند نوحی کادمعی | وایقاد نیران الخلیل کلوعتی
رباعی بحریست دلم که بوی خون آید ازو | صد شعله بهر دمی فزون آید ازو
صد بار چو آب و آتش نوح و خلیل | تا چشم بهم زنم برون آید ازو

عشق آنحضرت دست در گردن حسن امام جابر حیان کرد و مادر او را به عقد نکاح خود در آورد و بتربیت او مشغول شد و در فضل و کمالش بمرتبه رسانید که اقصای لوکشف الغطا را بدید در تفصیل علوم تخصیص حکمیات چنان شد که انچه حکما در کمیتش حیران بوده اند و حکمت او بیان نتوانسته اند کرد و بجاهلیت قایل شده اند جابر حکمتش را گفته

موضع حضرت امام جعفر و امام جبان

روزی سر بگریبان تفکر فرو برده بود و متامل نشسته حضرت امام جعفر بر سر او آمده پرسید که در چه کاری عرض کرد که میخواهم که تحقیق کنم که از چرنده و خزنده و پرنده کدام بیضه می نهند و کدام بچه مے آورند امام فرمود که محتاج بدین مقدار فکر نیست بنویس که گوش هر حیوان که مرتفع است بچه می آورد و گوش هر کدام که منخفض است

بحر محبت چو شود موج زن — محو شود سایهٔ ما و من
کوکبهٔ عشق بر آرد علم — دل بکشد در سر هستی قلم
محض حقیقت شود آنگه مجاز — دیدهٔ دیگر شود از دیده باز
دیدهٔ اول رخ خود بین مدام — چشم دوم عکس رخ این تمام
ناظر و منظور خود و خود نظر — خود شده آئینه خود آئینه گر
آینه و مردمک دیده خود — دیده خود و عکس خود و دیده خود

ولهذا ائمهٔ هدی و حضرات اولیا

نظم

محرمان سراچهٔ قدسی — لوح خوان سراچهٔ قدسی
پادشاهان تخت روحانی — غوطه خواران بحر سبحانی
شاهبازان در قفس مانده — پیش بینان باز پس مانده
می نخورده شده ببوی مست — دوست نادیده دل بداده بدست
بار محنت کشیده چون ایوب — زهر فرقت چشیده چون یعقوب
جان انا الحق زنان و تن بردار — فارغ از جنت و گذشته زنار
بن و بیخ خیال برکنده — گشته آزاد و همچنان بنده

مجلس اول

حضرت امام جعفر صادق علیه الصلوة و السلام که انسان العین حقیقت ایشان اقتباس نور از مشکوة حقیقی کرده بحبت مشاهده پرتو حسن مطلق نظارهٔ جمال دلربایان هوش میکرده اند و مرغ دل را در اوقات مختلفه از دانهای خال و لربای ایشان قوت لایموتی مهیا می ساخته از انجمله چون طوفان محبت زور آورده بمنطوق و فارت التنور اب محیط عشق از عین جعفر که دریاست

انسانی راکه محیط همه است لائق صورتی تواند بود که جامع جمیع مراتب حسن و کمال باشد
واگر نیک نظر کنی خود بود که خود با خود عشق بازد و با غیر نپردازد

رباعیه

چشمش بنگر که مست لبهای خود است
خود ساقی لعل فرح افزای خود است
خود بین چو شوم نشست اگر بر چشمم
چون می بینم که در تماشای خود است

که همین عشق مجازی باشد که از غلبهٔ صورت معشوق که آئینهٔ جمال حقیقی ست چون یقین عاشق را بسوزد و بی مزاحمت غبار اغیار اعتبارات وحجت خبثیات خود بخود عشقبازی کند حقیقی گویند و هر امر و حالی که بسبب اعتبارات از حقیقت ممتاز گشته باشد چون قطع نظر از اعتبارات کنند غیر حقیقت نماند پس خود عاشق باشد و خود معشوق لیلی عاشق خود ست و معشوق خود و مجنون درمیان بیخود

رباعیات

گفتم که کرائے تو بدین زیبائی
گفتا خود را که خود منم میبائی
هم عشقم و هم عاشق و هم معشوقم
هم آینه هم جمال هم بینائی
گفتم بهزار دل ترا دارم دوست
درخنده شد از ناز که این شیوه نکوست
گفتم مصنما راه وصال از که به کیست
فرمود که ای دوست هم از دوست بدوست
یحبهم ویحبونه چه اقرار است
بزیر پرده مگر خویش را خریدار است
دو عاشقند و دو معشوق در کمین و مکان
ولی تصور اغیار محض پندار است

نظم

عشق مجازی که شود غرق حسن
برق زند شعشعهٔ برق حسن
صورت محبوب تجلی کند
قبلهٔ مجنون رخ لیلی کند
چون شود او غرقهٔ حسن تمام
گردد ازان ردی محبت بنام

یکے از یک صراحی کشتہ عاشق — یکے دیگر فرو بردہ بہ یکبار
مے و خمخانہ و ساقی و خمار — مشیدہ جملہ و ماندہ دہن باز
زہے دریا دل رند سرافراز — از ینجاست کہ زبان ہر بتیش در بیان
منقبتش بزبان شیخ عراقی میفرماید — خورشید آسمان ظہورم عجب مدار
ذرات کاینات اگر گشت منظرم — ارواح قدس چیست نمودار معنیم
اشباح انس چیست نگہدار پیکرم — بحر محیط رشحۂ از فیض فائضم
کان کریم شمۂ از لطف گوہرم — از عرش تا بفرش ہمہ ذرۂ بود
در پیش آفتاب ضمیر منورم — روشن شود ز روشنیٔ ذات من جہان
گر پرتو صفات خود از ہم فرو درم — آبی کہ زندہ گشت از و خضر جاودان
آن آب چیست قطرۂ از حوض کوثرم — وان دم کز و مسیح ہمی مردہ زندہ کرد
یک نفحہ ایست از نفس روح پرورم — بحر ظہور و بحر بطون و قدم بہم
در من ببین کہ مجمع بحرین اکبرم — فی الجملہ مظہر ہمہ اسماست ذات من
بل اسم اعظمم بحقیقت چو بنگرم — وچون عشق مجازی کہ عبارت از افراط

محبت ست و آئینہ نمایش عشق حقیقی ست جز از حسنی کہ ظاہر در مظہر انسانی باشد کہ پرتو حسن مطلق است صورت نہ بند و خواہ آن مظہر وجیہ باشد یا دلبری عدیم اللحیہ نظم

گفت دلدار در آئینۂ رخسار من — بخدا اینگری گفتمش آری بخدا
خدای در دو جہان دوستدار صورت خوبست — برغم گر نظران بندہ باش و کار خدا کن

و آئینۂ دل او موصوف ہست بہ سعت لا یسعنی ارضی و لا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد المومن

نظم

کدام دل — آن دلی کو گشت ناپروای دل — شد ز مستی غرقۂ دریای دل
آن دلی کز آسمانہا برترست — آن دلی کز ہر جہان پر گوہرست — ہر آئینہ جز بصورت حسن تام

کہ مظہر انسانیست مستغرق نگردد زیرا کہ منشاء عشق و محبت جز مناسبت نیست پس آئینۂ دل

بودے چنانکہ عطار فرمودہ است

بیت

چو پشت آئنہ از تیرگے تن ولی جان روی آئینہ ست روشن
چو پشت آئنہ چون روی گردد یکی باشد اگر صد سوی گردد
محمد را چو جان تن بود و تن جان سوی معراج شد با این و با آن

بصاحب گلشن

زخود ہر دم ظہور سایہ شد کہ آن معراج دین را پایہ شد
زمان خواجہ وقت استوا بود کہ از ہر ظل و ظلمت مصطفے بود
بخط استوا بر قامت راست ندارد سایہ پیش و پس چپ و راست
بدست او چو شیطان شد مسلمان بزیر پای او شد سایہ پنہان
ندارد سایہ کو دارد سیاہی زہے نور خدا ظل الٰہے

حضرت مولوی صاحب مثنوی میفرماید کہ روزی در سر میدان شمس تبریز کہ ہنوز من او را نمیشناختم عنان مرا گرفت و سوال کرد کہ مرتبۂ محمدی بلند ترست یا مرتبۂ منصوری و بایزیدی مرا ازین سوال چنان آمد کہ دود سیاہ از زمین بر آمد و بآسمان رسید کہ اطباق سموات از ہم فرو ریخت گفتم درویش عجب سوالی میکنی محمد کجا و منصور و بایزید کجا ہیہات ہیہات گفت پس چونست کہ یکی میگوید انا الحق و آن دگر میگوید سبحانی ما اعظم شانی و حضرت محمد میگوید کہ ما عرفناک حق معرفتک و ما عبدناک حق عبادتک گفتم کاسۂ قابلیت منصوری و بایزیدی تنگ بود بہ اندک شرابی از سر بدر رفت و قلزم قابلیت مصطفوی را گنجایش آن بود کہ از خمخانۂ فیوضات الٰہی

ہر چند شرابات نامتناہی ریختندی پر نشدی
ہل من مزید می زند از بہر باقیات
یکے از رنگ صافش ناقل آمد یکے از نیم جرعہ گشتہ صادق

فرود آمدی ومضمون آیت فاوحی الی عبده ما اوحی بدو فرود می آوردی وچون بازمی گشتی



وآنحضرت ازینجودی مقام لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملک مقرب

ولانبی مرسل بنجودی آمدی	الکمینی یاحمیرا میزدی

وهروقت طوفان نوح خون درجوش وخروش می افتادی ارحنی یا بلال می گفتی وهرگاه شجرهٔ نفس قدسیه اش از اصل طینت قابلیت وحدت جمعی او که ظل وحدت حقیقی است ثمرهٔ حسن وملاحت وعشق وحزن باهم برآوردی که شعر

محمد دارای قاسم ثمر مطلوب جان آمد	ولیکن مشهد موسی نظر اندر شجر کردن

ومشهد ختمیت که معراج دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ست التحیات لله گفتی والسلام علیک ایها النبی شنیدی هرآئینه درانوقت جانب ظلمانی چراغ دلش راکه بقاعدهٔ کثرت منمحی گشته چون عین جانب روحانی نورانی او گردیده وتمام روح شده آئینه یکدیگر

عقلی که در صفات تو لاف بیان زده — رویت ز لمعه پیشه و کاروان شده
چشمت به غمزه ره صد کاروان زده — یک ناله زد ز شوق دلم تیر غمزه خورد
زان پس هزار نعره بامید آن زده — هر روز درد و سوز دلم را زیاده کن
تا در طریق عشق نباشم زیان زده — برخاسته ز فکر جهان جان قاسمی
تا از شراب شوق تو رطل گران زده — هرگاه سهیل حسن از مشرق صبح سعادتش

طالع شدی و از برای تفاول از مصحف آفتاب جمالش سورهٔ والشمس برآمدی مخاطب بخطاب مستطاب شدیا احمد گردیدی و از عالم قدس این حدیث شنیدی نظم

روحی فداک ای صنم الطجی لقب — آشوب ترک و شور عجم فتنهٔ عرب
کس نیست در جهان که ز حسنت عجب نماند — ای در کمال حسن عجب تر ز هر عجب
هر کس نیافت جرعهٔ از جام وصل تو — زین بزمگاه تشنه جگر رفت و خشک لب
تا زلف تو شبست و رخت آفتاب چاشت — والليل والضحی ست مرا در روز و شب
رفتن بسر طریق ادب نیست در رهت — ما عاشقیم و مست نیاید ز ما ادب
دل باد منزل غم و سر خاک مقدمت — کاین موجب شرف بود و مایهٔ طرب
مطلوب جامی از طلبم گفته که چیست — مطلوب او همین که دهد جان درین طلب

و هر وقت آفتاب ملاحت که آن معینی سنت و رای حسن که بواسطهٔ غلبهٔ احکام وحدت سلطنت اطلاق از ادراک عین بصیرت که مدرک خفیات اشیاست و بغایت باریک و نازکست و محققی آنرا جز بدیدهٔ شهود که مکحل وحدت حقیقی مکتحل باشد ادراک نتوان کرد از افق سپهر سر جمال و ظل وحدت حقیقی آن حضرت بفحوای حدیث انا ملح من یوسف برآمدی من رانی فقد رای الحق و من یطع الرسول فقد اطاع الله برخود خواندی این مطلع حسن گفتی مطلع

انا ملح که حدیث تو در افواه انداخت — قصهٔ یوسف مصری همه در چاه انداخت

و هر محل که قلزم عشقش در تلاطم افتادی روح القدس در صورت دحیهٔ الکلبی از برای تسکین او

ملاحت از جهان بی مثالی | درآمد هیچو رند لاابالی | به شهرستان نیکویی علم زد
همه ترتیب عالم را بهم زد | غلغله و دبدبهٔ عظیم در عالم افتاد حسن و عشق و حزن از
زاویهٔ خمول سر بیرون کردند گرد و غبار آن کثرت و ازدحام اندکی کم شده بود دیدند
که ملاحت با هزار حشمت و ابهت هم بموجب فرموده مشارالیه نظم

گهی با نطق تیغ ابدارست | چو در تشخص ست گویندش ملاحت | گهی بر خرش خوبی شهوارست
نبی و شاه و درویش و توانگر | همه در تحت حسن او مسخر | چو در نطق ست گویندش فصاحت
حسن و عشق و حزن اورا

نمی شناختند هریک به تخمین و قیاس سخنی میگفتند ناگاه عشق را الهامی رسید و بسر حد ولایت
ملاحت پی برد می شنیدم که آهسته آهسته با حزن می گفت هم بموجب فرموده مشارالیه نظم

درون حسن وی نیکو از آن ست | نه آن حسنست تنها گوی آن ست | جز از حق می نیاید لربانی
که کس را نیست شرکت در خدائی

ازانروی همه سر بر قدم ملاحت نهادند و پیش او در زمین افتادند
واستدعا نموده او را بخانهٔ حسن فرود آوردند و خود را بنده وار بدو سپردند تا هنگامی که تباشیر
صبح سعادت محمدی و آفتاب عالمتاب احمدی از افق عالم قدس لامع و طالع شد حسن
و ملاحت و عشق و حزن متوجه سرادقات اجلال جلال آنحضرت گشته ملازم کریاس اساس
شدند هرکدام را در محلی لائق مقامی مقرر فرموده و نقش بیگانگی از لوح قابلیت ایشان
بزدود تا ملاحت عین حسن و عشق عین حزن گشت ظاهر ایشان باطن ایشان و باطن ایشان
ظاهر ایشان گردید ملاحت در مظهر انبیای دیگر نهان بود و اینجا عیان شد چنانکه قاسم
فرموده است بیت

باهمه انبیا آمده در خفا | ظاهر با مصطفی خسرو اقلیم عشق

گوش خلوتیت بر بام دولتش فرو کوفتند و شایستهٔ جمعیت بر سر بارگاه حشمتش زدند و کتابهٔ ایوان
شاهنشاهیش نوشتند غزل

ای کوس کبریای تو در لامکان زده | وی آتش سرای تو در ملک جان زده
عشقت بغیرت آمده و قهرمان شده | آتش میان خرمن صاحبدلان زده
حیران شد از لوامع اشراق آن جمال

به کف جبریل ع حاضر داشت سیبی | که باغ خلد ازان میداشت زیبی | چو یوسف ع را بدست آن سیب بنهاد
روان آن سیب را بوسید و جان داد | چو یوسف ازان بو جان برآمد | زجان حاضران افغان برآمد
زلیخا گفت این شور و فغان چیست | پر از غوغا زمین و آسمان چیست | بدو گفتند کان شاه جوانبخت
بسوی تخته رو کرد از سر تخت | وداع کالبد تنگ جهان کرد | وطن بر اوج کاخ لامکان کرد
چو بشنید این سخن از جویشتن رفت | فروغ تیز هوشش از بدن رفت | ز فرط ضعف چون آمد بخود باز
ز یوسف ص کرد اول پرسش آغاز | جز این از وی خبر بازش ندادند | که همچون گنج در خاکش نهادند
زبان پر از نوای بینوائی | بدو میگفت از داغ جدائی | بیا ای کام جان محروم میمم بین
ز ظلم آسمان مظلوم میمم بین | بریدی از من و یادم نکردی | بدیدار ز خود شادم نکردی
وفا دارا وفاداری نه این بود | به یاران شیوهٔ یاری نه این بود | عجب خاری شکستی در دل من
که بیرون ناید الا از گل من | نه جائی راه رفتن کردهٔ ساز | کز آنجا هیچگه آید کسی باز
همان بهتر کز اینجا پر کشایم | بیک پرواز کردن سوی تو آیم | بگفت این و عماری دار را خواست
برای خود عماری را بیاراست | بیک جنبش ازان اندوه خانه | به رحلتگاه یوسف شد روانه
ندید آنجا نشان زان گوهر پاک | بجز خرپشتهٔ از خاک نمناک | ز رخسار چو زر در زر گرفتش
ز اشک لعل در گوهر گرفتش | چو درد و حسرتش از حد برون شد | بر سم خاکبوسی سرنگون شد
به چشمان خود انگشتان در آورد | دو نرگس را ز نرگسدان در آورد | چو آن مسکین ز تابوتش جدا ماند
دو بادام سیه بر خاکش افشاند | بخاکش روی خون آلود بنهاد | به مسکینی زمین بوسید و جان داد

چون این واقعهٔ هایله با حادثهٔ یوسف ع و یعقوب ع انضمام یافت و مدت عمر ایشان اختتام پذیرفت حسن و عشق و حزن سرگردان و حیران بماندند و بجای اشک خون از دیدگان افشاندند چنانکه

هم او فرموده نظم

حیران نوحه که بهر یوسف ع او کرد | همیکردند آنها با دو صد درد
بشستندش ز دیده اشک باران | چو برگ گل ز باران بهاران | هر سه برادر کنج زاویه اختفا

و ستتار گلیم ادبار در سر کشیدند بیکبار چنانکه صاحب گلشن قدس سره فرموده است نظم

الاحقت

تمنای دل محنت کشیده ۰ زخود کردی نخست امید وارم ۰ به نومیدی فتاد آخر قرارم
فتادم در زبان مردم از تو ۰ شدم رسوا میان مردم از تو ۰ گرفتم آنکه در چشم تو خوارم
بنزدیک تو بس بی اعتبارم ۰ مده زین خواری و بی اعتباری ۰ زخاتونان مصرم شهر مساری
شد از انفاس آن افسونگر گرم ۰ دل یوسف به بیرون آمدن نرم ۰ پی تزئین او چون باد برخاست
چو سرو از حلهٔ سبزش بیاراست ۰ فروآویخت گیسوی معنبر ۰ به پیش حلهٔ اش چون عنبر تر
میانش را که با مو همبری بود ۰ ززرین منطقه زیور گری بود ۰ بسر تاج مرصع از جواهر
زهر جوهر هزارش لطف ظاهر ۰ بپا نعلینی از در و گهر پر ۰ بر و بسته دوال از رشتهٔ در
روائی از قصب کرده حمائل ۰ بهر تارش گره صد جان و صد دل ۰ بدستش داد و زرین آفتابه
کنیزی از پیش زرکش عصابه ۰ یکی طشتش بکف از نقرهٔ خام ۰ بسان سایه او را گام برگام
بدانسان هر که دیدش چابک و چست ۰ نخست از جان شیرین دست خود شست ۰ نیارم بیش ازین گفتن که چون بود
که از هر وصف کاندیشیم فزون بود ۰ زخلوتخانه آن گنج نهفته ۰ برون آمد چو گلزار شگفته
زنان مصر کان گلزار دیدند ۰ زگلزارش گل دیدار چیدند ۰ بیک دیدار کار از دست شان رفت
زمام اختیار از دست شان رفت ۰ زز یبا شکل او حیران بماندند ۰ زحیرت چون تن بیجان بماندند
چو هر یک را دران دیدار دیدن ۰ تمنا شد ترنج خود بریدن ۰ ازان خون کو زانگشتان برون شد
ترنج او حباب جوی خون شد ۰ **موضع یوسف و زلیخا** ۰ یکی از تیغ انگشتان قلم کرد
بدل حرف وفای او رقم کرد ۰ یکی برساخت از کف صفحه سیم ۰ کشیدش جدول از سرخی چو تقویم
چو دیدندش که جز والا گهر نیست ۰ برآمد بانگ از ایشان کین بشر نیست ۰ زلیخا گفت هست این آن یگانه
کز و یم سر نشتها را نشانه ۰ چون مدتی برین حال گذشت عاقبت الامر بموجب فرمودهٔ او نظم
بخلوت محرمان با هم نشستند ۰ بروی غیر مشکین پرده بستند ۰ بسی با یکدگر زینگونه بودند
ز شاخ عیش گلهای ربودند ۰ بسی بر بزم شان سنبل سمن ریخت ۰ نگر کی عاقبت بر باغ شان چه رخت
چون حضرت یوسف را فرمان رسید که از دار فنا بدار بقا پیوندد و رخت بر بندد چنانکه هم او فرماید نظم

هر چند خون دل را در گوشه ها بپوشم — هر دیده کند باز حال من آشکارا
بر خاک راه فگند زینسان قضا یم آخر — می بوده بی وفائی هم اینقدر قضارا
معلوم شد که جز مرگ امروز چاره نیست — با داغ او فنائی عشاق بی نوارا

لحضرت جامی

زنان مصر ازان آگاه گشتند — زلیخا را چو بشگفت آن گل راز — جهانی شد به طعنش بلبل آواز
زبان سرزنش بر وی کشادند — ملامت را حوالنگاه گشتند — به هر نیک و بدش در پی فتادند
چنان در مغز جانش جاگرفته است — که دست از دین و دانش اگرفته است — عجب گمراهیی پیش آمد اورا
که رو در بندهٔ خویش آمد اورا — عجب تر کان غلام از وی نفورست — ز دمسازی و همراهیش دورست
همانا پیش چشم او نکو نیست — از انرو خاطرش را میل او نیست — گر آن دلبر گهی با ما نشستی
زما دیگر کجا تنها نشستی — زلیخا چون شنید این داستانرا — فصیحت خ است آن نار استانرا
روان فرمود جشنی ساز کردند — زنان مصر را آواز کردند — چه جشنی بزمگاه خسروانه
هزارش ناز و نعمت در میانه — نهاد از طبع حیلت ساز پر فن — ترنج و کزلک دست هر زن
بیک کف کزلکی در کار خود تیز — بدیگر کف ترنجی شادی انگیز — ترنج رنگ او صفرای فاقع
پی صفرائیان درمان نافع — بدیشان گفت پس کای نازنینان — به بزم نیکوئی بالانشینان
چرا دارید زینسان تلخ کامم — به طعن عشق عبرانی غلامم — اگر دیده ز وی پر نور دارید
بدید ارش مرا معذور دارید — اجازت گر بود آرم برونش — بدین اندیشه کردم رهنمونش
همه گفتند کز هر گفتگوئی — بجز وی نیست ما را آرزوی — بفرما تا برون آید خرامان
کشد بر فرق ما از ناز دامان — بدین بی رخش نیکو نیاید — نمی برد کسی تا او نیاید
زلیخا دایه را سویش فرستاد — که بگذر سوی ما ای سرو آزاد — برون نه پا که در پای تو افتیم
به پیش قد رعنای تو افتیم — بقول دایه یوسف برنیامد — چو گل ز افسون او خوش برنیامد
بیای خود زلیخا سوی او شد — دران کاشانه همزانوی او شد — بزاری گفت کای نور دو دیده

بعشرت دستم اندر گردن آویز | وگرنه بر دمش از خنجر تیز | نیاری دست اگر بر گردن من
بود خون منت حالی بگردن | زلیخا در تقاضا گرم و یوسف | همی انگیخت اسباب توقف
روان میخواست گیرد محکمش دست | که یوسف بر کشاید بر هدف شست | بجست از پیش و شد بر گام تیزش
گشاد از هر دری راه گریزش | بهر در کامدی بی در کشائی | پریدی قفل جائی پره جائی
اشارت کردنش گوئی با نگشت | کلیدی بود بهر فتح درشت | زلیخا چون بدید این از عقب جست
بدو در آخرین درگاه پیوست | پی باز آمدن دامن کشیدش | زسوی پشت پیراهن دریدش



زلیخا دامن یوسف گرفته بر زمین افتاد و زبان به زاری بکشاد و این مطلع فنائی را خواند

دستم نمیرسد که در آرم بگردنت | دست من شکسته بیکس و دامنت

✤ غزل ✤

در دا کز آتش من بگداخت سنگ خارا | در دل نکرد اثر هم آن یار بی وفارا
بر خاک نامرادی افتاده ام بدین روز | رحمی بمانه او را صبری ازو نه مارا

طمع را آتش اندر جان فتاده | زلیخا دیده و دل مست جانان | نهاده دست خود بر دست جانان
به شیرین نکتهای دلپذیرش | خرامان برد تا پای سریرش | ببالای سریر افگند خود را
به آب دیده گفت آن سرو قدرا | که ای گلرخ بروی من نظر کن | بچشم لطف سوی من نظر کن
ولی یوسف نظر با خویش میداشت | زهم فتنه سر و پیش میداشت | به فرش خانه سر افگنده پیش
مصور دید با او صورت خویش | ز دیبا و حریر افگنده بستر | گرفته یکدگر را تنگ در بر
از انصورت روان صرف نظر کرد | نظرگاه خود از جای دگر کرد | اگر در را و گر دیوار دیدی
بهم آن هر دو گلرخسار دیدی | فرو دش میل ازان سوی زلیخا | نظر بکشاد بر روی زلیخا
زلیخا زان نظر شد تازه امید | که تا بد بروی آن تابنده خورشید | به آه و ناله و زاری درآمد
ز چشم و دل بخونباری درآمد | که ای خود کام کام من روا کن | بوصل خویش دردم را دوا کن
بحق آن خدائی بر تو سوگند | گه باشد بر خداوندان خداوند | بجاه و نرگس مردم فریبت
به دیبا پوش سرو جامه زیبت | بآن موئی که میگوئی میانش | به آن سری که میخوانی دهانش
به مشکین نقطه ات بر روی گلرنگ | بشیرین خنده ات از غنچه تنگ | به استیلای عشقت بر وجودم
به استغنایت از بود و نبودم | که بر حال من بیدل ببخشا | ز کار مشکلم این عقده بکشا
بدل عمریست تا داغ تو دارم | هوائی بوئی از باغ تو دارم | زمانی مرهم داغ دلم شو
به بوی رونق باغ دلم شو | ز قحط هجر تو بس ناتوانم | ببخش از خوان وصلت قوت جانم
جوابش داد یوسف کای پریزاد | گه ناید با تو از حور و پری یاد | مکن تعجیل در تحصیل مقصود
بسا دیر آکه خوشتر باشد از زود | زلیخا گفت کز تشنه مجو تاب | گه اندازد بفردا خوردن آب
ز شوق جان رسید بر لب امروز | نیارم صبر کردن تا شب امروز | کی آن طاقت مرا آید بدیدار
که با وقت دگر اندازم این کار | زبان در بند دیگر زین خرافات | بجنبان از جا که فی التاخیر آفات
مرا در خشک فی آتش فتاده است | ترا با آتش من خوش فتاده است | ازین آتش چو دودم تا بکی تاب
بیا بر آتشم زن یکدم آبی | مزن بر روی کارم دست رد را | که خواهم کشت از دست تو خود را

آنکه چون آئینه با ذرات عالم روبروست | وآن جبة القلب که آنرا کلمه طیبه خوانند

بعد ازان تربیت شجرهٔ طیبه میکرد و موسی در وادئ مقدس طوی ازان شجره نفس قدسیه در کوه طور صدای انی انا الله میشنود ازان شجره در عالم کون و فساد عکسی افتاده و به ظل موسوم شده و او را بدن میخوانند و درخت منتصب القامته میگویند و چون این درخت بالیدن آغاز کند و به نشو و نما در آید عشقه عشق سر از گوشه برآورد و در و پیچد و نم شبریت در و نگذارد و چندانکه بیخ او بیشتر شود آن درخت زودتر گردد ازینجاست که امام احمد غزالی گفته

رویم چو بدیدز رد آن سبز نگار | گفتا که دگر بوصلم امید مدار | زیرا که تو ضد ما شدی در دیدار
تو رنگ خزان داری و ما رنگ بهار

پس آن عشق هم در خانهٔ زلیخا و هم در خانهٔ یوسف برای خود منازل ساخت و هم آنجا میبود و هم اینجا و امکان ندارد که بی عشق مجاز کسی بحقیقت رسد که المجاز قنطرة الحقیقة و عشق و طبع موزون لازم نشاه ولایت است و بحکم و ما علمناه الشعر و ما ینبغی له انبیا چون صاحبان تمکین اند و شعر گفتن و اظهار عشق کردن چون در مقام تلوین ست لائق شان انبیا نیست بدانجهت حضرت حق تعلیم رسل نکرد نه آنکه بران قادر نبود پس آن عشق ظاهر که از انشای زلیخا سر برزده بود عکس عشق یوسف بوده باشد لحضرت جامی

بصدق آنکس رسد در عاشقی گام | که آمد در طریق عشق صادق | نه نامد بر سرش معشوق عاشق
بمعشوقی برآمد آخرش نام | هر که او در عشق صادق آمدست | بر سرش معشوق عاشق آمدست
لحضرت مولوی معنوی | آنکه عاشق دید پیش معشوقدان | گو به نسبت هست هم این و هم آن
لحضرت عطار | لیک عشق عاشقان تن زده کند | عشق معشوقان خوش و فربه کند | و ما بین آن عشق و سوز و عین

آن حسن عالم افروز زلیخا بحکم این بیت شیخ عراقی که بیت

روی بروی تو میخواهم و گنجی همه غم | بر همه خلق جهان کرده در انس فراز | یوسف را در خانه ببرد و در ها ببست و بفراغت خاطر روی بروی
او نشست لحضرت جامی

گر نه شحنه و سیب عسس نی | در و جز عاشق و معشوق کس نی
رخ معشوق و پیرایهٔ ناز | دل عاشق سرود و عشق پرداز | هوس را عرصهٔ میدان کشاده

از دست بداد خزان و زجور بد عهدی دهر		دل لاله را در بزم گل بر حال گلشن سوخته
در سینه ات گر آخگری یا بی فنائی دل مگو		دیوانهٔ بیچاره در کنج گلخن سوخته

چون یوسف عزیز مصر شد و خبر بکنعان رسید یعقوب و فرزندان باحزن راه مصر جمعیت پیش گرفتند چون به یوسف رسیدند و آن خورشید جمشید اهبت را بر تخت سلطنت حسن تکیه زده بدان عزیزی بدیدند همه روی بر زمین نهادند حضرت یوسف گفت این تاویل آن خوابست که دیده بودیم که یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتهم لی ساجدین در همان صحبت حضرت یوسف از یعقوب پرسید که عشق چه کس ست و حزن کیست چون میدانست که در فراق او عشق و حزن با جان یعقوب چه کرده اند یعقوب در جواب یوسف تا حال خود را بدلالت التزامی اعلام یوسف کند گفت عشق بسر عشقه است و آن گیاهی ست که عشق پیچانش گویند که در باغ پدید آید و بر درخت پیچد و جمله درخت را فرو گیرد و چنانش بفشارد که نم در شاخ و برگ درخت نماند و هر غذائی که بواسطهٔ آب و هوا بدرخت میرسد بتاراج ببرد و او را خشک گرداند بلیت

عشق ما را کرد خالی خود بجای ما نشست		پر شدیم از عشق حق فی مغز ما نه اینجا نه پوست

همچنان در عالم بشریت در حقیقت منتصب لقائه که آن بجنة القلب پیوسته که از زمین ملکوت برآمده و این جنة القلب دانه ایست که باغبان ازل و ابد از انبار خانه الارواح جنود مجندة در باغ ملکوت قل الروح من امر ربی نشانده و بنجودی خود پرورش آن داده که قلوب العباد بین الاصبعین من اصابع الرحمن یقلبها کیف یشاء و مدد آب علم و من الماء کل شئی حی بانسیم ان ربکم فی ایام دهرکم نفحات ازمین یمین الله بدین جنة القلب میرسد و صد هزار شاخ و برگ و عانی از و سر میزند و بفحوای انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن عاشقان استشاق روائح آن نسمات مینمایند که الافتعرضوا لها بیت تا محمد گفت بر دست صبا

از زمین آمد بمن بوی خدا ✻ نظم ✻		بوی جان می آید از باد صبا این بوچه بوست
مشک را این جا نباشد نکهت گیسوی اوست		چیست بو واقف شدن از سر محبوب ازل

وعشق را گرامی تر از جان خود ساخت وگفت بیت ما و این عشق دل افروز که جان در جانیم

باخود ازدوست چه گویم که عین آنیم | تا آنگاه که حضرت یوسف بمصر آمد و نقاب

عزت بگشاد آتش در مصر افتاد خبر به زلیخا رسید وعشق نیز بشنید عشق چون مدتی بود که از حسن جدا افتاده بود در فراق او چگویم که چها کشید دیوانه اگر بیان زلیخا بگرفت و او را بتماشای یوسف کشید فریاد از نهاد زلیخا برآمد و این بیت سلمان خواند بیت یار بزنجیر زلف باز مرا می کشد

در پی او میروم تا بکجا میکشد | چشم زلیخا چون بر جمال یوسف افتاد از زبان عراقی گفت بیت

همه جمال تو بینم چو دیده باز کنم | همه شراب تو نوشم چو لب فراز کنم | حرام دارم با دیگران سخن گفتن

حدیث عشق تو گویم سخن دراز کنم | قاسم الانواریت | هزار دیده کنم وام اگر تو انم کرد

که در جمال تو سیر دیده تماشایت | خواست تا پیش رود پای دلش بسنگ حیرت درآمد و از جای

صبر بلغزید و بر خاک مذلت بیفتی افتاد و بدین ترانه مترنم گردید که اشعار

جان علوی هوس چاه زنخدان تو داشت | دست در حلقهٔ آن زلف خم اندر خم زد

حافظ آنروز طرب نامهٔ عشق تو نوشت | که قلم بر سر اسباب دل خرم زد

چون نظر دیگرش بر روی یوسف افتاد برق حسن بدرخشید و به سویدای دلش رسید یکبارگی سودائی گشت و این مطلع رشید وطواط را خواند که بیت تا تو بر برگ سمن نقطهٔ سودا زده ٔ

در سویدای دلم آتش سودا زده ٔ ✣ نظر بر جمال یوسف دوخت پروانه وار بر شمع رخسارش بسوخت

این مطلع امیر معینی را بعرض حسن رسانید که بیت

هر چیز غیر عشق تو دیدم بسوختم | شمعی درون سینه ز دل بر فروختم

در بزم غم پروانه کس دید و چون من سوخته | در خاک و خون گردیده جان رفته و تن سوخته | و این غزل را بر عشق خواند غزل

مجنون عشقم دود دل گردیده بر سر موی من | برق غم لیلی وشم زاندم که دامن سوخته

تا کاشته در باغ دل دهقان غم تخم امید | کس همچو من بیحاصلی کم دیده خرمن سوخته

از سوزن مژگان خود گیرم که دوزم سینه را | وه چون کنم با چاک دل چون جای سوزن سوخته

پهلوی مجنون کاشکی بودی مرا ویرانه — چون هجر یارم دشمنی در قصد جان وه چون کنم
بنیاد صبرم بر دل و دل در میان دیوانه — پهلو به پهلو در تنم خواهد نشیند ناوکش
تا ره نیابد در دلم اندیشهٔ بیگانه — چون عقد پروین متصل بودیم یکچندی بهم
بگسست چرخ آن رشتهٔ وانگند هر جا دانه — مجنونم و پر خون کفن بر کنده دل از جان و تن
گر دیده حال کوهکن در دور من افسانه — هرگز نشیبی آن شمع را دل بر فنای خود نسوخت
سوز دگر بر حال اور وزی دل پروانه — دل زلیخا بر عشق بسوخت دار شنیدن

آنحال آتشی در سینه اش برافروخت از حال برادرانش پرسید گفت بیکبار آوازه در ولایت ما افتاد که در عالم خاک کسی پیدا شده بوالعجب هم زمینی ست و هم آسمانی هم جسمانی و هم روحانی من آن حال را بر حسن عرض کردم حسن رفت و آنجا قرار گرفت و ما را چون حد آن نبود که در مقام او باشیم در گلخن دل آدم آتش کردن مشغول شدم تا آدم زنده بود در گلخن تابی میکردم و حمام بدن آدم به آتش من گرم میشد از خوا دلسوزی میدیدم فاما آدم را بمن چندان آشنایی نبود هر چه داشت با جوانی داشت میل نام که سبق خدمتی با آدم میبودش و در بهشت آدم را

شیفتهٔ گندم او ساخته بود شعر — آنکه در خلد بر نیش بسر آمد کار ے
کاش بر دی ز رهش دانهٔ خالی باری — آدم از عالم رفت و نوبت به یوسف رسید

چون حسن واقف گشت بهمان قاعده رفت و همزانوی یوسف گردید و من و حزن از عقب رفتیم دیدیم که حسن ازان زیاده شده که بود مطلقا با التفات ننمود بیت کردم سلام گرم و زدم بوسه بر رکاب هیچ التفات سوی من مبتلا نکرد چون دیدم که استغنای او ازان زیاده است که ما را بخود راه دهد

هر یک رو بطرفی کردیم سر در بیابان نهادیم بیت — چون بدیدیم که وصل تو بما می نرسد
باز گشتیم به خجلت پس سر خاریدیم — و مع هذا چنانکه قاسم فرموده بیت
هرگز هوای وصل تو از جان ما نرفت — سودای سلطنت ز سر این گدا نرفت

حزن بکنعان رفت و من با اینجا آمدم زلیخا چون این حکایت شنید خانهٔ دل را به عشق پرداخت

از کجا میروی ای دوست چنین شنگ و لطیف | بکجا میروی ای یار بدین زیبائی

گفت مردی سرگردانم بکار خود حیران رباعی

هر روز بمنزلی و هر شب جائی | چون زورق افتاده بهر دریائی | نه منزل و مامنی و نه ماوائی
از هر چه بغیر دوست نا پروائی | وفی قصه طول انت ملول | حال پامالان آه عشق مپرس مپرس

القصه به نقد از بیت المقدس می آیم و در محلهٔ نامرادی وطن دارم و در هر چار سوی رسوائی دکان داری میکنم و متاع دکانم همه رنجست و محنت و غم و درد و ملامت هزار آتش و دود غمست و نامش عشق هزار محنت و درد و بلا و نامش یار | به طلب خانه بر اندازان میروم شعر | گه معتکف دیرم و گه ساکن مسجد یعنی که ترا میطلبم خانه بخانه | و مرا انجا شهر آشوب میگفتند اینجا بلاشور میگویند چون در عرب باشم عشقم خوانند و چون بعجم روم مهرم نامند علی کل حال بقول حضرت قاسم الانوار نظم

در عدم بگذار ما را بیخبر | نام او رکیه و نام ما مهر | من کیم سرگشتهٔ بیچارهٔ
در بیابان فنا آوارهٔ | نی مبارک بندهٔ نی مقبلی | هم ز دست خویشتن پا در گلی

قصهٔ من دور و دراز ست ماسه برادر بودیم در ولایت یگانگی به ناز پرورده و روی نیازندیده چنانکه فرموده رباعی

معشوقه و عشق و ما بهم میبودیم | آنجا که ز هر دو کون آثار نبود | بر لوح وجود نقش اغیار نبود
در گوشهٔ خلوتی که دیار نبود | و با هم در دیر مستان ان الله

بغنی عن العالمین هم سبق بودیم و هر چه داشتیم با هم در طبق داشتیم چشم من دایم نگران حسن بود و این زمان نیز نظر من در عالم خیال بر جمال اوست چنانکه خواجه حافظ فرموده شعر

نیست بر لوح دلم جز الف قامت دوست | چکنم حرف دگر یاد ندادند استادم

قاسم الانوار را بیات

سالها شد کاین منادی را بعالم میزنیم | ما نه امروز است کز عشق و ولادم میزنیم
روح قدس آورده و بر خاک آدم میزنیم | آمدن ما را بدین عالم بگو مقصود چیست
هذه از فرقت او میسوزم و در حسرت آنروزم نظم | همراه بمکتب میرفتیم و همراه بخانه می آمدیم الحالت
من کیستم تا باشدم در کوی لیلی خانه | من کیستم تا باشدم در کوی لیلی خانه

فدای راه او جان عزیزان | بوصفش کی نمایم تیزی من | هوس دارم خیال انگیزی من
کیم من تا شوم وصاف اوئی | نمایم با خیالش گفتگوئی | نگنجد در بیانها وصف پویش
خیالی می پزم با گفتگویش | شده چون مظهر تبلی السرائر | ز عکس او کنم روشن ضمائر
ز سر تا پای آن پاکیزه گوهر | گهی گیرم ز پای و گاه از سر | چو معجز گیرم از سر تا بپایش
بدوزم از خیالی حلهایش | ز لعل او کنم دریوزه گفت | گشایم از لب او روزه گفت
قدش شاخ گل از باغ فردوس | رخش در زیر ابرو ماه در قوس | ز مویش ساخته دام بلائی
بزیر موی خفته اژدهائی | بلائی بود خود پیوسته ابرو | بلائی گشته دیگر از سر مو
مسامش چشمهٔ پاکیزه ذاتی | ز سر تا پا تنش آب حیاتی | مسامش ساخت چون پرویزن مو
ز یکسو دین برفت و دل ز یکسو | چو زاب خضر پرویزن برآمد | هزاران رشتهٔ جان بر سر آمد
به فرق آن پریروی گل اندام | بهم پیوسته بودی کفر و اسلام | بدست حسن کرد آنرا تدارک
نهاد او در میان فرق تارک | فرو آویخته زان ریسمانها | ز هر مویش شده برباد جانها
بهر موئی ازان زلف رسن ساز | گره مشکین لباسی ریسمان باز | جبینش قرص خورشید جهانتاب
خیال خام خالش نقش بر آب | بر خ هر گونه خال از مشکنابش | کواکب سوخته بر آفتابش
دو ابرویش نشان قاب قوسین | ز باغ حسن هر چشمیش یک عین | بران رخسار چون خورشید بینی
چو خط استوا بر چرخ بینی | تو گوئی معجز شق القمر بود | که در هر ساعت از انگشت بنمود
ازان بینی نشانی داده گلشن | که گشته زان نشان صد چشم روشن | ولی هم هست اینجا چیز دیگر
دو جان از یک گریبان بر زده سر | برین اوصاف آن هم هست صادق | درین ره عین معشوقست عاشق

نظر زلیخا و نظر عشق بر یک خط شعاعی واقع خواست شد و نخواست سوخت این بود که پردهٔ هوش میان عشق و زلیخا حائل شد و اگر نه دست از کار برد و کار از دست عشق چون آشنا روئی

واثر مهر بر ناصیهٔ زلیخا بدید دلش فرو گرفت بایستاد و گفت ع | تو خود حوالهٔ نابودهٔ ز روز ازل

زلیخا استفسار نمود که چه کسی و از کجا می آئی و بکجا خواهی رفت و نام تو چیست بیت

عشق وحزن احرام ملازمت حسن بستند وازراه دریای محیط علم درکشتی طلب نشستند چون بمطلوب رسیدند حسن را دیدند با یوسف نشسته ودوئی ازمیان ایشان رخت بربسته چون عشق وحزن حلقهٔ نیاز بردر امید زدند از درون سرا پرده یار باز جواب استغنا و ناز شنودند نا امید بازگردیده روبه بیابان حیرت نهادند و با یکدیگر گفتند که تا ما بودیم با حسن می گفتیم و میشنودیم اکنون که ما را بحور ساخت واز نزد خود دور انداخت تدبیر آنست که هریک بطرفی رویم واز روی ریاضت بحکم تسافروا تصبحوا تغنموا سفری کنیم حزن روبکنعان هجران نهاد وعشق راه مصر جمعیت پیش گرفت حزن را راه نزدیک بود بیک منزل بکنعان رسید چون از در شهر درآمد خبر یعقوب شنید چون در خدمت او چند وقت بسر برد و خود را تمام بدو سپرد یعقوب را با او موانستی تمام حاصل گشت بسجاده صبر بنشاخت وحزن را بسجاده نشین ساخت خود در پهلوی او نشست و با نامرادی پیوست دایم نقش سرور از لوح ضمیر میزدودند و بدین ترانه مترنم

میبودند بیت دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند	دل غمدیدهٔ ما بود که هم بر غم زد ❊ یعقوب

هرچه داشت به حزن داد اول سواد مملکت دیده منطوق وابیضت عیناه من الحزن پیشکش کرد وصومعهٔ از درد ساخت وموطن عاشقان بلاکش کرد نام آن صومعه بیت الاحزان نهاد وتولیت آنرا بدو داد

بیتان سواد چشم مرا کردهٔ قبول بشرطی	که جز خیال تو نوری درین سواد نباشد
بدردهای تو قاسم نهاد دل چکند چون	گدای کوی ترا غیر ازین نهاد نباشد

واز انجانب عشق بقرار دیوانه وار در هر وادی وکهسار میدوید و دو منزل را یک منزل می کرد تا بمصر جمعیت رسید زلزله در مصر افتاد و مردم بهم برآمدند واز اطراف او درآمدند هیچ جا آرام نگرفت ومقام نساخت نشان سرای عزیز پرسید چون سراغ یافت اول بدر حجره رسید چون باطراف وجوانب نگاه کرد ناگاه نظرش بر منظر زلیخا افتاد ستاره دید چون ماه شب چهارده از گوشهٔ بام حجره برآمده کدام ماه وچه ستاره پری پیکری که فنائی در وصف او گفته مثنوی

برامد برسم خوبی آفتابی	بدندان در به لب لعل مذابی	غلامان درش صاحب میزان

عشق چون از رفتن حسن خبر یافت بمرافقت حزن قصد ملازمت حسن کرد و اهل ملکوت چون واقف شدند از عقب ایشان روان گشتند و عشق را رهبر خود ساختند سلطان وقت منصبی به هریک از اهل ملکوت تفویض فرموده و حسن را ناظر گردانید رایت حسن را بر دوش اسرافیل نهاد و جبرئیل را قائم مقام عشق گردانید و عزرائیل را بجاسے حسن تواجے ساخت بیت

عقل منچواست کزان شعله چراغ افروزد	برق غیرت بدرخشید و جهان برهم زد

چون بکریاس اساس بارگاه عالم پناه حسن رسیدند دیدند که طاقت سطوت تجلیات حسن ندارند بیکباره و برخاک نیازمندی نهادند و بزبان عجز گفتند بیت

در ازل قبله جانها خم ابروی تو بود	روی تو سوی دل و روی دلم سوی تو بود

موضع حضرت آدم علیه السلام

ملک از نسبت آن سجده آدم میکرد	که گل قالبش از خاک سر کوی تو بود

فسجد الملائکة کلهم اجمعون الا ابلیس که از روی عجب و پندار استکبار نمود و در زمین نیفتاد و سجود

بیت زروشده مرغان فلک را چه خبر	زن همه را آمده سر بر زمین	مدعی خواست که آید بتماشا گه راز	دست غیب آمد و بر سینه نامحرم زد

چون قامت قابلیت آدم بدین خلعت مزین گردید نیمروز انجا که پانصد سال اینجا باشد در بهشت بیابید بعد ازانکه بعالمش فرستادند یک قول آنست که ریشش برآمد و قول دیگر آنکه هرگز ریش برنیاورد اما قول اول بنا بر غلبه کردن طرف کثرتش بر جانب وحدت اصحست و چون آدم سر در نقاب عدم کشید حسن رخت بربست و روی بعالم خود نهاد و منتظری بود که کجا جای یابد که مستقر عزا او را شاید چون دیدبان او یوسف را دید که چون آفتابی از مطلع جمال طالع گردید فی الحال بحسن رسانید حسن رخت بمنزل او کشید و بزبان عجز گفت بیت

ای دل و دلدار چونت یافتم	وی گزیده یار چونت یافتم
تو صبح مطلع حسنی من از هوای تو مستم	و ز آفتاب جمالت من آفتاب پرستم
مرا بباغ چه حاجت کنونکه روی تو دیدم	مرا ز سرو چه خیزد کنونکه با تو نشستم

واحدة کلمح بالبصر بیت	لعبتان شام رابی درز و دوز		علما پوشاند از زر بفت روز

زر پیکر والا گهر وجود را عین جود آن ذات پاک بر آن جوهر تابناک انداخته و آن جوهر را که مسمی است بعقل سه صفت بخشیده که بسبب آنکه دوست میداشته که او را بشناسند آنرا از محض موهبت خود بدو ارزانی داشته یکی شناخت حضرت حق جل جلاله و یکی شناخت خود و یکی شناخت خلق که معدوم بود و موجود شد ازان شناخت که تعلق بحق داشت حسن پدید آمد و آنرا جهان آرای خوانند که عبارتست از تناسب و تجاذب بلکه روحیست دمیده در قالب تناسب و ازان شناخت که تعلق بخود داشت عشق پدید آمد که آنرا مهر گویند که برزخیست میان عاشقی که اقتضای عشق است تعین و تنزل و میان معشوقیت که تنفس تبرز و عین تجلیست و ازان شناخت که تعلق به نبود حزن ظاهر شد که آنرا درد و اندوه خوانند که در عالم ظهور و اظهار خلیفه عشق گشت و این هر سه صفت از یک اصلند که بمنزله سه شاخ منشعب شده بمثابه سه برادر حسن که برادر مهترست بر منصهٔ خوبی میگوید در خود نگریست خود را عظیم خوب یافت بشاشتی در وی پدید آمد تبسمی کرد چندین هزار ملک مقرب را حضرت عزت در میان آن تبسم که در نشاهٔ او خلق کرده بود بیافرید عشق که برادر میانگیست با حسن انسی داشت و چشم از وی نمی توانست گرفت علم حسن را دائم او می افراشت چون تبسم حسن بدید شوری در وی افتاد مضطرب گردید و خواست که بخود آنه در حرکت آید حزن که برادر کهترست در و آویخت دران آویزش حضرت حق آسمان و زمین را بیافرید چون آدم را خلعت هستی در پوشانیدند و آوازه در ملاء اعلی افتاد که نقاش تقدیر پرگار بر تختهٔ خاک نهاده و صورت زیبا پیدا کرده اهل ملکوت را آرزوی دیدن او شد بر حسن که پادشاه آن بود عرض کردند حسن گفت که اول من برگیمت کبریا سوا بفردیت بروم اگر مرا خوش آید انجا توقف نموده شما را طلب دارم چون حسن بشهرستان پیکر آدم رسید جائی خوش و نزهتگاهی دلکش یافت که قابلیت آن دارد که هر چه خواهند دران می توان ساخت و بسی رایات خوبی در بر میتوان افراخت فرود آمد و مملکت وجود آدم را فروگرفت چنانچه هیچ جای را در شهرستان وجود از خود خالی نگذاشت شعر

جلوه کرد خویش دید ملک عشق نداشت	عین آتش شد ازین غیرت برآدم زد	

چونیکو بنگری آئینه هم اوست | نه تنها گنج او گنجینه هم اوست | وچون خلعت صفات خود در
آدمی پوشانیده پس بالضرورة میل خاطر بحسن وجمال شیوهٔ اصلی او باشد وانجذاب باطن بفضل
وکمال سیرت جبلی او در هر مرتبه از مراتب وجود گه جمالی بنظر او در اید دل دران بندد و رشتهٔ تعلق
بدان پیوندد و از مجرد سامعه هر آوازی که بگوش او رسد بحکم مصرعه | الا ذن یعشق قبل العین احیانا
یعنی گوش عاشق پیشرو است پیش از چشم احیانا در خروش افتد جامی | نه تنها عشق از دیدار خیزد
بسا کین دولت از گفتار خیزد | در آید جلوهٔ حسن از ره گوش | ز جان آرام بر باید ز دل هوش
چنانکه محرر این انشا خاک راه اولیا سلطان حسین ابن سلطان منصور ابن بایقرا ابن عمر شیخ بن تیمور
گورکان زاید ان سخنان واقع است بیت | از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر
یادگاری که درین گنبد دوار بماند | هر آئینه مدتهای بیان قصهٔ عاشقان بیدل
ودین نفجوای نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک هذا القرآن وان کنت من قبله لمن
الغافلین در دل خلجان مینمود تا درین روزگار بحکم فرموده بیت | واردات عاشقی گر عشق می آمد بگوش
عشق میگوید بگو و عقل میگوید خموش | نقاب احتجاب از چهرهٔ مقصود بکشود و از انزوی این مجموعه را ترتیب
کرد و مصحف حسنش را صفحه صفحه بزیور ملاحت تذهیب نمود نظم | جمع کرده در و حقائق عشق
درج کرده در و دقائق عشق | بود چون پر ز حرف عشق اوراق | نام کردش مجالس العشاق
نمک حسن تا به عشق آمیخت | روح در قالب تناسب ریخت | یوسف از حسن صورت انور شد
حسن معنی بر پیمبر شد | انما المیح نشانهٔ آنست | آن طلب کن که هر چه هست آنست
حسن صوری و معنوی را ندم | جمع گردیده این زمان باهم | و اظهر من الشمس هست که بر آئینه
ضمیر منیر که از پرتو آفتاب غیب عکس پذیرست روشن خواهد بود که باقتضای حبی ذاتی اصلی و میل
جبلی اولی بمقتضای انجام نمای کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف حضرت
عزت عزشانه وعظم برهانه در شبستان ازل که بحکم اول ما خلق الله تعالی العقل جهت نقش بندی
صور بدائع ورنگ آمیزی نقوش صنائع تا بد ستیاری مهندس قضا و قدر و پیشکاری و ما امرنا الا

انی انا اللہ از شجرۂ نفس قدسیۂ او شنید
گر دیر سومنات بود گر صوامع ست
هر جا که هست لمعۂ روی تو لامع ست
ذرات کائنات که آیات حسن تست
مجموع در صحیفۂ انسان جامع ست
پس هر مظهری که هست آرزوی حسن عشقش

نیگذارد که روی پوش شود از انروست که عاشق آنست که با معشوق هم آغوش گردد تا جمال خود را نماید خواهد که هر زمان خود را بطوری دیگر بیاراید و هر لحظه نقابی بگشاید مثنوی

نگوروتا ب بستوری ندارد
به بندی در زند وزان سر برآرد
نظر کن لاله را در کوهساران
که چون خرم شود فصل بهاران
کند شق شقۂ گلریز خارا
جمال خود کند زان آشکارا
ترا چون معنیی در خاطر افتد
که در سلک معانی نادر افتد
نیاری از خیال او گذشتن
کنی ظاهر بگفتن یا نوشتن
جو هر جا هست حسن ایش تقاضاست
نخست این جنبش از حسن ازل خاست
برون زد خیمه ز اقلیم تقدس
تجلی کرد بر آفاق و انفس
ز هر آئینه بنمود روئی
بهر جا خاست از وی گفتگوئی
از و یک لمعه بر ملک و ملک تافت
ملک سرگشته خود را چون فلک یافت
همه سبوحیان سبوح جویان
شدند از بیخودی سبوح گویان
ز غواصان این بحر فلک فلک
برامد نعرۂ سبحان ذی الملک
از آن آتش فروغی بر گل افتاد
ز گل شوری بجان بلبل افتاد
رخ خود شمع زان آتش برافروخت
بهر کاشانه صد پروانه را سوخت
ز نورش تافت بر خورشید یکتاب
بروان آورد نیلوفر سر از آب
ز نورش روی خویش آراست لیلی
به هر مویش ز مجنون خواست میلی
لب شیرین بشکر ریز بگشاد
دل از پرویز و جان از فرهاد
سر از جیب مه کنعان برآورد
زلیخا را دمار از جان برآورد
جمال اوست هر جا جلوه کرده
ز معشوقان عالم بسته پرده
بهر پرده که بینی پردگی اوست
قضا جنبان هر دلبردگی اوست
به عشق اوست دل هر زندگانی
بهر اوست جانرا کامرانی
اگر داند وگرنه عاشق اوست
دلی کو عاشق خوبان و دلجوست
که همچون نیکوئی عشق ستود
که از ما عاشقی و زو می نکوئی
تو ئی آئینه او آئینه آرا
از و سر برزده در تو نموده
تو ئی پوشیده و او آشکارا

هر گوشه چو منصوری آویخته از داری | این طرفه که از یک خم هر یک زمئی مستند
وین نادره کز یک گل در هر قدمی خاری | تناسب برنخ حسن اوست که عالم را متصل

واصل ساخته و تجاذب عشق او که قطره را عین دریا گردانیده کشتی هر دریائی لبالب از باده هل من مزید و در گردن جان هر قطره ریسمان نحن اقرب الیه من حبل الورید لامیر المختوم و واقف سر المکتوم

نحن اقرب گفت یعنی قطره و دریائیست | عاشق و معشوق و ساقی مستی و صهبائیست
ایکه دور افتاده از خویش اگر داری خبر | مشهد و مشهود و شاهد مولی و مولائیست
گرچه عالم مظهر اسمای حسنی خداست | اسم اعظم درمیان جملهٔ اسمائیست
مستی مطلق توئی دیگر خیالی بیش نیست | زانکه اندر نشأهٔ تو جملهٔ اشیائیست
حسن عالم گیر تو از بهر اظهار کمال | مینماید در هزاران آئنه اما یکیست
با همه خوبان اگرچه حسن تو همراه بود | در حقیقت دلبر یکتای بی همتائیست
اینهمه آشوب و غوغا در جهان از عشق اوست | گشت معلوم این زمان سر فتنهٔ غوغائیست

اگر جماد است مثل مقناطیس و آهن و کاه و بیجاده از عشق اوست در جذب و انجذاب افتاده و اگر نباتست خواه در کوه و خواه در صحرا همچون درخت نر و ماده خرما در سر هر کدام از عشق سودائیست و در دل هر یک از جنس خود نوعی هوائیست در وادی که حیوانیست در پی او سرگردانست و براق رجعت برزبر برامده کوکبی درخشان و اگر همه مثل نساس ست و بوزینه از همان پرتو روی شان عکس پذیر گشته آئینه قابلیم

تعینات جهان درمیان بیم و امید | ز آسمان بزمین و ز ذره تا خورشید
همه برغبت خود درمیان کون و فساد | کمال خود طلبند از خدای خود جاوید
کمال خاک نبات و کمال او حیوان | کمال حیوان انسان که اوست اصل نوید
کمال انسان باشد بلوغ حضرت حق | که اوست اصل مرادات و مخلص امید
بقول قاسم اگر باز دانی این اسرار | گذشت قصر جلالت ز قیصر و جمشید

آنچنانکه انسان در مرآت برزخ شامل حسن کامل روی آورده روح القدس در وادی مقدس

در هوس دیدنت ای رشک خور — آمده چشم از سر نرگس بدر — گفته زبس تو ذکر تو سوسن مدام
موی برآورده زبانش تمام — دیده که آئینهٔ روشن دلست — بهر خیالات تو سرمنزلست
گوش که سرحلقهٔ این محفلست — گوش برآواز تو درمنزلست — هر کف خاکی زرهت آدمی
هر دمی از جرعهٔ جامت جمی — ذکر همه گرچه ثنای تو است — حمد و ثنای تو سزای تو است
آنکه سریر عظمش گشت عرش — فرش شدش طارم فیروزه فرش — عالم سفلی که جهانست نام
یافت از و رونق دارالسلام — سر علم حمد بمیدان آخته — رایتی از عجز برافراخته
ای دل ازین فرضهٔ بحر جنون — ما چو حبابی و تو یک قطره خون — ما و ترا هست زبان دعا
ما ز کجا حمد و ثنا از کجا — بلکه قصورست بعجز اعتراف — رو مزن اینجا تو ازین پیش لاف

پس همچنانکه حمد و ثنای تو مقبول تست صلوة و سلام در خور رسول تست که مجمع البحرین
صورت و معنی و عنقای قاف قاب قوسین او ادنی ست مثنوی — دری برج فلک اصطفا

بحر و فا گوهر کان صفا — شاه سریر لمن الملک دل — مهر منیر فلک آب و گل
بحر محیط از کف جودش کفی — نه فلک از آتش قهرش تفی — پایهٔ معراج کهین پایه اش

از سر ما کم نشود سایه اش — همچنین ستایش و آمرزش جناب اوست که لائق آل و اصحاب اوست
که نجوم سماوات ولایت و شموس مشارق نبوت اند مثنوی — پادشاهان عرصهٔ ملکوت

شاهبازان قرب او ادنی — باده نوشان جام لم یزلی — ماهرویان احسن الحسنی
رهبران خرد براه نجات — سالکان طریق صدق و صفا — حد ما نیست وصف این شاهان
ربنا عافنا و ارحمنا — اما بعد چون ذو الجلال و الجمال را بحکم ان الله جمیل یحب
الجمال حسن بر کمال و عشق و محبت جمال صفت ذاتیست و شمع حسن او هر جا نوعی دیگر برافروخته

و آتش عشقش هر یکی را طور دیگر سوخته غزل — در مصر غم یوسف بر هر سر بازاری
نبشته زلیخائی بر جسته خریداری — کای بر سر بازارت صد خرقه بزناری
و زروی تو در عالم هر روی بدیواری — هر ذره ز خورشیدت گویای انا الحقی

بسم الله الرحمن الرحیم

ای جمیلی که شعشعهٔ لمعات حسنت هر جا چراغی برافروخت از آتش عشقش خانمانها سوخت و ای بعیدیلی که شعشعهٔ آفتاب جمالت هر کجا جلوه گر گردید ذرات کائنات از مهر رویش زیر و زبر گردید شعر

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد	عشق پیدا شد و آتش بهمه عالم زد

کجاست آئینهٔ کز آفتاب حسنت عکس پذیر نیست و کو سینه که آتش عشق تو اش در ضمیر نیست شعر

جلوهٔ حسن تو کجاست که نیست	شیوهٔ عشق تو کراست که نیست

ای یک ورق از دفتر حسنت مجموعهٔ گلهای بهار و ای مقامات معانی خوانت بر هر شاخی هزار نظم

ای گل جانها متبسم ز تو	بلبل جانها مترنم ز تو	بهر تو ای نافه کشای چمن
چهره نمای مه و خورشید فن	با دل خونین جگر سوخته	غنچه ز گل مشعله افروخته
کرد بوی تو درین تیرهٔ خاک	سینه چو پیراهن گل چاک چاک	لاله که آرایش این گلشن ست
دیدهٔ گلزار بدو روشنست	در سر او آتش سودای تست	بر دل او داغ تمنای تست
غنچهٔ شاخ گل بستان فروز	بهر تو در باغ شده عود سوز	این گل رعنا که ببستان تست
مجمره گردان گلستان تست	بیتو ندود دل هر بلبلی	گشته بنفشه گره بر گلی

به عون صنایع مکین مکان فضل و کمال خلاق زمین و زمان

مجالس العشاق و مناظر العشاق

در مطبع نامی منشی نولکشور به طبع متین مطبوع جهان شد

اطلاع

اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب موجود ہین شائقین کو فہرست مطول سے جو علیحدہ موجود ہے اور درخواست کرنے سے مل سکتی ہے معلوم ہوسکتا ہے کہ قیمت اس سال مین نہایت ارزان مقرر ہوئی ہے اور ہم صرف تصوف اور دیوان فارسی تذکرۃ الاولیا و تاریخ و اخلاق وغیرہ کی کچھ کتابین ذیل مین درج کرتے ہین

کتب تصوف

مثنوی شاہ شرف از شاہ بوعلی قلندر عارفانہ مضمون ہے

مثنوی معنوی مولوی روم — مولانا جلال الدین رومی کی تصنیفات سے ہے چھ دفتر مصنفہ مولانا — اور دفتر ہفتم ملحقہ مولوی الٰہی بخش سے بقدر ضرورت حواشی بھی ہین چار مصرعہ نہایت خوش خط چھپی ہے —

شرح مثنوی مولانا روم — از تصنیفات حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم مرحوم یہ شرح حامل المتن ہے اور حل لغات ہر اشعار اور تشریح مطالب لائق مذاق اہل طریقت کے بیان فرمایا ہے لطف اوسکا قابل دیدہ ہے

مجموعۂ مثنویات فریدالدین عطار — جس مین حسب تفصیل ذیل مثنویات تصنیف شیخ فریدالدین عطار شامل ہین —

جواہر الذات — میلاج — الٰہی نامہ — مختار نامہ — منطق الطیر — بلبل نامہ — نزہت الاحباب — مفتاح الفتوح — وصیت نامہ — پند نامہ —

یہ مجموعہ بتلاش تمام فراہم ہوا قابل دیدہ ہے —

تحفۂ محمدی — مولفہ خواجہ امیر الدین عرف بگلی والا

منطق الطیر — تصنیف فریدالدین عطار تصوف مین

پند نامہ — مصنفہ حضرت فریدالدین عطار تصوف مین —

گلشن اسرار — تصنیف مولوی النور علی صاحب در علم

بحر الحقیقت مع حکایات تمثیلیہ —

انوار العارفین مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب مرید حضرت سید امانت علی حسینی چشتی صابری —

مجموعۂ رسائل یعنے رموز العارفین وغیرہ

اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت

مکاشفات رضوی — شرح مثنوی مولوی روم —

مطالب رشیدی — مصنفہ حضرت شاہ تراب در طریق مجاہدات باطنیہ —

مصباح الہدایت — ترجمہ عوارف مشہور کتاب ہے ترجمہ اسکا جناب حضرت محمود بن علی الکاشانی نے لکھا ہے کیمیای سعادت فارسی — امام محمد غزالی —

کتب دیوان فارسی

کلیات مرزا بیدل — اس کتاب مین چار کتابین ہین نکات بیدل — رقعات بیدل — دیوان بیدل — عناصر بیدل — اگرچہ اونکی تالیفات الا انہا ہین مگر یہ کلیات کے بھی چار حصے ہین —

دیوان بیدل اسکے حاشیہ پر نکات بیدل ہے اصل نسخہ قلمی بہت عمدہ دستیاب ہوا تھا اوسطے ملاحظہ شائقین کے طبع ہوا —

کلیات سعدی شیرازی — جامع رسائل مفصلہ ذیل دیباچۂ کلیات — کریما — گلستان — بوستان — قصائد عربیہ — قصائد فارسیہ — مراثی — ترجیعات — طیبات — بدائع — خواتیم — غزلیات قدیم صاحبیہ متفرقات — قطعات — رباعیات — مثنویات مقطعات مرطائبات — ہزلیات خاتمہ —

دیوان مخفی — تصنیف مخفی رشتی — یہ اوستاد اہل زبان تھا رشت نام مقام کا ہے ولایت فارس مین جو نواح اصفہان اوسکو کلام ربیب النسا بیگم سمجھتے ہین غلط ہے تذکرون سے ظاہر ہے —

دیوان خواجہ معین الدین چشتی — ایک نایاب ہما صفت یہ تصنیف محض عنایت ایزدی سے اس مطبع کو ملی تبرکاً طبع ہوئی —

دیوان حضرت غوث الاعظم

دیوان حافظ محشی — مشہور دیوان حافظ شیرازی کا ہے

کلیات نظم غالب فارسی — عالی جناب مرزا اسد اللہ خاں صاحب دہلوی کا کلیات نظم جسوقت مین کلیات مرزا صاحب ممدوح یہ تصحیح مصنف طبع ہوا اشتہار بار دوم قدردانان کی خواہش سے طبع ہوا —

دیوان موزون — سن نتایج خیالات عالیجناب راجہ رام نرائن صاحب منفور تلمیذ شیخ علی حزین — مشہور دیوان ہے —

دیوان صائب — مشہور دیوان ہے —

دیوان ناصر علی — منشی دشاعر یادگار زمانہ متاخرین ہے

دیوان غنی — مصنفہ ملا محمد طاہر متخلص بہ غنی —

دیوان نقشہ — منشی ہرگوپال صاحب تخلص نقشہ تلمیذ غالب دہلوی —

جوہر منظوم — دیوان مرزا اگمل محمد خان ناطق نگرانی اور اوسکی سانحہ منشی جواہر سنگھ جوہر تخلص کا کلام فارسی شامل ہے چونکہ منشی صاحب موصوف اپنے کو شاگرد مرزا صاحب خیال کرتے ہین اسلیئے اونکے اوستاد کا کلام شامل ہو کر چھپا —

کلیات صائب تکمیل از نتایج طبع مرزا محمد علی صائب

Khajatusut Ashkan Bekcher

به عون صنایع مکین و مکان فضل و دل خلاق مین و زمان

محامد الشعرا و فاتحة الدواوین

در مطبع نامی منشی نول کشور طبع مزین مطبوع جهان شد

Majālis al-'ushshāq.

~~L 954.D1.~~ 49 D 42

Indian Institute, Oxford.

The Lucknow Sparks Library.
Presented
by
Munshi Newul Kishore.